اشرف المکتوبات

خطوط حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بنام مرشد

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مع جوابات

نیز حضرت حکیم الامت کے خلفاء

اور دیگر اکابر کے خطوط کا انتخاب

مرتب:

جناب حسن عباس صاحب زید مجدھم

صاحبزادہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ

۴۳۷-ڈی۔گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی (پاکستان)

فون: 7216488 فیکس: 7223688

فہرست مکتوبات عارفیؒ

(حصہ سوم۔ دیگر مکتوبات) ۲۸۳

..........☆☆☆..........

تقدیم

از حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم.

یہ عظیم کتاب اُن مبارک خطوط پر مشتمل ہے جو سیدی وسندی مرشد و محسن عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کو لکھے اور جن پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تحریر فرمائے۔ اس طرح یہ کتاب اِن دونوں بزرگوں کے خطوط پر مشتمل ہوگی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالبین کیلئے رشد وہدایت اور تعلیم وتربیت کا سلسلہ خط وکتابت کے ذریعہ بھی جاری فرمایا ہوا تھا، تاکہ وہ دور رہتے ہوئے بھی حضرت کے علوم وفیوض اور تعلیم وتربیت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملک بھر سے بہت ساری ڈاک روز پہنچتی تھی اور حیرت ہوتی ہے کہ اپنی انتہائی شدید مصروفیات کے باوجود آپ اس پوری ڈاک کا جواب روز کے روز نمٹانے کے عادی تھے۔ اور عموماً ڈاک کا جواب آپ ظہر سے عصر تک روزانہ ہونے والی مجلس میں تحریر فرماتے تھے (برسوں اس مجلس کا یہی وقت مقرر رہا)۔ ناچیز کے مرشد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ

عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے ناچیز نے کئی بار یہ بات سنی اور آپ نے اپنی کتاب مآثر حکیم الامت میں بھی تحریر فرمائی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں کتنی برکت عطا فرمائی تھی کہ انکے ایک ایک لمحہ سے اللہ تعالیٰ نے امت کو تعلیم و تربیت کا کتنا نفع پہنچایا۔

فرمایا کہ اس مجلس علم و عرفان میں ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے عامی بھی اور اہل علم بھی جنکا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہوتا تھا کبھی حاضرین میں سے کسی کے سوال پر اور کبھی از خود ہی آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے اُسے قلم بند کیا جاتا تھا۔ اس طرح آپ کے یہ ارشادات یا ملفوظات جمع ہو کر افادات یومیہ کے نام سے شائع ہوتے رہے۔ (اب تک ان یومیہ ملفوظات کی ۳۱ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں)۔

یہ ملفوظات خود علوم و معارف کا ایک ایسا عظیم الشان خزانہ ہیں کہ پڑھنے والے کو زندگی کے ہر شعبہ میں اس سے نہ صرف رہنمائی ملتی ہے بلکہ بے شمار حضرات کی زندگیوں میں ان ملفوظات ہی کے مطالعہ سے خوشگوار انقلاب آیا ہے۔

اِدھر اِسی مجلس میں آپ ڈاک کا جواب بھی ساتھ ساتھ تحریر فرماتے جاتے تھے۔ یہ خطوط دو طرح کے ہوتے تھے کچھ میں فقہی سوالات پوچھے جاتے تھے، یہ سوالات اور انکے جوابات جو دقیق فقہی اور علمی مباحث پر مشتمل ہیں امداد الفتاویٰ کے نام سے چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئے ہیں اور انکی افادیت کا حال یہ ہے کہ آج فقہ حنفی کا کوئی مفتی اِن سے مستغنی نہیں۔

اِن خطوط کی دوسری قسم وہ تھی جنہیں آپ سے اصلاحی تعلق رکھنے والے حضرات تربیت و تصوف سے متعلق اپنے حالات بیان کرتے اور اس سلسلہ میں رہنمائی کے طالب ہوتے تھے۔ اِن خطوط کے جوابات بھی آپ اسی مجلس میں تحریر فرماتے تھے۔ اِن خطوط کا ایک مجموعہ تین ضخیم جلدوں میں تربیت السالک کے نام سے بار بار شائع ہو چکا ہے اور ایک مجموعہ جو صرف میرے والد ماجد اور حکیم الامت حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ کے درمیان منتخب خط وکتابت پر مشتمل ہے چند سال پہلے مکاتیب حکیم الامت کے نام سے کراچی سے شائع ہوا ہے۔ اس وقت جو عظیم کتاب ہمارے ہاتھ میں ہے یہ اس سلسلہ کا تیسرا مجموعہ ہے اور اُس منتخب خط وکتابت پر مشتمل ہے جو سیدی حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کے درمیان بیس سال تک جاری رہی۔

سیّدی حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندار جمند برادرم محترم جناب حسن عباس صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے تصوف وسلوک کے اس انمول خزانے کو جناب رفعت احمد خان صاحب دامت برکاتہم کے تعاون سے مرتب فرماکر مسلمانان برصغیر پر عظیم احسان فرمایاہے اور ادارۃ القرآن سے اسے شائع فرماکر طالبین کے لئے استفادہ کا موقع فراہم کردیاہے۔

اس خط وکتاب کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ خطوط لکھنے والے حضرات کاغذ میں دو کالم بناکر صرف دائیں کالم میں اپنا حال لکھتے تھے، اور سامنے کا کالم چھوڑ دیتے تھے تاکہ خط کے جس حصہ کا جواب حضرت حکیم الامت ؒ لکھنا چاہیں اسی کے سامنے تحریر فرمادیں۔ پھر یہ خط اور اسکا جواب خط لکھنے والے کے پاس واپس بھیج دیا جاتا تھا اس مقصد کیلئے خط لکھنے والا اپنے خط کے ساتھ جوابی لفافہ پر اپنا پتہ لکھ کر ساتھ بھیجتا تھا۔ اس طریقہ کے دو فائدے تھے ایک یہ کہ جواب لکھنے والے کو اسمیں آسانی تھی اور جواب میں سوال کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور دوسرا بڑا فائدہ یہ تھا کہ اس طرح خط لکھنے والے کے پاس اپنا خط مرشد کے جواب کے ساتھ واپس آجاتا تھا۔ اس طرح جو خط وکتابت مرید اور مرشد کے درمیان ہوتی تھی وہ پوری محفوظ ہوکر مرید کیلئے عمر بھر مشعل راہ کا کام دیتی تھی۔

اس کتاب میں خط اور اس کا جواب الگ الگ کالموں میں لکھنے کے بجائے یہ طریقہ اختیار کیا گیاہے کہ ہر خط کا متعلقہ حصہ حال کا عنوان لگاکر لکھا گیاہے اور جواب

کی تحریر پر لفظ جواب لکھ دیا گیا ہے۔

اِن خطوط کے پس منظر اور حکیم الامت سے حضرت عارفی کے تعلق کے بارے میں جناب سید ریاض الدین صاحب نے اپنے مقدمہ میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو آپ اگلے صفحات میں پڑھیں گے۔ اُس میں سیدی حضرت عارفی رحمۃ اللہ کے مختصر حالات زندگی بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اِس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ اس سے ہو گیا ہے کہ برادر محترم جناب حسن عباس صاحب مد ظلہم نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کی مختصر سوانح حیات بھی خط وکتابت سے پہلے شامل فرمادی ہے۔ نیز دیگر اکابرین کے بعض خطوط اور انکے مختصر حالات زندگی جمع فرمادیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن سب بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور اِن کاوشوں کو شرف قبول سے نوازے اور مسلمانوں کو اِن سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو اِن بزرگان دین سے ہمیشہ وابستہ رکھ کر تاجدار دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان.

یکے از خدام حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ
محمد رفیع عثمانی
صدر
جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۰ شعبان ۱۴۲۰ھ

پیش لفظ / عرض مرتب

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

میرے والد ماجد عارف باللہ حضرت محمد عبدالحیؒ صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے دین اسلام کی طرف راغب، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ روزانہ تلاوت قرآن اپنے وقت مقررہ پر پابندی سے کیا کرتے تھے۔ دینی کتب کا مطالعہ آپ کا مشغلہ تھا۔ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے ۱۹۱۸ء میں ملاقات کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کی کتابیں بڑے شوق سے مطالعہ کرتے رہے۔ ایم اے او کالج علیگڑھ میں جب آپ زیر تعلیم تھے، امتحان میں کامیابی کیلئے دعا کی درخواست اپنے خطوط میں کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی حضرت والا سے ملاقات کا شرف بھی حاصل فرماتے تھے اور آپ کے وعظ سننے کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت والا سے اتنے متاثر تھے کہ اپنے مکتوبات میں شرف بیعت سے مشرف ہونے کی استدعا کرتے رہے۔ آخر کار آپ کی یہ تمنا ۲ اگست ۱۹۲۷ء کو پوری ہوئی۔ والد ماجدؒ حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت ہونے کے بعد ہر ہفتہ پابندی سے خط لکھ کر سلوک کے علاوہ دیگر روزمرہ کے امور وغیرہ میں آپ کی رہبری بھی حاصل کرتے رہے۔ جب موقع ملتا تھانہ بھون کی بھی حاضری ہوتی تھی، جو بسا اوقات بال بچوں کیساتھ کئی کئی روزہ قیام کیلئے بھی ہوتی۔ لیکن وہ جتنا قیام تھانہ بھون میں کرنا چاہتے تھے اتنا نہ کر سکے۔ آپ نے اس محرومی کا ذکر اپنے خطوط میں کیا۔ مگر اس محرومی کا ازالہ اپنے خطوط سے کر دیا

اور سات آٹھ سال کی مدت میں سلوک کے منازل طے کرتے ہوئے مجاز صحبت اور مجاز بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت والد ماجدؒ کو خطوط کو باہتمام رکھنے کا شوق تھا آپ کے ذخیرہ خطوط میں اپنے جد امجد حضرت کاظم حسینؒ کا خط جو ۱۹۱۱ء میں لکھا تھا وہ بھی دستیاب ہوا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے نام جو خطوط آپ نے تحریر فرمائے ان کو بھی باہتمام محفوظ رکھا جن کی تعداد تقریباً ۳۰۰ ہے۔ ان کے علاوہ حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ، حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ، حضرت سید سلیمان ندویؒ، حضرت بابا نجم احسنؒ۔ آپ کے پھوپھا سید علی سجادؒ آپ کے والد ماجد علی عباسؒ اور دیگر حضرات جن سے آپ کی خصوصی مکاتبت ہوا کرتی تھی ان سب کے خطوط کو محفوظ رکھا۔

حضرت والد ماجدؒ کی حیات میں ان خطوط کا مطالعہ کرنے کا مجھے موقعہ نہ مل سکا، مگر آپ کے وصال کے بعد جب حضرت والد ماجدؒ کی سوانح حیات کی ترتیب کے دوران آپ کی تمام تحریروں کو جمع کرنے کا داعیہ پیدا ہوا تو ان تحریروں میں ان مکتوبات پر مبنی ایک انمول خزانہ ملا۔ جن حضرات نے ان خطوط کا مطالعہ کیا ان کا اصرار تھا کہ ان خطوط میں سے اکثر کے اقتباسات کو مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ خوش قسمتی سے حضرت رفعت احمد خان صاحب، (مجاز بیعت حضرت عارفیؒ) کے پاس اس بیاض کے عکسی نقول دستیاب ہوئے جس میں حضرت والد ماجدؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے نام جو خطوط تحریر فرمائے تھے ان کے اقتباسات درج کر رکھے تھے۔ ان اقتباسات سے اس داعیہ کو تقویت ملی کہ حضرت والد ماجدؒ کے تحریر کردہ ان خطوط کے اقتباسات جو سالکین کیلئے نافع ثابت ہوں ان کو مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان مکتوبات کے علاوہ دیگر مکتوبات کے اقتباسات احقر کو مرتب کرنے کی اور ادارۃ القرآن کراچی کو انکی اشاعت کی سعادت

حاصل کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔ان مکتوبات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی (۱) مکتوبات حضرت عارفیؒ بنام حضرت حکیم الامتؒ، (۲) مکاتبت حضرت عارفیؒ مجازین حکیم الامتؒ سے اور (۳) مکاتبت مابین حضرت عارفیؒ اور دیگر اکابرین و محبین۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول کرے اور سالکین کیلئے نافع بنائے، حضرت والد ماجدؒ کے وہ متوسلین، محبین اور خدام جنہوں نے اس سعی میں اعانت کی ہے ان کو اجر عظیم عطا کرے۔ آمین۔ ثم آمین

۱۳ اپریل ۲۰۰۰ء حسن عباس عفی عنہ

کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں / تعارف

از

محترم جناب سیّد ریاض الدین صاحب مدظلہم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صدیقی عارفی نور اللہ مرقدہ کی سوانح حیات مرتب کرنے کے سلسلہ میں احقر کی دلچسپی کو محسوس کرتے ہوئے محترم احمد حسین صاحب نے جو حضرت عارفیؒ سے بیعت تھے، حضرت والا کی خدمت میں پندرہ سال تک رہ کر سلوک کی تعلیم و تربیت حاصل کی، حضرت سید حماد رضاؒ کے حکم پر حضرت عارفیؒ کی سوانح حیات پر مواد جمع کر رہے تھے، اُس مواد کو جو کچھ اُنہوں نے جمع کیا تھا، میرے حوالے کیا اور احقر کی اس دلچسپی کا ذکر حضرت عارفیؒ کے بڑے صاحبزادے محترم حسن عباس صاحب سے کیا۔ چنانچہ محترم حسن عباس صاحب نے حضرت عارفیؒ کی بیاضیں، اُنکے مکتوبات بنام حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ، حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوبؒ، حضرت عبدالغنی پھولپوریؒ اور حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے خطوط بنام حضرت عارفیؒ اور دیگر خطوط کا ذخیرہ احقر کے حوالے کیا، جو اُس سوانح حیات کے ماخذ بنے۔ ان خطوط میں سب سے اہم ترین وہ مکتوبات ہیں جو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو تحریر کئے گئے تھے جنکی تعداد تین سو (۳۰۰) ہے

اور جن کا دورانیہ اکیس (۲۱) سال پر محیط ہے۔

سوانح حیات کی تدوین کے دوران احقر نے مذکورہ بالا مکتوبات کا بار بار مطالعہ کیا۔ ان مکتوبات کا تاریخ وار اختصار یہ اس مقصد کے لئے مرتب کیا تاکہ معلوم ہو کہ اس مدت میں حضرت عارفیؒ کن کن حالات سے گزرے ہیں۔ ان مکتوبات کی عکسی نقل (فوٹو کاپی) کروا کر اُنکے وہ تراشے جو سوانح کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں، مضامین کے لحاظ سے جمع کئے گئے۔ اس کام کے دوران بارہا دل میں یہ داعیہ پیدا ہوتا رہا کہ ان مکتوبات کو سالکین کے افادہ کے لئے شایع کیا جائے کیونکہ یہ مکتوبات ایک انمول خزانہ ہیں۔

حضرت عارفیؒ کی سوانح حیات و تعلیمات کا مسودہ، اشاعت سے قبل حتمی نظر ثانی کے لئے ۱۹۹۴ء کے اوائل میں، حضرت رفعت احمد خاں صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت والا نے ازراہ کرم مسودہ کا حرفاً حرفاً مطالعہ کرنیکے بعد تصحیحات فرمائیں، مفید مشوروں سے نوازا، کچھ حصہ کو حذف اور کچھ کا اضافہ کیا۔ یہ کام حضرت والا کے ساتھ کئی نشستوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ان نشستوں کے دوران حضرت والا نے حضرت عارفیؒ کی تحریر کردہ ایک بیاض کے چند صفحات کی عکسی نقول عنایت فرمائیں جن میں حضرت عارفیؒ کے اُن مکتوبات کے اقتباسات درج تھے جو آپ نے حضرت حکیم الامتؒ کو ارسال فرمائے تھے۔ ان چند عکسی نقول کو دیکھنے کے بعد احقر کے دل میں یہ خواہش موجزن ہو گئی کہ اُس بیاض کو یا اُس بیاض کے کل صفحات کے عکسی نقول حاصل کئے جائیں اور اُنکی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ احقر کو یہ خیال ہوا کہ حضرت عارفیؒ کا اُن مکتوبات کے اقتباسات کو بیاض میں تحریر کرنے کا مقصد اُنکی اشاعت تھا۔ بعد ازاں بیاض تو مل نہ سکی مگر بیاض کے باقی ماندہ صفحات کے عکسی نقول مل گئے۔ اس کتاب کا ایک بڑا حصہ انہی اقتباسات پر مشتمل ہے۔ مکتوبات کے مطالعہ سے قاری صحیح معنوں میں مستفید اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اُسکو معلوم ہو جائے کہ مرسل اور مرسل الیہ کون ہیں اور اُن کے درمیان کیا رشتہ و تعلق ہے۔ اس

تناظر کے پیش نظر یہ عرض ہے کہ حصہ اول میں ان مکتوبات کے مرسل حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ عارفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور مرسل الیہ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ ہیں۔ حصہ دوم میں حضرت عارفیؒ اور حضرت حکیم الامتؒ کے مجازین کے مابین مکاتبت شامل ہے۔ ان مجازین میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اور حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ نمایاں ہیں جن سے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت عارفیؒ نے رجوع فرمایا۔ اس حصہ میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ اور حضرت فقیر محمدؒ کے مکتوبات بھی شامل ہیں۔ حصہ سوم میں دیگر اکابرین کے مکتوبات ہیں۔

حالات زندگی

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ عارفیؒ

حضرت عارفیؒ کی ولادت ۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ (جون ۱۸۹۸ء) بمقام کدورہ، ریاست باونی ہندوستان میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر ۸ سال کی تھی آپکی والدہ ماجدہ احمدی بیگم صاحبہ ۱۹۰۶ء میں رحلت فرما گئیں اور آپ اپنی والدہ کی محبت وشفقت سے محروم ہوگئے۔ آپ کے والد ماجد جناب علی عباس صاحب ۱۹۰۷ء میں عقد ثانی کر کے ملازمت کے سلسلے میں دوسرے مقام پر چلے گئے۔ اس طرح وقتی طور پر پدری محبت وسرپرستی سے بھی آپ محروم ہوگئے۔ آپکے دادا حضرت کاظم حسین صاحب اور دادی حلیمہ صاحبہ کے آغوش میں آپ نے پرورش پائی۔ اور اُن دونوں کی والہانہ محبت نے اس محرومی کو دور کر دیا۔ آپ نے اپنی ابتدائی دینی تعلیم اپنے جد امجد سے حاصل کی، پھر انگریزی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۱۹۱۸ء میں اسکول

لیونگ یعنی میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اُسی سال ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ میں بحیثیت ایف۔ اے کے طالب علم داخلہ لیا۔ اسی سال کے اواخر میں آپ کے جد امجد حضرت کاظم حسین صاحب جو آپ کے مربی تھے، رحلت فرماگئے۔ آپ اُنکی وفات سے بہت متاثر ہوئے۔ ایف۔ اے کا امتحان ۱۹۲۰ء میں پاس کرنے کے بعد اُسی کالج میں بی۔ اے میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۴ء میں کامیابی حاصل کی۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد اُسی سال لکھنؤ یونیورسٹی میں ایل۔ ایل۔ بی میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۶ء میں ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا۔

دوران تعلیم ہی یعنی ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ء کو ایک مختصر سی تقریب میں آپکا عقد نکاح، آپکے پھوپھا سید علی سجادؒ کی بڑی صاحبزادی محترمہ جویریہ بیگم صاحبہ سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عارفیؒ کو چھ صاحبزادے عطا کئے جن میں سے تین صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ باقی تین یعنی آپکے بڑے صاحبزادے محترم حسن عباس صاحب، محترم ڈاکٹر احسن عباس صاحب اور محترم مستحسن عباس صاحب بفضل الٰہی بقید حیات ہیں اور ان تینوں کا اپنے اپنے امور میں فیض جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنکے فیوض کو تادیر قائم رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔

حضرت عارفیؒ ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کرنے کے بعد سہارن پور میں کچھ روز مولوی منفعت علی صاحب وکیل کے ساتھ اور کچھ روز محمد الیاس صاحب وکیل فوجداری کے ساتھ وکالت کا کام سیکھنے کی غرض سے رہے اور نومبر ۱۹۲۶ء میں ہردوئی جاکر مولوی سید محمود الحق صاحب کے ہمراہ وکالت کا کچھ کام کرتے رہے۔ چونکہ وکالت کا پیشہ آپ کی طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتا تھا اس لئے اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کی دیانت داری کی وجہ سے ۸ اگست ۱۹۲۸ء کو عدالت سب جج کی طرف سے آپ کو ریاست کھجوارہ کا رسیور مقرر کیا گیا۔ رسیوری کی پیچیدگیوں اور عدالت کی ریشہ دوانیوں کیوجہ سے آپ نے وکالت کے پیشے کو حتمی طور

پر دسمبر ۱۹۳۵ء میں ترک کردیا اور پہلی جنوری ۱۹۳۶ء سے ہومیو پیتھک پریکٹس شروع کر دی جو تا آخر حیات یعنی ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء تک جاری رہی۔

ہومیو پیتھک پریکٹس کا ابتدائی دور اور اس سے قبل کا دور آپ کے لئے مالی پریشانیوں اور خاندان میں بیماریوں اور اموات کیوجہ سے زیادہ تر پریشان کن رہا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور استقامت، صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے مختلف مسائل کا مقابلہ کیا اور ہر معاملہ میں لا تقنطوا من رحمة الله اور رجوع الی الله پر کاربند رہے۔ اسی دور میں آپ کی ہمت، استقامت، صبر و شکر، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید نہ ہونا اور رجوع الی الله، اپنے شیخ حضرت حکیم الامتؒ کی رہبری، توجہ اور دعاؤں سے آپ کا تعلق مع الشیخ اور تعلق مع اللہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ حضرت عارفیؒ تمام مشکلات اور پریشانیوں کے باوجود سلوک کی منازل طے کرتے چلے گئے۔ اور حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو اولاً مجاز صحبت اور ترک وکالت کے بعد مجاز بیعت کے شرف سے مشرف فرمایا۔

ذالك فضل الله يوتيه من تشاء.

حضرت عارفیؒ کا حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے تعلق کا آغاز:

حضرت عارفیؒ ۱۹۱۴ء میں جب آپ ساتویں درجہ کے طالب علم تھے اور کانپور میں اپنے پھوپھا کے ساتھ مقیم تھے، اپنے پھوپھا اور حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوبؒ سے حضرت حکیم الامتؒ کا تذکرہ سنا۔ حضرت حکیم الامتؒ دسمبر ۱۹۱۷ء کے اواخر میں کالپی تشریف لائے اور یکم جنوری ۱۹۱۸ء کو حضرت عارفیؒ کے جدامجد کاظم حسین صاحبؒ کے مکان پر حضرت حکیم الامتؒ کے وعظ کا اہتمام کیا گیا تو اس وقت حضرت عارفیؒ نے حضرت والا کی زیارت کی اور آپ کو حضرت والا کی

طرف بڑی کشش اور عقیدت محسوس ہوئی۔ بعد ازاں آپ حضرت والا کے وعظ کانپور میں سنتے رہے۔ جب تک آپ علیگڑھ میں زیر تعلیم تھے، ہر سال آپ امتحان میں کامیابی کے لئے حضرت والا کو خط لکھا کرتے تھے۔ یکم جولائی ۱۹۲۳ء کے طویل خط میں آپ نے اپنے ناگفتہ بہ حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں حضرت والا سے استدعا کی۔

"میں نہایت مودبانہ ملتجی ہوں کہ حضور مجھ پر ایسی توجہ فرمائیں کہ میں دین کے اصولوں پر استقلال کے ساتھ کاربند ہو جاؤں اور مجھ میں جو کمزوریاں ہیں وہ رفع ہو جائیں اور طالب علمانہ زندگی اور آئندہ زندگی عافیت کے ساتھ بسر کرسکوں"۔الخ۔

اسی سال آپکی حضرت والا سے مختصر ملاقات ہوئی پھر عرصہ تک حضرت والا سے شرف ملاقات حاصل نہ ہوا۔ البتہ امتحانات میں کامیابی کے لئے خطوط بھیجتے رہے۔ ۱۹۲۵ء میں جب آپ لکھنؤ میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اس وقت آپ نے حضرت والا کو اپنی اصلاح باطن اور بیعت کے لئے خطوط لکھے۔ اپریل ۱۹۲۶ء میں اپنے پھوپھا کے ہمراہ آپ نے تھانہ بھون کا پہلا سفر کیا اور حضرت والا کی زیارت کی۔ دوسری مرتبہ اگست ۱۹۲۷ء میں اپنے پھوپھا اور رشتہ کے دادا خان بہادر منشی رضا حسین صاحب کے ہمراہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے اور دادا صاحب سے عرض کیا کہ "آپ حضرت والا سے فرمادیں کہ مجھے بیعت کرلیں" چنانچہ بعد نماز مغرب دادا صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ "عبدالحیؒ بیعت کی استدعا کر رہے ہیں"۔ لہٰذا ۲۰ اگست ۱۹۲۷ء بعد نماز مغرب حضرت والا نے بطریقۂ معلومہ بیعت فرمایا۔ بعد از بیعت حضرت عارفیؒ بالاہتمام ہر ہفتہ ایک خط تحریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے ذخیرہ خطوط میں ۲۷۰ ایسے خطوط ملے جو ۱۹۲۷ء اور ۱۹۳۵ء کے درمیان (دوران وکالت) تحریر کئے گئے تھے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے حضرت عارفیؒ کی بتدریج باطنی

ترقی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ نے حضرت عارفیؒ کو ۱۹۳۵ء میں مجاز صحبت کا شرف بخشا اور دسمبر ۱۹۳۵ء میں جب آپ نے ترک وکالت کر کے یکم جولائی ۱۹۳۶ء کو ہومیو پیتھک پریکٹس شروع کی تو حکیم الامت نے آپ کو ان الفاظ میں مجاز بیعت کا شرف عطا کیا۔

"میں نے سابعہ التابعہ میں مجازین صحبت کے ذکر کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ مجھ کو ان صاحبوں کے متعلق بعض حالات کا انتظار ہے۔ اگر وہ حالات رونما ہو گئے تو اُن کو مجازین بیعت میں داخل کرونگا اور یہ حالات ہر ایک میں جدا جدا ہیں۔ آپ کے لئے ترک وکالت کا انتظار تھا جو بحمد اللہ واقع ہو گیا اس لئے آپ کو مجازین بیعت میں داخل کر کے توکلا علی اللہ اجازت دیتا ہوں کہ آپ بیعت طالبین کو کیا کریں"۔

حضرت عارفیؒ کا تعلق اپنے شیخ حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت (۱۹۲۷ء) سے حضرت والا کی وفات (۱۹۴۳ء) تک سترہ سال رہا۔ حضرت عارفیؒ کو حضرت والا سے والہانہ محبت تھی جسکا اظہار آپ اپنی تقاریر اور تالیفات میں کرتے رہے۔ حضرت حکیم الامتؒ بھی آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے مکاتبت کا اجمالی جائزہ :

حضرت عارفیؒ بیعت کے بعد التزاماً حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو ہر ماہ چار خط لکھا کرتے تھے جن پر حضرت حکیم الامتؒ جوابات تحریر فرما کر واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت والا نے ان خطوط کو بحفاظت رکھنے کا بھی اہتمام فرمایا۔ آپکے ذخیرہ خطوط میں تقریباً تین سو خط بنام حضرت حکیم الامت قدس سرہ دستیاب ہوئے جو یکم جولائی ۱۹۲۳ء اور ۱۳ جولائی ۱۹۴۳ء کے دوران تحریر کئے گئے تھے۔ ان خطوط کے مطالعہ

کرنے سے اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے دینی اور دنیاوی ہر معاملہ میں حضرت حکیم الامتؒ سے رہبری حاصل فرمائی۔ دینی کتب کے مطالعہ کے سلسلے میں رہبری، معمولات یومیہ کی اطلاع واصلاح، رمضان المکرّم کے خصوصی معمولات میں رہنمائی، وکالت یا ریسیوری کے معاملات کی اطلاع اور رہبری، ہومیو پیتھک ڈاکٹری کے سلسلے میں رہنمائی، بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں پریشانی کا اظہار اور رہبری، مالی پریشانیوں کا اظہار اور دعاؤں کی درخواست، آپ کے والد محترم، برادر خورد، برادر نسبتی، اہلیہ اور بچوں کی بیماری اور روحانی علاج کی خواہش، اکتساب معاش کے ذرائع کے سلسلے میں مشورہ، آداب شیخ، مقامی حالات میں تغیرات کی اطلاع، غرضیکہ دنیا اور آخرت کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جس میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی رہنمائی اور مشورہ حاصل نہ کیا ہو۔ یہ خطوط نہ صرف آپ کی ذات کے لئے ایک عظیم سرمایہ تھے بلکہ اہل سلوک کے لئے بھی گراں قدر علم وعرفان کا خزانہ ہیں جن سے سالکین بے انتہا استفادہ کرسکتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی رحلت کے بعد حضرت عارفیؒ اپنی زندگی میں ایک بڑا خلاء محسوس فرمارہے تھے اور کسی سے دستگیری کی تمنا آپکے دل میں موجزن تھی۔ حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء کی تعداد اچھی خاصی تھی اور خود حضرت عارفیؒ بھی اُن میں شامل تھے۔ اس کے باوجود اپنی اصلاح کے لئے آپ نے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوبؒ سے رجوع فرمایا اور اس طرح درخواست کی۔

"آپ کو اللہ تعالیٰ نے واقف اسرار حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وتعلیمات کا عامل بنایا ہے۔ اب آپ ہی مجھ پر نظر مخصوص فرمادیں۔ اس مکتوب پر حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا۔

"میں تو واللہ اپنا نفع اس میں دیکھتا ہوں کہ آپ جیسے صلحاء سے خط وکتابت رہے۔ ضرور ایسا کیجئے۔ اجازت نہیں بلکہ درخواست ہے۔"

اس کے بعد خطوط کا سلسلہ حضرت خواجہ صاحب کے انتقال یعنی ۲۷ اگست ۱۹۴۴ء تک جاری رہا۔

حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت عارفیؒ نے حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ سے رجوع کیا۔ حضرت عارفیؒ کی درخواست رہنمائی پر حضرت پھولپوریؒ نے تحریر فرمایا۔

”آں عزیز کا انکسار ہے کہ مجھ جیسے سراپا بدعمل سے اپنی رہنمائی چاہتے ہیں۔ محض تعمیل حکم عزیز کی بناء پر کچھ کلمات لکھے دیتا ہوں الخ“۔

بعد ازاں حضرت عارفیؒ کی مکاتبت اور اصلاحی تعلق حضرت پھولپوریؒ کے وصال یعنی ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء تک جاری رہا۔ حضرت پھولپوریؒ کے بعد آپ نے کسی اور سے اصلاحی تعلق قائم نہیں کیا۔

ان حضرات کے علاوہ حضرت عارفیؒ کے خصوصی تعلقات حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ، اور حضرت بابا نجم احسنؒ سے تھے جن سے مکاتبت بھی ہوتی رہی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت عارفیؒ کی وقتاً فوقتاً ملاقات تو ہوتی رہی مگر خصوصی تعلق ۱۹۵۰ء میں آپ کے کراچی آنے کے بعد ہوا۔ اس تعلق کے متعلق حضرت عارفیؒ نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا۔

> ”اگرچہ مجھے بحمد اللہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے عرصہ دراز تک تعلق کا شرف حاصل رہا لیکن مجھے کبھی بھی اپنی حالت پر اطمینان نہیں ہوا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ میں نے کچھ حاصل نہ کیا۔ اس لئے مجھ میں ایک تشنگی اور تڑپ تھی اور اپنی حالت کو معتبر اور مستند بنانے کا ہمیشہ دھیان رہتا تھا۔ اس لئے کراچی پہنچنے کے بعد میں نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے تعلق قائم کیا۔ میں حتی الامکان کوئی اہم

کام حضرت مفتی صاحب کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا"۔

حضرت عارفیؒ کا یہ خصوصی تعلق حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال یعنی ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ (غالباً ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء) تک جاری رہا۔ حضرت عارفیؒ کا حضرت مفتی صاحبؒ اور ان کے خاندان کے افراد سے تعلق اتنا گہرا تھا جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد بھی اُن کے خاندان کے افراد سے ویسا ہی تعلق برقرار رکھا جیسا حضرت مفتی صاحبؒ سے تعلق کا تقاضا تھا۔

حضرت عارفیؒ کا حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ سے کب تعلق پیدا ہوا اُسکا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ چونکہ ان دونوں حضرات کا حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق تھا اور ان دونوں کی آمدورفت تھانہ بھون ہوا کرتی تھی لہٰذا ان دونوں کا تعارف وہیں ہوا ہوگا۔ بعد ازاں خط وکتابت اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ بہرحال بقول محترم حسن عباس صاحب "جب حضرت سید سلیمان ندوی صاحبؒ جونپور تشریف لائے تو ۳ نومبر ۱۹۴۳ء کو (کچھ) اشعار لکھ کر والد صاحب کو دیئے۔" یہ خصوصی تعلق حضرت سیّد سلیمان ندویؒ کے انتقال یعنی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ (۲۳ نومبر ۱۹۵۳ء) تک جاری رہا۔ حضرت عارفیؒ کے ذخیرۂ خطوط میں حضرت سلیمان ندویؒ کے معتدبہ خطوط بنام حضرت عارفیؒ دستیاب ہوئے۔

ان حضرات کے مکتوبات میں سے چند کے اقتباسات کے علاوہ دیگر حضرات کے مکتوبات کے اقتباسات جو اس کتاب میں شامل کے گئے ہیں۔ انمیں حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ، اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔

حضرت عارفیؒ نے وہ اہم خطوط جو آپ نے تحریر کیا ہو یا کسی اور نے آپ کو تحریر کیا ہو انکو بحفاظت رکھا اور محترم حسن عباس صاحب نے اُن خطوط کو تادیر محفوظ رکھنے کے لئے پلاسٹک کوٹنگ کرائی اور انکو ترتیب وار فائلوں میں محفوظ کردیا۔ ان خطوط کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے محترم حسن عباس صاحب نے ان میں سے اکثر

خطوط کے اقتباسات کو جمع کر کے شائع کرنیکا بیڑا اٹھایا۔

حضرت عارفیؒ کے مکتوبات سے ایک سالک بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت والا نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود زیادہ تر اپنے مکتوبات کے ذریعہ اپنی اصلاح کی اور تعلق مع اللہ میں ایک مقام پیدا کیا اور حضرت حکیم الامتؒ کے جید خلفاء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم حسن عباس صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور سالکین کو اس سے کما حقہ استفادہ کرنیکی توفیق عطا کرے اور حضرت عارفیؒ کے وہ محبین، متوسلین اور خدام جنہوں نے اس کتاب کی تدوین وترتیب اور اشاعت میں دامے، درمے، سخنے اعانت کی اُنکو اجر عظیم عطا کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

۲۴ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
مطابق ۹ جولائی ۱۹۹۹ء

یکے از خدام حضرت عارفیؒ
سید ریاض الدین عفی عنہ

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک تعارف (۱)

عن ابی هریره رضی الله عنه فی ما اعلم من رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله یبعث فی امّتی علیٰ راس کل مائة من یجددلها دینها.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ میری امت میں ہر صدی کے سرے پر ایسے (شخص) کو پیدا فرمائے گا جو (امت) کے لئے اس کے دین کو نیا کرے گا۔

حالات و مصروفیات زندگی

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مالوف و مقام پیدائش تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی ہندوستان تھا۔ آپ کا یوم ولادت باسعادت چہار شنبہ ۵ ربیع الاوّل ۱۲۸۰ھ ہے۔ قصبہ میں آپ کے آباء واجداد کا خاندان نہایت معزز و ممتاز تھا۔ آپ کے والد ماجد منشی عبدالحق صاحبؒ بڑے صاحب وجاہت، صاحب منصب اور صاحب جائداد رئیس تھے اور بڑے اہل دل بزرگ تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نسباً فاروقی مذہباً حنفی تھے اور مسلکاً سلسلہ امدادیہ صابریہ چشتیہ سے وابستہ ہو کر منصب خلافت ورشدوہدایت پر فائز ہوئے۔ حضرت کا بچپن وطن ہی میں گزرا اور وہیں ناظرہ وحفظ قرآن اور عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور جید علماء اور مدرسین سے

---

(۱) یہ تعارف حضرت عارفیؒ کی تالیف ماثر حکیم الامتؒ سے لیا گیا جو "مختصر سوانح حیات" کے زیر عنوان حضرت عارفیؒ نے تحریر فرمایا۔

فیضان علوم حاصل کر کے ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ گویا ادھر چودھویں صدی کا آغاز ہو رہا تھا اور ادھر احیاء و تجدید دین مبین کے لئے یہ مجدد عصر تیار ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فضل عظیم تھا کہ حضرتؒ کو مدرسہ دار العلوم دیوبند شہرہ آفاق اور مستند درس گاہ میں تحصیل علوم اور تکمیل درسیات کا موقع نصیب ہوا جہاں خوبیٔ قسمت سے اس وقت بڑے منتخب اور یگانہ عصر و جامع کمالات و صفات اہل اللہ اور اساتذہ کا مجمع تھا جن کے فیوض و برکات علمی و ایمانی کا آج بھی عالم اسلام معترف ہے۔ ان میں اکثر حضرات جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے سلسلہ سے وابستہ اور بعض ان کے خلفائے راشدین میں تھے۔ ایسے نورانی ماحول میں اور ان حضرات کے فیضان صحبت سے بعونہ تعالیٰ حضرتؒ کی باطنی صلاحیت واستعداد بھی تربیت پذیر ہوتی رہی۔

یوں تو تمام بزرگوں اور اساتذہ کی توجہات خصوصی کی سعادت حضرتؒ کو حاصل تھی مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کو خاص طور پر حضرتؒ کے ساتھ محبت و شفقت کا تعلق تھا اور حضرتؒ کو بھی ان بزرگوں کے ساتھ نہایت والہانہ عقیدت و محبت تھی چنانچہ اکثر و بیشتر ان حضرات کا ذکر بڑے کیف و سرور کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

> "مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز سے اس درجہ عقیدت تھی کہ سوائے حضرت حاجی صاحبؒ کے اور کسی سے ایسی نہ تھی میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی اور نہیں دیکھا، اور لوگوں کے ساتھ تو میری عقیدت استدلالی تھی مگر مولانا کے ساتھ غیر استدلالی تھی۔ میں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں اول مولاناؒ ہی سے مدرسہ دیوبند میں بیعت کی درخواست کی تھی لیکن مولانا نے طالب علمی کے زمانے میں بیعت کرنے کو خلاف مصلحت اور حارج تحصیل علوم دینیہ خیال فرما کر عذر کر دیا لیکن میں نے ہمیشہ ان کو اپنا

شیخ ہی سمجھا اور ہمیشہ اہم امور میں ان سے مشورہ لے کر عمل کرتا تھا،
حضرت مولانا کی مجھ پر خاص عنایت تھی اور میرا بڑا لحاظ فرماتے
تھے،۔ میں جب حاضر خدمت ہوتا تھا تو فرماتے تھے "بھائی جب تم
آجاتے ہو تو زندہ ہو جاتا ہوں"۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا تذکرہ بہت ذوق وشوق کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ "بھائی تم نے تو حضرت حاجی صاحبؒ کے پکے پھل کھائے ہیں اور ہم نے کچے پھل کھائے ہیں (یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے اخیر زمانے کے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں) ایک بار حضرتؒ کا گنگوہ میں وعظ ہو رہا تھا جو کوئی حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس سے فرماتے کہ ایک عالم حقانی کا وعظ ہو رہا ہے وہاں جاؤ سنو میرے پاس کیا بیٹھے ہو"۔ حضرت مولانا اکثر اپنے بعض طالبین وسالکین کو بھی بغرض تربیت حضرتؒ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز مدرسہ عالیہ دیوبند میں مدرس اول تھے۔ فن درس و تدریس اور علوم ظاہرہ میں یگانہ روزگار تھے اور بڑے صاحب باطن اور صاحب کشف و کرامات اولیائے کاملین میں سے تھے۔ حضرتؒ کو ان سے بڑی عقیدت و محبت و گرویدگی تھی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے اس ہونہار طالب علم کے ساتھ بڑی مربیانہ شفقت اور توجہ فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنی روحانی فراست سے سمجھ لیا تھا کہ اس طالب علم کے طالع بیدار سے اس کے مستقبل کے روشن آثار نمایاں ہیں۔

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ ان کی موجودگی میں خصوصیت کے ساتھ خاص خاص حقائق و معارف اور نکات و دقائق علمیہ بیان فرمایا کرتے۔ حضرتؒ اپنی مجلس میں حضرت مولانا کے ایسے ملفوظات کا بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ذکر فرمایا کرتے اور فرماتے تھے:۔

"ان کا حلقۂ درس کیا ہوتا تھا ایک حلقہ توجہ الی اللہ ہوتا تھا۔ قرآن مجید کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں"۔

حضرتؒ کی دستار بندی ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متبرک و مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس سال مدرسہ دیوبند میں بڑا شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ اس موقع پر حضرتؒ اپنے چند رفقاء کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم میں ایسی استعداد نہیں ہے کہ ہمیں دستار کی فضیلت عطا کی جائے اس سے مدرسہ کی بڑی بدنامی ہو گی۔

یہ سن کر مولانا کو جوش آگیا اور فرمایا "تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہو گی۔ خدا کی قسم جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے باقی سارا میدان صاف ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے باطنی علوم و اعمال کی تکمیل و تہذیب کے لئے بھی ایک یگانہ عصر شیخ المشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے شرف تعلق عطا فرمایا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے فضائل و خصوصیات سے متصف فرمایا تھا۔ اس زمانے میں عرب و عجم کے کثیر التعداد علمائے عظام اور صوفیائے کرام ان کے حلقہ بگوش عقیدت تھے اور ان کے فیوض و برکات سے شرقاً و غرباً ہر طبقہ کے طالبان طریقت فیض یاب و سیراب ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیگر اوصاف کمالات کے ساتھ خاص طور پر فن تصوف و سلوک میں ایک مجددانہ و مجتہدانہ ذوق و مسلک سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت حکیم الامتؒ سے مستقبل میں اہم خدمات دین خصوصاً تصوف و سلوک میں ایک اصلاحی و انقلابی کام لینا منظور تھا اس لئے اس کام کی استعداد و قابلیت پیدا کرنے کے لئے بھی ایک ایسے ہی جامع شریعت و طریقت اور صاحب فراست شیخ کی ضرورت تھی۔ واقعات پر نظر کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ منجانب اللہ حضرت حاجی صاحبؒ کی توجہ خود بخود ابتداء ہی سے غائبانہ طور پر حضرتؒ کی طرف مبذول ہونے لگی تھی۔ چنانچہ ایک بار بغیر کسی خاص ذکر و مذکور کے حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ہم وطن منشی عبدالحق صاحب حضرتؒ کے والد ماجد سے از خود کہلا بھیجا کہ آپ جب حج کو آئیں تو اپنے ساتھ اپنے لڑکے کو ضرور لیتے آئیں۔ حالانکہ حضرتؒ کی ولادت حضرت حاجی صاحبؒ کی ہجرت کے بعد ہوئی تھی اور انہوں نے ان کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔

۱۲۹۹ھ میں جب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرتؒ نے ان کے ہاتھ ایک عریضہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ کیا جس میں استدعا کی کہ حضرت مولانا سے بیعت فرما لینے کے لئے سفارش فرما دیں، حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا سے اس کا تذکرہ فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ "اچھا میں خود ہی ان کو بیعت کئے لیتا ہوں"، اور حضرتؒ کو بھی تحریر فرمایا کہ "میں نے خود آپ کو بیعت کر لیا ہے مطمئن رہیں"۔

۱۳۰۱ھ میں جب حضرتؒ علوم درسیہ سے فارغ ہوئے تھے اسی زمانے میں کانپور کے مدرسہ "فیض عام" میں ایک مدرس کی ضرورت تھی، حضرت کو وہاں تدریس کے لئے بلایا گیا۔ آپ کئی سال تک اس مدرسہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ کے نظم و نسق سے غیر مطمئن ہو کر تعلق منقطع کر لیا۔ پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ کانپور کی جامع مسجد میں درس دینے لگے اور وہاں ایک مدرسہ قائم ہو گیا۔ اس مدرسہ کا نام حضرتؒ نے مسجد کی مناسبت سے مدرسہ جامع العلوم موسوم فرمایا۔ یہ مدرسہ یوماً فیوماً ترقی کرتا رہا اور کچھ مدت کے بعد مشہور و معروف ہو گیا (اور اب تک بفضلہ

تعالیٰ قائم ہے)۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کانپور کے قیام کے متعلق منجملہ دیگر مصالح کے یہ مصلحت بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ شہر کانپور اس زمانہ میں کئی اعتبار سے ایک مرکزی شہر تھا۔ بیرونی ممالک کی طرف سے یہاں تجارتی اور صنعت کاری کے بڑے بڑے ادارے قائم تھے اور ملک کے تمام بڑے شہروں سے اس کا رابطہ تھا۔ ہر مذہب، ہر طبقہ اور ہر طرف کے لوگ یہاں آباد تھے۔ اس کے علاوہ خود کانپور میں اور اس کے قرب وجوار کے بڑے بڑے شہروں مثلاً علی گڑھ، الہ آباد اور لکھنو وغیرہ میں انگریزی طریقہ تعلیم کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم تھیں جن کے اثرات سے ہر شعبہ زندگی میں مغربی ذہنیت، تہذیب وتمدن کا غلبہ ہوتا جارہا تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کانپور میں قیام پذیر ہونے سے منجانب اللہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی مذہبی واسلامی زندگی کے ہمہ گیر حالات و تغیرات کا مکمل جائزہ لینے کے لئے وسیع معلومات کا موقع ملتا رہا اور دین متین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اور مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے ذرائع و وسائل آسانی سے حاصل ہوتے رہے۔

دوران قیام کانپور شوال ۱۳۰۱ھ میں ایسے اسباب ووسائل رونما ہوئے کہ حضرتؒ اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے ملاقات ہوئی اور دست بدست بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کو کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رہنے کے لئے روکنا چاہا مگر حضرتؒ کے والد صاحب نے اس وقت حضرت کی مفارقت کو گوارا نہ فرمایا اور اپنے ساتھ واپس لے آئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت والا سے فرمایا کہ اب کی بار حج کو آؤ تو کم از کم چھ ماہ کے قیام کے ارادے سے آنا۔ حضرتؒ ۱۳۱۰ھ میں دوسری بار حج کے لئے تشریف لے گئے اور اپنی طلب صادق اور حضرت شیخ کے منشاء اور ان کی خواہش کے مطابق وہاں چھ ماہ تک قیام کا ارادہ کر لیا۔

حضرتؒ کو اپنے پیرومرشد کی صحبت بابرکت میں فراغت قلب کے ساتھ رہنے اور

باطنی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے یہ بہت مغتنم موقع نصیب ہوا اس کی قدر کرتے ہوئے حضرت اپنا سارا وقت حضرت شیخ ہی کی خدمت اور معیت میں گزارنے لگے اور ہمہ وقت ان کے علوم عارفانہ اور مقالات حکمت سے بہرہ اندوز ہونے لگے۔ اس کے علاوہ عبادات نافلہ اور حسب ہدایت شیخ ریاضات واوراد معمولہ حضرات صوفیائے کرام میں بھی مشغول رہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ اسی موقع کے منتظر تھے چنانچہ نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اپنے مرید صادق کی تربیت باطنی کی طرف متوجہ ہوگئے اور اپنے نوخیز طالب و سالک طریق کی فطری صلاحیت و استعداد اور جوہر قابل کا اندازہ کرتے رہے اور وہ تمام علوم باطنی اور اسرار ورموز روحانی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر وارد اور القاء فرمائے تھے حضرت کے قلب مصفّٰی میں منتقل فرماتے رہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قلیل عرصہ میں حضرت شیخ کی توجہات خاص سے حضرتؒ کا سینہ مبارک دولت معارف و حقائق باطنی کا خزینہ اور انوار و تجلیات روحانی کا آئینہ بن گیا اور محبت حق سبحانہ و تعالیٰ کا اور محبت نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوز و گداز رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ حضرت حاجی صاحب اپنے مرید سعید کی ترقی باطنی کا اندازہ فرما کر بہت مطمئن و مسرور تھے۔ بعض اوقات جوش محبت میں آکر فرماتے کہ "اللہ تعالیٰ نے جو الہامی علوم مجھ کو عطا فرمائے ہیں وہ ان کی زبان پر جاری فرما دیئے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہونہار رہرو طریق ایک دن رہبر طریق بنے گا اور امت مسلمہ کے لئے رشد و ہدایت کا علمبردار ہوگا"۔

بالآخر ہر صورت سے مطمئن ہو کر اور اپنے ذوق و مسلک سے تمام تر ہم آہنگی کے آثار نمایاں دیکھ کر اپنا جانشین بنالیا اور باذن اللہ تعالیٰ خلعت خلافت اور منصب ارشاد و ہدایت سے سرفراز فرمایا اور خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے تعلیم و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب حضرتؒ کا وہاں سے واپسی کا وقت آیا تو بکمال محبت و شفقت گلے لگا کر فرمایا:۔

"میاں اشرف علی میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام معاصرین پر خاص فضیلت عطا فرمائی ہے"۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

پھر ان دو وصیتوں کے ساتھ رخصت فرمایا:۔

"دیکھو وطن پہنچ کر تم کو باطنی کیفیات میں ایک حالت شدید پیش آئے گی گھبرانا نہیں مجھ کو مطلع کرتے رہنا۔ دوسرے یہ کہ جب مدرسہ کی ملازمت سے دل برداشتہ ہو تو پھر وطن پہنچ کر ہماری خانقاہ اور مدرسہ میں توکلاً علی اللہ مقیم ہو جانا۔ تم سے انشاء اللہ تعالیٰ خلق کثیر کو نفع پہنچے گا"۔

۱۳۱۱ھ میں حج سے واپسی پر کانپور پہنچ کر حضرتؒ پھر درس و تدریس کے کام میں لگ گئے۔ اس طرح ایک تو درس و تدریس کی مداومت اور تبحر و تفکر سے علوم میں پختگی اور ترقی ہوتی رہی۔ دوسری طرف عبادات و ریاضات میں مشغولی سے باطنی کیفیات و حالات میں عروج و ارتقاء ہوتا رہا۔ اسی زمانے میں اکثر و بیشتر مواقع پر حضرتؒ کے تبلیغی و اصلاحی وعظ بھی ہوتے رہے جو قلمبند ہو کر دعوت عبدیت کے نام سے شائع بھی ہوتے رہے اور اسی زمانے میں حضرت کی مجالست میں ایک حلقہ ذکر اللہ بھی قائم ہو گیا جس میں طالبین حق و سالکین طریق جمع ہو کر حضرتؒ کی تعلیم و تربیت باطنی سے مستفیض ہونے لگے۔ اہل ذوق حضرتؒ کے ارشادات و ملفوظات کو قلمبند کرتے اور "مقالات حکمت و مقالات خبرت" کے نام سے شائع کرتے رہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ حضرتؒ کے عالمانہ و عارفانہ کمالات کا شہرہ اطراف میں ہونے لگا اور خواص و عام میں حضرتؒ کی ذات کو ایک ہر دلعزیزی کی شان حاصل ہو گئی۔

مگر حضرت شیخ کی خدمت سے واپسی پر مزاج اور انداز زندگی میں ایک گونہ ربودگی اور وارفتگی سی طاری رہنے لگی۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا کہ حضرتؒ فرماتے تھے کہ

"انقباض باطنی و کیفیات روحانی کی شدت سے میں اس قدر بے قابو ہو گیا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ اپنی جان دے دوں (شاید یہ وہی حالت رفیعہ تھی جس کا اشارہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت فرمایا تھا) حضرتؒ نے اپنی اس مضطربانہ حالت کی اطلاع اپنے شیخ مربی باطن کو کی کہ حضرت آپ تو اتنی دور ہیں اور میری یہاں یہ حالت ہو رہی ہے کیا کروں؟ حضرت حاجی صاحبؒ اس اطلاع سے بہت متاثر ہوئے اور جواب تحریر فرمایا کہ "جب تک فقیر زندہ ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں برابر تمہاری طرف متوجہ ہوں تم اطمینان رکھو"۔ ان محبت بھرے الفاظ میں ایسی جاں نواز تاثیر تھی کہ حضرتؒ فرماتے تھے کہ خط پڑھتے ہی معاً سکون محسوس ہونے لگا اور تمام معمولات و مشاغل رفتہ رفتہ بحال ہو گئے"۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اشرف السوانح حصہ اول)

حضرت نے دوران قیام کانپور درس و تدریس کے سلسلہ میں چودہ سال بسر کئے یہی زمانہ منجانب اللہ ان کے ذہنی و روحانی صلاحیت و استعداد کے نشو و نما کا اور علوم ظاہری و باطنی کے بار آور ہونے کا تھا اور اسی زمانہ میں تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر عام مسلمانوں کی اصلاح عقائد و اعمال کے لئے دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کا ایک بے اختیار جذبہ اور شدید تقاضا دل میں پیدا ہو رہا تھا جس سے حضرتؒ ہمہ وقت متاثر رہنے لگے اور موجودہ انہاک و اشغال کی زندگی سے طبیعت گھبرانے لگی۔ مستقبل میں پیش نظر مقاصد کے حصول کے لئے فراغت قلب و یکسوئی درکار تھی۔ چنانچہ مدرسہ کی ملازمت ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اور چند وجوہات و معذورات پیش کر کے آخر کار ۱۳۱۵ھ میں سبکدوشی حاصل کر لی اور اپنے وطن تھانہ بھون تشریف لے گئے اور اس کی اطلاع اپنے پیر و مرشد کو کر دی۔ وہاں سے جواب آیا۔

"بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور خانقاہ کو از سر نو آباد کریں، میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور آپ کا مجھے خیال رہتا ہے"۔

قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) بڑے شہروں (دہلی سہارنپور) سے دور اور ذرائع آمدورفت کے اعتبار سے اس زمانے میں بالکل الگ تھلگ پرانے زمانے کے رئیسوں کی ایک بستی تھی۔ اس بستی سے بالکل باہر خانقاہ امدادیہ واقع تھی۔ یہ وہی خانقاہ تھی جہاں کچھ زمانہ پہلے اللہ تعالیٰ کے تین برگزیدہ خلوت گزین بندے درویشانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یعنی حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ، حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ اور حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ۔

یہ حضرات میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور اپنے علوم ظاہری و باطنی کے فیوض و برکات سے خواص و عوام کو فیوض رسانی میں مشغول تھے۔ پھر جب انقلاب آیا تو ۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ شہید ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد مولانا شیخ محمد صاحبؒ کا انتقال ہو گیا اور حضرت حاجی صاحبؒ مکہ مکرمہ ہجرت فرما کر چلے گئے کچھ مدت کے لئے یہ خانقاہ ضرور غیر آباد ہو گئی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مقبول بندوں کی یادگار کو قائم رکھنا اور مستقبل میں اس خانقاہ کو ایک عالمگیر رشد و ہدایت و علوم ظاہری و باطنی کی نشر و اشاعت کا جلیل القدر مرکز بنانا منظور تھا اور اس اہم و عظیم کام کو سرانجام دینے کے لئے حضرت حکیم الامت مجدد الملّت محی السنّت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کو ازل ہی سے منتخب فرمالیا تھا۔ حضرتؒ نے وطن پہنچ کر اپنے پیر و مرشد کی تمنا اور ہدایت کے مطابق خانقاہ امدادیہ میں سکونت اختیار کرنے کا انتظام کیا اور توکل علی اللہ بظاہر ایک گونہ عارضی بے سروسامانی مگر حقیقتاً مستقبل کے غیر فانی ساز و سامان کے ساتھ اپنے بزرگوں کی مقدس مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہو گئے اس طرح پیر و مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کی تمنا اور پیش گوئی پوری ہو گئی۔

حضرتؒ نے خانقاہ میں مقیم ہو کر شروع ہی سے اپنی آئندہ زندگی کے انضباط اور اہم خدمات دین کے انصرام کے لئے اپنے مذاق فطری اور نصب العین کے موافق ایک لائحہ عمل

مقرر فرمایا اور اسی کے مطابق اپنے پیش نظر کام کے سرانجام دینے میں مشغول ہوگئے۔اس وقت آپ کی عمر تخمیناً ۳۵ سال تھی۔

اس کے بعد یہ مجدد وقت اپنی مسند رشد وہدایت پر ایک نسخہ اکسیر اصلاح امت لے کر بیٹھا اور حضرت حاجی صاحبؒ کے سینۂ پُر گنجینہ کی شرح فرمائی پھر آسمان کے نیچے ایک مہتمم بالشان مجلس لگی، رنگ ڈھنگ بدل گئے۔ پھر وضوح حق ہوا۔ حقیقت منکشف ہوئی طریق زندہ ہوا۔اصلاح کا باب کھلا،انسانیت تقسیم ہوئی اور گمراہی کے دروازے بند ہوگئے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے طالبین مخلصین سمٹ آئے۔ سالکین وذاکرین کی آمدورفت ہوئی۔ علماء اور طلباء کے اجتماع ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں علوم و معارف وحقائق کے دریا بہاتے۔ اہل ذوق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سنتے اور لکھتے۔ عارفین جھومتے اور اہل دل وجد کرتے اور تعلق مع اللہ کا وجدان حاصل کرتے۔ بڑے بڑے علماء وعقلاء اور فلسفی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گردن جھکا کر بیٹھ جاتے وہ حقائق و معارف جو عربی وفارسی زبان میں تصوف وسلوک کی بڑی بڑی کتابوں میں راز کی صورت میں مدون تھے اس دور آخر کے مجدد نے علی الاعلان بڑی سہل اردو زبان میں سب کے سامنے ظاہر کر دیئے اور فن تصوف کے ایک ایک جزو کو ایسا بے غبار کر دیا کہ صدیوں تک تجدید کی ضرورت باقی نہ رہی اور اس شاہراہ پر دور دور تک کسی رہزن طریق کی مجال نہیں کہ دھوکہ دے سکے۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی سے زائد تک تصنیف و تالیف میں اور مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی۔ ملک اور بیرون ملک ہزاروں طالبین حق و سالکین طریق تعلیم و تربیت باطنی اور تزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر و مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری و ساری ہے۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

وقت گزرتا گیا اور حضرتؒ کے نصب العین کے مطابق اس خانقاہ کی اہمیت اور خصوصیات میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب یہ خانقاہ ایک ایسا شہرہ آفاق اور ہمہ گیر ادارہ بن گئی جو ایک ہی وقت میں علوم وفنون دینیہ کی ایک معیاری جامعہ بھی تھی جہاں سے دین متین کے اہم اور دقیق مسائل کی تنقیح و تحقیق کا زبردست کام ہوا۔ یہی خانقاہ ایک مثالی دینی مدرسہ بھی تھی جہاں علوم قرآن وحدیث کا درس بھی دیا جاتا تھا اور تہذیب اخلاق کی عملی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ یہ خانقاہ برصغیر کی ایک مستند و معتبر دارالافتاء بھی تھی جہاں سے حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے فقہی مسائل میں رہنمائی بھی ہوتی اور یہی خانقاہ تعلیم وتربیت روحانی اور تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق باطنی کی ایک ممتاز و منفرد تربیت گاہ تھی جہاں بڑے بڑے جید علماء سے لے کر عوام کے ہر طبقہ کے لوگ ایک قلیل عرصہ میں تربیت باطن وتہذیب اخلاق سے آراستہ ہو کر اور حقیقت تصوف وسلوک کا عرفان حاصل کر کے مشائخ طریق بنے اور منصب رشد وہدایت پر فائز ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔

اسی زمانے میں تقریباً چالیس سال تک حضرتؒ کا ملک کے طول وعرض میں بڑی کثرت سے تبلیغی دوروں کا سلسلہ جاری رہا۔ بڑے بڑے شہروں میں مشہور دینی درس گاہوں، انگریزی تعلیم گاہوں اور اسلامی انجمنوں کے شاندار جلسوں میں بار بار حضرتؒ کے کثرت سے بڑے انقلاب انگیز اصلاحی وعظ ہوئے۔ بعض وقت وعظ کا یہ سلسلہ چار چار گھنٹہ تک جاری رہتا تھا ہزاروں کی تعداد میں لوگ والہانہ انداز میں جمع ہوتے تھے اور دینی ودنیوی تقاضوں سے آگاہ ہو کر ایمانی تقویت حاصل کرتے۔

حضرتؒ کے مواعظ کا موضوع خاص طور پر عقائد کی اصلاح، اعمال کی درستی، معاملات کی اہمیت اور اخلاق کی پاکیزگی کے لئے ہوا کرتا تھا، حضرت کی مساعی وجدوجہد کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے ضمیر میں اسلامی شعور وشعائر کا جذبہ بیدار ہونے لگا اور حق وباطل کا صحیح معیار واضح ہو گیا۔ اکثر وبیشتر مواعظ قلمبند

ہوئے اور طبع ہو کر شائع ہوئے اور بہت سے وعظ صرف قلمبند ہو کر محفوظ رہے اور شائع نہ ہو سکے تاہم شائع شدہ مواعظ کی تعداد تقریباً چار سو سے زائد ہے جواب بھی وقتاً فوقتاً تجدیداً شائع ہو رہے ہیں اور ان سے مسلمان اب بھی مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء.

حضرتؒ کی سوانح حیات پر نظر کرنے سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ جل شانہ کو اس زمانہ میں چونکہ احیائے سنت، اعلاء کلمۃ الحق اور اصلاح امت کا ایک عظیم الشان اور غیر فانی کام لینا منظور تھا اس لئے ابتدائے عمر ہی میں حضرتؒ کے دل میں تبلیغ واشاعت دین کا ایک مجددانہ و مصلحانہ ذوق اور تقاضا ودیعت فرمادیا تھا۔ ابھی درس و تدریس ہی کا زمانہ تھا کہ حضرتؒ نے اپنی خداداد فراست اور عام معلومات و تجربے کی بنا پر محسوس کیا کہ اس وقت عام طور پر مسلمان تعلیمات دین سے نا آشنا اور غافل ہوتے جارہے ہیں اور اس وجہ سے طرح طرح کی گمراہیوں، غلط فہمیوں اور کوتاہیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اُس زمانے میں مسلمانوں میں دو بڑے خطرناک رجحانات شدت پکڑ رہے تھے۔ ایک طرف تو انگریز کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے مغربی فلسفہ اور تہذیب و معاشرت کا اثر پھیل رہا تھا جس سے عام طور پر تعلیم گاہیں، تجارتی ادارے اور سرکاری محکمے اور عوام متاثر ہو رہے تھے جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں دینی تعلیمات کی کمی کی وجہ سے بلا قید وبند ایک آزادانہ زندگی کی رَو پیدا ہو گئی تھی۔ عام طور پر دین اسلام کی وقعت و عظمت دلوں سے کم ہونے لگی تھی اور دنیوی ترقی اور مغربی تہذیب و تمدن کی ظاہری دل کشی و جاذبیت سے عام مسلمان متاثر ہو کر اپنے مذہب سے بیگانہ اور نا آشنا ہونے لگا بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے اس کو شعائر اسلام سدراہ معلوم ہونے لگے، یہاں تک کہ مغرب زدہ آزاد دماغ میں یہ بات آنے لگی تھی کہ اس ترقی یافتہ زمانے میں احکامات شرعیہ پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ خصوصاً معاملات، معاشرت و اخلاقیات ایسے امور زندگی ہیں جن کو تقاضائے وقت کے لحاظ سے حسب ضرورت اپنے موافق بنایا جاسکتا ہے۔ مذہب سے ان کا

کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے۔ دین مبین کے ان تین اہم اور بنیادی ارکان سے اس قسم کا انحراف دراصل ایک درجہ میں ایمان ہی سے برگشتہ ہونے کے مترادف ہے۔ یہ فتنہ مسلمانوں کی عاقبت خراب کرنے کے لئے اس دور میں نہایت شدید و عبر تناک تھا۔

حضرتؒ نے اس فتنہ کے انسداد کے لئے بڑی شد و مد کے ساتھ تبلیغ شروع فرمائی اس موضوع پر سینکڑوں وعظ مختلف عنوان کے ساتھ بیان فرمائے اور متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جو کثرت سے طبع ہو کر شائع ہوئیں۔ مثلاً انتباہات مفیدہ، بہشتی زیور، فروع الایمان، اصلاح الخیال، حیاۃ المسلمین، آداب المعاشرت، اصلاح انقلاب امت، وعظ اسلام حقیقی، محاسن اسلام اور دعوۃ الحق وغیرہ۔ بعونہ تعالیٰ شرق سے غرب تک تمام ملک میں ہر طبقہ کے مسلمانوں کو ان سے خاطر خواہ نفع اور رہنمائی حاصل ہوئی۔ فلسفہ جدید کے ظلماتی اثرات سے اور دین کے متعلق مختلف اوہام و شکوک سے ذہن پاک وصاف ہو گئے۔ حضرتؒ نے کتاب و سنت کی روشنی میں دین کے ہر شعبہ میں اسلام کی فطری تعلیمات کو بڑے دلکش اور دل نشین اور قابل قبول اور قابل عمل انداز میں صلائے عام کے ساتھ تمام اہل فکر و نظر کے سامنے پیش کیا اور ہر عنوان سے ثابت کر دیا کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایسا واحد مذہب ہے جس کا تعلق انسان کی زندگی میں ہر ضرورت و ہر تقاضہ بشری سے ہے اور ہر حالت اور ہر دور میں ہر فرد اور ہر جماعت کے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ شرافت نفس اور تہذیب و تمدن میں ترقی کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

اس ہمہ گیر مصلحانہ تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں دینی شعور اور اسلامی شعائر کی طرف رجحان پیدا ہونے لگا۔ ہر طبقہ کے اکثر و بیشتر انگریزی تعلیم یافتہ لوگ خصوصاً سرکاری محکموں کے بڑے بڑے عہدہ دار، وکیل، بیرسٹر، جج، منصف، مجسٹریٹ، کثرت سے حضرتؒ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور بعض تو حلقہ بگوش عقیدت ہو گئے اور بعض کی باطنی تعلیم و تربیت سے دینی حالت میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی کہ حضرتؒ نے ان کو اپنے "خلفائے مجازین صحبت" میں شامل فرما لیا تھا۔ اس طرح حضرتؒ نے اس دور حاضر میں ایک ایسی زندہ

مثال قائم فرمادی کہ مسلمان خواہ کسی مشغلہ زندگی میں ہو اگر وہ چاہے تو پکا دین دار بن سکتا ہے۔ یہ حضرتؒ کی ایسی کرامت اور ایسا کارنامہ تبلیغ دین ہے جو ہر اعتبار سے انفرادیت کا درجہ رکھتا ہے۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

ایسا کام نہ اس وقت اس طرح کہیں باضابطہ ہو رہا تھا اور نہ بعد میں کہیں اس کی مثال ملتی ہے۔

دوسری اہم چیز جو حضرتؒ کے دل و دماغ میں کاوش و اضطراب پیدا کر رہی تھی وہ دور حاضر کی خانقاہی فقیری و درویشی کی ہیئت کذائی تھی جہاں کتاب و سنت سے بالکل بے گانہ اور بے نیاز ہو کر چند جوگیانہ رسم اور طریقہ نفس کشی ہی کو واصل حق ہونے کا ذریعہ اور چند ملحدانہ عقائد کو حاصل تصوف و سلوک سمجھ لیا گیا تھا۔ یہ ایک عالمگیر فتنہ تھا جس میں اکثر دینی رجحان رکھنے والے نادان عوام مبتلا ہو رہے تھے۔ الا ماشاء اللہ حضرتؒ نے اپنی تمام مصلحانہ توجہ اور مجددانہ تبلیغ کی جدوجہد اسی طبقہ کے لئے بھی خاص طور پر مبذول فرمائی اور اس موضوع پر عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے متعدد کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائیں۔ سینکڑوں وعظ و ملفوظات قلمبند کرا کے شائع فرمائے اور قرآن و حدیث کی غیر متزلزل سند کے ساتھ تمام باطل عقائد کا رد اور تمام غیر اسلامی رسم و روایات اور غیر معقول اور ملحدانہ رموز و اسرار باطنی اور گمراہ کن اصطلاحات کی تردید فرمائی اور نہایت نمایاں طور پر واضح کر دیا کہ طریقت یعنی تصوف و سلوک یا دوسرے الفاظ میں تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس دین مبین ہی کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے اور اس پر شریعت و سنت کے مطابق عمل کرنا ایک درجہ میں ہر مسلمان پر فرض و واجب ہے۔

اس کے علاوہ دین کے پانچوں شعبوں میں یعنی عقائد کے معاملہ میں فساد و الحاد کی سمیّت عبادات میں رسومات و بدعات کی شمولیت، معاملات میں حق تلفیاں اور ظلم، معاشرے میں فواحشات و منکرات کی ترویج اور اخلاقیات میں نفسانیت و شہوانیت کا غلبہ اور آمیزش ان

سب سے اس زمانے میں عام طور پر ذہن ماؤف ہو رہے تھے اور الا ماشاء اللہ خواص و عوام سب ہی اس میں مبتلا ہو رہے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سب مفاسد اور منکرات کی اصلاح فرمائی اور تصحیح عقائد و اعمال کے لئے تصانیف، مواعظ و ملفوظات کے ذریعے ایک ہمہ گیر تبلیغ فرمائی اور اس سے بحمد للہ خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔

اسی طرح علوم دینیہ سے متعلق قرآن مجید کی تفاسیر میں احادیث سے استنباط میں، فقہ کی توجیہات میں تصوف کی غایات میں جہاں جہاں خواص و عوام غلط فہمیوں اور غلط کاریوں میں مبتلا ہو گئے تھے وہاں اس مجدد عصر کی نظر اصلاح کار فرما نظر آتی ہے اور ان علوم کے ہر باب میں مفصل تصانیف موجود ہیں۔

یوں تو علوم دینیہ کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سب ہی تصانیف و تالیفات اپنے مضامین کی جامعیت و نافعیت اور انفرادیت کے اعتبار سے بے نظیر اور بے مثال ہیں۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ مواعظ و ملفوظات اور تربیت السالک علوم ظاہری و باطنی کے ایک بحر بے کراں ہیں۔ ان مواعظ و ملفوظات میں اکثر و بیشتر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، فقہ اور طریقت کے متعلق بہت ہی نادر اور نازک و لطیف تفاسیر، تشریحات، تنقید و تدقیق بیان کی گئی ہیں۔

ان کے علاوہ دنیا و آخرت کے متعلق مسلمانوں کے لئے ہزاروں قسم کے علوم اور معلومات کا بڑا گراں مایہ ذخیرہ ہیں۔ اسی طرح کتاب تربیت السالک بھی اہل باطن و اہل سلوک کے ہزاروں طرح کے احوال و کیفیات روحانی اور لذات و محرکات نفسانی اور اوہام و شکوک کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملہمانہ تحقیق و تدقیق کا عجیب و غریب مجموعہ اور علوم موہوبہ کا بے نظیر خزینہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مصلحانہ و مجددانہ انفرادیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف و تالیفات تمام مواعظ

وملفوظات یعنی تمام تحریری و تقریری کارنامہ ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات نمایاں اور آشکارا نظر آئے گی کہ دین مبین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو اس حکیم الامت، مصلح شریعت وطریقت کے اصلاحی وتجدیدی جدوجہد کے احاطہ کے اندر نہ آگیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی عطا کردہ توفیق ونصرت واعانت سے کثیر التعداد کثیر الاشاعت اور کثیر المنفعت ایک بے نظیر وغیر فانی معتبر ومستند سرمایہ علوم دینیہ وحکم ایمانیہ یہ مجدد عصر امت مسلمہ کی رشد وہدایت کے لئے ایک مختصر حیات کے بعد آئندہ نسلوں کے واسطے چھوڑ گیا ہے جو مسلمانوں کے حق میں ایک عظیم انعام واحسان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس مقبول بندے کو اپنے ابدی وسرمدی مقام قرب ورضا میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائیں۔ آمین! بحق سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مکتوبات حضرت عارفیؒ

بنام

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز

مکتوب نمبر ۱ کالپی مورخہ یکم جولائی ۱۹۲۳ء

اعلیٰ حضرت دام مجدکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حال:- عرصہ سے حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن جرأت نہ ہوتی تھی۔ میں اب تک علی گڑھ کالج میں تعلیم پاتا رہا۔ ہر سال امتحان کے قرب میں دعائے کامیابی امتحان کے لئے حضور کو عریضہ تحریر کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سال بھی ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا جس کا جواب حضور نے از راہ شفقت ارسال فرمایا تھا۔ اب تک میں نے جتنے عریضے تحریر کئے وہ صرف دنیاوی مفاد کی دعاؤں کے لئے تھے۔ اس مرتبہ منتظر تھا کہ نتیجہ امتحان نکل آئے تو حضور سے باطنی اصلاح کا طالب ہوں۔ اور اس مقصد خاص کے ساتھ کسی دوسرے دنیاوی مقصد کا شمول نہ ہو لیکن نتیجہ امتحان توقع کے خلاف نکلا اور اس سال پھر امتحان بی۔ اے میں ناکامیاب رہا۔ یہ میرا دوسرا سال تھا۔ اس ناکامیابی نے میری حالت پر بڑا اثر

ڈالا۔ اول تو اس تعلیم میں روپیہ اس قدر صرف ہوتا ہے کہ فی زمانہ اس کا متحمل ہونا سخت دشوار ہوتا ہے۔ پھر صحت بھی ساتھ ساتھ زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں گذشتہ سال پھر بیمار رہا۔ اور اب تک نہایت اضمحلال ہے۔ اس سال پھر پڑھنے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ اس قدر عمر ضائع کرنے پر بھی تعلیم ناقص رہی جاتی ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو امید ہے کہ اس سال شاید اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں نے امتحان سے قبل جو عریضہ دعا کے لئے تحریر کیا تھا اس میں حضور نے "یالطیف" گیارہ سو مرتبہ پڑھنے کو فرمایا تھا۔ چنانچہ کچھ دنوں تک بیچ میں نہ پڑھ سکنے کے علاوہ بالالتزام پڑھتا رہا۔ نتیجہ نکلنے پر جو وسط جون میں شائع ہوا تھا میں نے اس کا پڑھنا بند کر دیا اور ارادہ کر رہا تھا کہ حضور سے اس کے آئندہ جاری رکھنے کے لئے پوچھوں۔

میں نے حضور کی اکثر تصانیف اور مواعظ پڑھے ہیں اور خوش بختی سے اکثر کانپور وغیرہ میں حضور کے وعظ سننے کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔ ایک عرصہ سے تمنا ہے کہ حضور سے فیض حاصل کروں مگر اب تک اپنے کو نااہل سمجھتا رہا۔ مگر اب خیال ہوتا ہے کہ جس قدر زمانہ گزرتا جاتا ہے اتنا ہی حضور کی برکتوں سے محرومی ہوتی جائے گی اس لئے آج اس عریضہ کے لکھنے کی جرأت کی ہے۔

ابتدائے عمر سے چونکہ میں نے دینی تعلیم پائی ہے۔ میرے جد امجد مولوی کاظم حسین صاحب مرحوم نے مجھے فقہ وغیرہ شروع ہی میں کچھ پڑھائی تھی اور فارسی کی اکثر کتابیں اور ایک آدھ عربی کی کتاب بھی میں نے ان سے پڑھی ہے اس لئے شروع ہی سے طبیعت کچھ دین کی طرف مائل ہے اور علماء اور اکابر دین کی صحبت اور خدمت کا ازحد شوق ہے۔ ہمیشہ اس کا آرزومند رہا ہوں کہ بزرگوں کی توجہ مجھ پر ہو جائے تاکہ میری زندگی

سنور جائے۔

حضور کا ایک مدت سے ارادت کیش ہوں اب مجھے پوری طرح یقین ہے کہ حضور سے بڑھ کر مجھے کہیں کوئی اور ایسا شفیق اور کامل بزرگ نہیں مل سکتا۔ مجھے حضور کی تصانیف کے مطالعہ سے روشن ہو گیا ہے کہ جس فیض کا میں طالب ہوں وہ حضور ہی کی بارگاہ سے مل سکتا ہے اگر حضور اپنی توجہ گرامی مجھ پر مبذول فرمادیں۔

آنہا کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

میں نہایت مودبانہ ملتجی ہوں کہ حضور مجھ پر ایسی توجہ فرمادیں کہ میں دین کے اصول پر استقلال کے ساتھ کاربند ہو جاؤں اور مجھ میں جو کمزوریاں ہیں وہ رفع ہو جائیں اور طالب علمانہ زندگی اور آئندہ زندگی عافیت کے ساتھ بسر کر سکوں۔ طبیعت کچھ پریشان اور متفکر رہتی ہے۔ کچھ دنیا کے تعلقات سے اور کچھ آخرت کے خیالات سے۔ اس کو اطمینان اور سکون حاصل ہو جائے۔ جسمانی صحت کے ساتھ روحانی تقویت حاصل ہو جائے تاکہ مکروہات زندگی تکلیف دہ نہ ہوں۔ ہر چند کہ نماز کا ایک عرصے سے پابند ہوں اور تلاوت قرآن مجید بھی کرتا رہتا ہوں۔ علی گڑھ میں کچھ عرصہ تک تفسیر شریف بھی پڑھتا رہا مگر اکثر طبیعت نماز میں اور تلاوت میں تساہل کرنے لگتی ہے اور ذوق وشوق پیدا نہیں ہوتا۔ جسمانی صحت بھی بہت خراب ہو گئی ہے۔ علاج کرا رہا ہوں مگر خاطر خواہ فائدہ اب تک نہیں ہوا۔ اکثر یہ جسمانی بیماریاں تساہل اور کاہلی کا سبب ہوتی ہے۔

مجھے اب امید ہے کہ حضور کی دعا سے مجھے صحت جسمانی اور صحت روحانی دونوں نصیب ہو جائیں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

جواب:- السلام علیکم۔ دل بہت خوش ہوا کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ اس وقت تو بہشتی

زیور و گوہر و قصد السبیل اور تبلیغ دین اور مواعظ کا مطالعہ اور عمل کافی ہے۔
پھر جب یکسوئی ہو جائے گی اس وقت کچھ اور عرض کروں گا کیا اس درمیان
میں کہیں دو چار روز پاس رہنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔ اشرف علی۔

مکتوب نمبر۲ بریلی مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۴ء

حال:- میں اوائل ماہ میں امتحان بی اے سے فارغ ہوا ہوں اس مرتبہ امتحان کے پرچے معمولی ہوئے ہیں...... حضور خاص طور پر از راہ شفقت دعا فرمادیں۔ کیا عجب خداوند کارساز آپ کے توسل اور دعاؤں کی برکت سے مجھے اس مرتبہ کامیاب کردے۔

جواب:- دل و جان سے دعائے کامیابی کرتا ہوں۔

حال:- میں نے ماہ فروری میں بریلی کالج سے ایک عریضہ خدمت والا میں ارسال کیا تھا اس میں میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے تقویت ایمانی اور صفائی قلب کے لئے کوئی چیز ایسی تلقین فرمائی جائے جس سے مجھے اطمینان قلب وسکون میسر ہو۔ حضور نے جواباً ارشاد فرمایا تھا کہ ان امور کے بابت بعد فراغت مشاغل تعلیم عرض کروں۔ چنانچہ آج کل میں امتحان سے فارغ ہو کر آزاد ہوں اور چاہتا ہوں کہ ان ایام میں حضور سے کچھ فیض حاصل ہو جائے۔ میں آج کل ڈیڑھ پارے کے قریب کلام مجید کی تلاوت ہر روز کر لیا کرتا ہوں۔ بہشتی زیور حسب الارشاد پڑھنے کا ارادہ ہے۔ قصد السبیل اور دیگر مواعظ حضور کے پڑھ چکا ہوں اور جو تصنیف حضور کی میسر ہوتی ہے اس کو پڑھتا ہوں...... میری بڑی تمنا ہے کہ حضور کی قدم بوسی حاصل کر کے سعادت و برکت حاصل کروں لیکن چند در چند وجوہات سے فی الحال اس سے قاصر ہوں۔ امید ہے کہ حضور میرے اوپر خاص التفات فرمائیں

گے۔

جواب:- پاکیزہ خیالات سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ برکت واستقامت بخشے۔ قصد السبیل سے اوراد وہدایات لیکر عمل شروع کیجئے اور مع اس پرچہ کے مجھ کو اطلاع دیجئے۔

مکتوب نمبر ۳ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء

حال:- خداوند کارساز کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں اور حضور کی دعاؤں کے تصدق میں مجھے اس سال بی۔اے میں کامیابی عطا فرمائی۔

جواب:- بہت مسرت ہوئی۔ مبارک ہو۔

حال:- اب دعا فرمائیں کہ خداوند تعالیٰ اس کامیابی کو میرے مستقبل کے لئے باعث فلاح وبرکت کرے۔

جواب:- آمین۔

حال:- حضور کے ارشاد کے مطابق میں نے قصد السبیل کی ہدایات اور اوراد پر عمل شروع کردیا ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ برکت فرمادے۔

حال:- نمازیں جو پچھلی قضا ہوگئی ہیں ان کو سلسلہ وار بقید وقت بعد نماز پنجگانہ کے ساتھ ادا کرنا شروع کردیا ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حال:- بہشتی زیور میں مسائل فقہ کبھی کبھی دیکھ لیا کرتا ہوں۔ مفتاح الجنۃ کا تیسرا باب پڑھنا شروع کیا ہے۔

جواب:- میرے مواعظ بھی مطالعہ میں رکھیئے۔

حال:- اب میرے لئے ایک سوال درپیش ہے کہ اب میں بی۔اے پاس ہو چکا ہوں اب مجھے کیا کرنا چاہئے...... میرا رجحان طبیعت تو سر رشتۂ تعلیم کی طرف ہے کیونکہ اس میں عافیت نظر آتی ہے۔

جواب:- میں بالکل آپ کے موافق ہوں۔

حال:- بعض کا خیال ہے کہ ایم۔اے پاس کرنے سے اور زیادہ سر رشتہ تعلیم میں دقعت بڑھ جائے گی۔ لیکن مصارف تعلیم کا کفیل ہونا اب دشوار نظر آتا ہے۔اس لئے فی الحال ملازمت لازمی معلوم ہوتی ہے۔خداوند تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے واسطے جس میں بہبودی ہو اس راہ پر لگادیں انشاء اللہ استخارہ میں خود بھی کروں گا۔

مکتوب نمبر ۴ لکھنؤ مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء

حال:- ایک مدت سے مجھے اس کی تمنا ہے کہ اپنے میں ایسی صلاحیت پیدا کروں کہ حضور کی توجہ گرامی کے قابل ہو جاؤں۔ حضور کے مواعظ اکثر دیکھتا رہتا ہوں اور حتی الامکان ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن بعض وقت جب غور کرتا ہوں تو بے شمار کمزوریوں میں اپنے آپ کو مبتلا پاتا ہوں۔ ایسے وقت طبیعت چاہتی ہے کہ حضور سے خاص توجہ کا طالب ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضور میرے لئے خداوند تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ مجھ میں سچی ایمانی طاقت پیدا ہو جائے اور مجھے سنت رسول ﷺ کی پیروی کی توفیق نصیب ہو جائے اور دوسری تمنا یہ ہے کہ ہر چند نا اہل ہوں حضور مجھے اپنے سلسلہ غلامی میں داخل کرلیں۔ کیا عجب اس نسبت سے میری عاقبت درست ہو جائے اور اس کے اثر سے میری زندگی سنور جائے۔ امید ہے حضور اپنی

توجہ گرامی سے مجھے محروم نہ کریں گے۔

آنہا کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

آج کل لکھنؤ کالج میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ دعا کرتا ہوں لیکن سچی ایمانی طاقت اور اتباع سنت کیا تعلیم قانون کے ساتھ مجتمع ہو سکتی ہے۔

مکتوب نمبر ۵ لکھنؤ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۲۵ء

حال:- مجھے حضور نے اس لئے نہیں پہچانا کہ میں نے ایک عرصہ کے بعد حضور کو عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ ورنہ اس سے قبل اکثر عریضے ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ میرے والد علی عباس صاحب اور میرے پھوپھا و خسر سید علی سجاد صاحب، میری دادی صاحبہ مکرمہ اور دیگر اعزہ بھی حضور کی غلامی سے مشرف ہیں۔ یہ خادم بھی حضور کی توجہات گرامی کا طالب و متمنی ہے۔

جواب:- ان تعلقات سے پہچان لیا۔ گو صورت یاد نہیں آئی۔

حال:- حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ سچی ایمانی طاقت واتباع سنت تعلیم قانون کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتیں۔ مجھے یہ معلوم ہو کر بہت ملال ہوا کہ تعلیم قانون کے حاصل کرنے سے میں اتنی عظیم سعادت سے محروم ہو جاؤں گا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میری عمر کا ایک گرانقدر حصہ محض بے سود صرف ہوا۔ مجھے خود اول سے قانون کی طرف رجحان طبیعت نہیں تھا لیکن چند واقعات نے مجھے میری مرضی کے خلاف مجبور کر دیا۔ بی۔اے پاس کرنے کے بعد میرا ارادہ ملازمت کرنے کا تھا مگر کسی معقول ملازمت کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ سب سے زیادہ میری طبیعت کا رجحان صیغہ تعلیم میں ملازمت کا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اگر موقعہ نصیب ہوا تو کچھ اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے

بعد صیغہ تعلیمات میں چلا جاؤں گا۔ لیکن واقعات نے میری مساعدت نہیں کی۔

جواب:- بہت اسلم خیال تھا۔

حال:- اور مجھے قانون پڑھنا پڑا۔ مجھے بتایا گیا کہ ہر چند قانون کا پیشہ ناجائز مشہور ہے مگر فی زمانہ بہ نسبت دیگر ملازمتوں کے اس میں پھر بھی عافیت ہے۔

جواب:- یہ بتانے والے کوئی عالم تھے

حال:- کوئی صیغہ ملازمت ایسا نہیں جس میں ضمیر کے خلاف زندگی بسر نہ کرنا پڑتی ہو بحیثیت ماتحت ہونے کے ہر ملازمت میں غیر مستحن زندگی بسر کرنے کے لئے ہر شخص مجبور ہے الا ماشاء اللہ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ قانون کے پیشے میں پھر بھی آزادی ہے۔

جواب:- صرف آزادی کے پہلو پر لوگوں نے نظر کی۔ جائز وناجائز سے کچھ بحث نہیں۔

حال:- انسان اگر چاہے تو ناجائز مکاسب سے اپنے کو بچا سکتا ہے اگر قناعت واستقلال سے کام لیا جائے تو سچے مقدمات اور سچے معاملات سے سروکار رکھ کر ایک حد تک غیر مذموم زندگی بسر ہو سکتی ہے۔

جواب:- سچا بھی معاملہ ہو مگر کوشش تو قانون کے مطابق کی جاتی ہے جو شرع کے خلاف ہے۔

حال:- قانون کے پیشہ میں خواہ مخواہ اپنے ضمیر کے خلاف کرنے پر انسان مجبور نہیں ہے جیسا کہ دوسری ملازمتوں میں ہے۔ اب میری تعلیم ختم ہونے میں صرف پانچ مہینے باقی ہیں۔ میرے اعزہ کا خیال ہے کہ میں تعلیم قانون سے فراغت پانے کے بعد منصفی کے لئے کوشش کروں اگر اس میں کامیابی ہو تو بہتر ہے۔

جواب:- یہ تو وکالت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

حال:- قانون سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں تھی۔ میری خاص دلچسپی صیغہ تعلیم سے ہمیشہ سے تھی اب بھی میرا خیال ہے کہ اگر کوئی موقعہ ملا تو میں ضرور انشاء اللہ اس صیغہ میں جانے کی کوشش کروں گا۔ بہر صورت جو خدا کو منظور ہے وہی ہوگا۔ فی زمانہ اکتساب معاش کا مسئلہ اس قدر دشوار ہو رہا ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔

جواب:- یہ بالکل سچ ہے۔

حال:- زمانے کا انقلاب کچھ ایسا ہو رہا ہے کہ والدین جو پرانی تعلیم اور پرانے خیالات کے ہیں اس کا اندازہ اکثر نہیں کر سکتے کہ ہم لوگوں کو کس طرح تعلیم دی جائے اور ہمارا مستقبل کیا ہونا چاہئے۔ وہ ہماری بہبودی کے خواہاں ہوتے ہیں لیکن واقعات وضروریات زندگی سے مجبور ہو کر وہ اپنے حتی الامکان ہم کو اس راہ پر لگا دینے کی کوشش کرتے ہیں جس میں کچھ فلاح نظر آتی ہے۔ لیکن نئی تعلیم اس قدر ناقص ہے کہ اس میں زندگی کا اصلی جوہر ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ حکومت وقت کا کچھ ایسا اثر غالب ہے کہ موجودہ تعلیم مذہب سے بالکل بیگانہ کر دیتی ہے۔ ہمارے والدین کو اس کا احساس نہیں ہوتا اور ہم جب تعلیم پا چکتے ہیں تو ہم کو اس کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن یہ احساس عمر کا بیش قیمت حصہ رائیگاں کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پھر دنیا میں کسی کام کے نہیں رہتے۔ اور جس مقصد کے لئے تعلیم حاصل کی جاتی ہے اس میں بھی شاذ ونادر کامیابی ہوتی ہے۔ تقاضائے ضروریات زندگی اکتساب معاش کے لئے مجبور کر دیتا ہے پھر جو کچھ قسمت میں ہوتا ہے ویسی ہی زندگی بسر کرنا پڑتی ہے۔

جواب:- بالکل سچے جملے ہیں۔ ان جملوں نے آپ کی ایک خاص درجہ کی محبت میرے

قلب میں پیدا کر دی ہے۔

حال:- یہ تمام معاملات حضور پر خود اچھی طرح روشن ہیں۔ حضور کو اچھی طرح علم ہے ایک کثیر تعداد انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی میری طرح کس حالت میں ہے۔ میں نے جو کچھ اس وقت عرض کیا ہے حضور کو اپنی واقعی حالت سے مطلع کرنا مقصود تھا۔ انہیں خیالات سے پریشان ہو کر میں نے حضور سے استدعا کی تھی کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ میری زندگی سنور جائے اور میری عاقبت درست ہو جائے۔

جواب:- سچے دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں کی فلاح عطا فرمادے اور اس کے اسباب غیب سے پیدا فرمادے۔

حال:- خداوند تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں۔ میرے لئے یقین ہے کہ کوئی صورت بہبودی وفلاح کی پیدا ہو جائے۔ امید ہے کہ حضور اپنی دعاؤں سے مجھے محروم نہ کریں گے اور جو استدعا میں نے پہلے عریضہ میں کی تھی یعنی حضور اپنی غلامی میں مجھے داخل کرلیں۔ امید ہے وہ بھی منظور ہو گی۔

جواب:- میں بدون بیعت بھی ہر ممکن خدمت کے لئے حاضر ہوں اور بیعت کے بعد پھر مجھ پر حق ہو جائے گا کہ آپ کو اپنے مسلک پر مجبور کروں اور آپ حالت موجودہ میں اس کا تحمل نہیں فرماسکتے۔

مکتوب نمبر ۶ لکھنؤ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء

حال:- حضور کا شفقت نامہ میری انتہائی تسکین اور تقویت کا باعث ہوا...... حضور نے میرے عریضہ کے جواب میں وکالت کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے نہایت انسب اور بجا ہے۔ تعلیم قانون کے متعلق شرعی مسائل معلوم ہو کر میرے خیالات میں اصلاح ہو گئی۔ گو میں پہلے بھی وکالت کی طرف میلان

طبعی نہیں رکھتا تھا مگر مجھے یہ علم نہیں تھا کہ شریعت اس پیشہ کو کسی صورت میں جائز ہی نہیں رکھتی۔ چونکہ کثیر تعداد مسلمان طلباء کی قانون پڑھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اس لئے کہ فی زمانہ ہر ملازمت کا دروازہ مسدود ہے۔ ہر صیغہ میں اس قدر کافی تعداد امیدواران کی موجود رہتی ہے کہ اول تو ہنود کے مقابلے میں پھر بارسوخ لوگوں کے مقابلہ میں کامیابی ہونا قطعی غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ میری یہی حالت تھی کہ میں قانون پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن اب مجھے تعلیم قانون کے متعلق شرعی مسائل معلوم ہو کر بے حد پس وپیش لاحق ہے۔ میرے پورے دو سال اس تعلیم میں صرف ہو چکے ہیں اور اب میری طبیعت اس سے بالکل برداشتہ ہو گئی ہے۔

جواب:- میں فتویٰ تو نہیں دیتا جس کو عام طور پر حجت بنایا جائے لیکن مجموعی حالت کو پیش نظر رکھ کر اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں کہ جس چیز کو شروع کیا ہے عملاً تو اس کی تکمیل کر ہی لی جائے باقی عمل تو اپنا اختیاری فعل ہے اس کے لئے پھر مستقل مشورہ ہو سکتا ہے۔

حال:- لیکن حضور نے میرے لئے دعا فرمائی ہے۔ یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ میرے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا کر دے گا۔

میں نے حضور سے اپنے حلقہ غلامی میں داخل کرنے کے لئے استدعا کی تھی جس پر حضور نے تحریر فرمایا کہ موجودہ حالت میں تم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں ایک عرصہ سے اس نسبت سے شرف حاصل کرنے کا متمنی تھا۔ لیکن اپنے کو نااہل سمجھ کر اس کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ حضور کی تصانیف اور مواعظ کا مطالعہ اکثر کیا کرتا تھا۔ مگر اب ادھر آ کر یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ جس قدر بھی اس خواہش کو عرض کرنے میں تاخیر ہوتی جائیگی اس قدر میری محرومی کا باعث ہوگا۔ اور اپنی نااہلیت کے متعلق سمجھ میں آیا کہ اس

وقت مجھ میں اہلیت وصلاحیت نیک پیدا ہو سکتی ہے جب حضور کی توجہ مجھ پر ہو۔

جواب:- توجہ بیعت پر موقوف نہیں۔ اگر حالات کی اطلاع اور مشوروں کا اتباع جاری رہے تو سب سے بڑھ کر طریق توجہ کا یہ ہے۔

حال:- اور میں حضور کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوں۔ میں علویت نفس اور تزکیہ روح کے متعلق پڑھا کرتا ہوں اور سنا کرتا ہوں۔ بہت جی چاہتا ہے کہ اس کا احساس میری طبیعت میں بھی پیدا ہو جائے۔ میں بھی ان نعمتوں سے مستفید ہونے کی تمنا رکھتا ہوں۔

جواب:- میں یہ سننا چاہتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں علویت اور تزکیہ اور اس کے احساس کے کیا معنی ہیں۔ کیونکہ مطلب کی حقیقت معلوم ہونا اول قدم ہے۔

حال:- میں اسی غرض سے بزرگان دین کی خدمت میں جہاں موقعہ نصیب ہوتا ہے حاضر ہوتا ہوں۔ گو مجھے ایسے مواقع بہت کم اور قلیل وقت کے لئے ملتے ہیں۔ مجھے ایک مدت سے حضور کے مواعظ پڑھ کر اور اکثر سن کر ایک خاص ارادت وعقیدت پیدا ہو گئی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ حضور سے ہر ممکن فیض اپنی استعداد کے موافق حاصل کروں۔ اس لئے میری انتہائی تمنا ہے کہ حضور جس طرح لوگوں کے قلوب کی اصلاح کیا کرتے ہیں اور اپنے فیوض گرامی سے مستفیض فرماتے ہیں ویسے ہی میری طرف بھی توجہ فرمائیں اور مجھے وہ طریقہ اور روش بتلا دیں جس میں اپنی زندگی کا دستور العمل قائم کر سکوں۔ اور مجھے اپنی قدم بوسی سے ایسی نسبت عطا فرما دیں جو دارین میں میرے لئے باعث سعادت ہو۔ امید ہے حضور میری استدعا قبول فرمائیں گے۔

جواب:- میں نے بالکل سچائی اور خیر خواہی سے بلا کسی تکلف اور کسر نفسی کے اس کا طریق عرض کر دیا ہے یعنی حالات کی اطلاع اور مشوروں کا اتباع اور یہ بھی ضرور ہوگا کہ ہر خط کے ساتھ اس سے پہلا خط ہمراہ رکھ دیا جایا کرے۔

مکتوب نمبر ۷ لکھنؤ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۶ء

حال:- حضور نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل بجا ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حتی الامکان اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ حضور کے مواعظ و تصانیف دیکھتا رہتا ہوں۔ البتہ اب تک اتنا موقعہ نہیں نصیب ہوا کہ خدمت گرامی میں حاضر ہو کر شرف قدم بوسی حاصل کرتا۔ اور کچھ دنوں حاضر خدمت رہ کر سعادت و برکات سے بہرہ اندوز ہوتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ موقعہ حاصل ہونے پر ارادہ ہے کہ کبھی حاضر خدمت ہوں۔ فی الحال میرے لئے جو حضور مناسب سمجھیں وہ تعلیم تجویز فرمادیں تاکہ اس کا شغل جاری رکھوں۔

جواب:- قصد السبیل سے دستور العمل مناسب اور مطالعہ مواعظ اور اطلاع حالات کی پابندی۔ یہ ابتدائی طریق ہے۔

مکتوب نمبر ۸ ہردوئی مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۲۷ء

حال:- گذشتہ شنبہ کو جب پھوپھا علی سجاد صاحب کے ہمراہ حضور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تھا تو حضور نے انتہائی محبت و شفقت کے ساتھ مجھ کو اپنے حلقہ غلامی میں داخل کر لیا تھا۔ میرا دل ایک مدت سے اس شرف نسبت کے لئے بیتاب تھا۔ خداوند تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضور کی چشم کرم میرے اوپر ہو گئی اب انشاء اللہ حضور کی توجہ و تعلیم سے میری زندگی سنور جائے گی۔

بیعت کرنے کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں پچھلے خطوط حضور کی خدمت میں مکان پر پہنچ کر بھیج دوں اس کے بعد حضور مجھے اپنی تعلیم و تلقین سے مستفیض فرمادیں گے۔ چنانچہ حسب الحکم دو تین پچھلے خط ارسال خدمت ہیں۔ جو کچھ حضور ارشاد فرمائیں گے انشاءاللہ اس پر پابندی اور مستعدی کے ساتھ کاربند رہوں گا۔ حضور دعا فرمادیں کہ خداوند تعالیٰ مجھے استقامت و ترقی عطا فرمائیں۔

جواب:- بسم اللہ سے شروع کرتا ہوں۔ قصد السبیل کو دوبارہ بنظر غائر مطالعہ فرمالیں اور اس کی سب ہدایات پر علماً و عملاً کاربند ہوں مگر اوراد میں صرف ایک دستور العمل اپنے حالات کے مناسب اختیار فرمالیں اور بلاناغہ میرے مواعظ کا مطالعہ جاری رکھا جائے اور اس کے مطالعہ سے جو عیوب نفس کے اندر معلوم ہوں ان کا علاج کیا جائے جس کا علاج معلوم نہ ہو دریافت فرما لیں۔ یہی طریقہ ہے تعلیم کا۔ اگر یہ جاری رہا انشاءاللہ بے حد نفع ہوگا۔
آئندہ ہر خط کے ساتھ اس سے پہلا ایک خط بھیج دینا کافی ہوا کرے گا۔

مکتوب نمبر۹ ہردوئی مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء

حال:- حضور کے ارشاد کے مطابق میں نے قصد السبیل کا دو تین بار غائر نظر سے مطالعہ کیا اور عزم بالجزم کرلیا ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس کی تمام ہدایات پر علماً و عملاً کاربند رہوں۔ خداوند تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائیں کہ میں اس ارادہ پر ثابت قدم رہ سکوں۔ میں نے قصد السبیل میں سے اپنی حالت کے موافق عامی مشغول کا دستور العمل اختیار کیا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز سے قبل کچھ تلاوت کرلیا کرتا ہوں اور اس کے ساتھ روز یٰسین شریف بھی پڑھتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد حتی الامکان سبحان اللہ، الحمد للہ،

لاالہ الا اللہ۔ اللہ اکبر، سو سو بار پڑھتا ہوں۔ تہجد کی نماز کا اب تک التزام نہیں ہو سکا...... انشاء اللہ حضور کے مواعظ و تصانیف زیر مطالعہ رکھوں گا۔ اب تک اس طرف التفات نہ تھا اب جو غور کرتا ہوں تو ہزاروں قسم کے عیوب اور برائیاں اپنے میں نظر آتی ہیں۔ جن پر قابو پاتا جاتا ہوں ان کو ترک کرتا جاتا ہوں۔ اور خداوند تعالیٰ سے ہر وقت عاقبت دینی و دنیوی کی دعا مانگتا ہوں۔ چند باتیں حضور سے دریافت طلب ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ نمازیں جس قدر قضا ہوئی ہیں ان کی ادائیگی کے لئے میں نے ہر نماز کے ساتھ اس وقت کی قضا پڑھنے کا التزام کر لیا ہے۔ لیکن جس قدر روزے قضا ہوئے ہیں ان کے ادا کرنے کی کیا صورت کی جائے؟

جواب:- یاد کر کے اُسی عدد کے موافق قضا کر لئے جائیں۔

حال:- حقوق العباد جو لاعلمی میں نہ ادا کئے گئے ہوں یا جن کا علم نہ ہو اور جن کی یاد بھی نہ رہی ہو ان کے ادا کرنے کی کیا تدبیر کی جائے؟

جواب:- رسالہ مطبوعہ سے اس کا طریقہ معلوم ہوگا۔

حال:- میں نے کئی سال ہوئے مختلف مواقع پر منتیں مانی تھیں کہ یہ کام ہو جائے تو اس قدر روپیہ اللہ کی راہ میں کسی حاجت مند کو دوں گا۔ اس کے بعد روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ منتیں پوری نہیں ہوئیں اب ان میں سے اکثر ذہن میں نہیں ہیں اور نہ رقم یاد ہے اس کے لئے کیا کیا جائے؟

جواب:- تخمینہ کر کے اس سے دو چار روپیہ زائد دے دیئے جائیں۔

حال:- میں نے اب تہیہ کر لیا ہے کہ ایک مہینہ میں جس قدر آمدنی ہو گی اس میں سے فی روپیہ دو پیسہ کے حساب سے نکال کر خیرات کر دوں گا، تو کیا یہ رقم خیرات کی سابق منتوں کے ادا کرنے میں صرف کی جا سکتی ہے۔

جواب:- جی ہاں۔ مگر ثواب اس نئے تہیہ کا نہ ملے گا۔

حال:- اور کیا یہ خیرات اپنے غریب عزیزوں کو دی جاسکتی ہے۔

جواب:- جی ہاں۔

حال:- ایک عزیز غریب ہیں اور سید ہیں کیا ان کو دے سکتا ہوں۔

جواب:- جی ہاں۔

حال:- کیا یہ رقم ملازموں کو دی جاسکتی ہے۔

جواب:- جی ہاں۔

نوٹ:- یہ سب جواب اس حالت میں ہیں جب یہ تہیہ کر کے زبان سے کچھ نہ کہا ہو۔ ورنہ ان الفاظ کو ظاہر کر کے سوال کیا جائے۔

مکتوب نمبر ۱۰ ہردوئی مورخہ ۴ فروری ۱۹۲۸ء

حال:- حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر حالات کی اطلاع اور مشوروں کی اتباع پر عمل جاری رکھا جائے تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ میں بہت سوچتا ہوں کہ اپنے حالات حضور سے عرض کروں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ حضور کے مواعظ میں پڑھتا ہوں کہ ہمت اور عمل بڑی چیز ہیں مگر اپنے میں نہ کسی قسم کی ہمت محسوس کرتا ہوں اور نہ عمل ہی بن پڑتے ہیں۔ پھر یہی شرم آتی ہے کہ حضور کو کیا لکھوں اور میری اصلاح ہو تو کیسے ہو۔ جس بات کو ارادہ کر کے شروع کرتا ہوں برائے چندے تو اس کا اہتمام رہتا ہے پھر وہ چھوٹ جاتی ہے۔ نماز پڑھنے میں اور تلاوت قرآن میں طبیعت بے کیف سی رہتی ہے۔ دل اندر سے اچھی طرح رجوع نہیں ہوتا۔ بہت سی باتیں جن کو حقیقتاً بُرا سمجھتا ہوں مگر جب ان کا سامنا ہوتا ہے تو وقت پر ان کو معمولی سمجھ کر ان کا ارتکاب کر لیتا ہوں۔ دل میں کسی قسم کی تقویت محسوس نہیں ہوتی ہر چند کہ اوقات کی پابندی کا لحاظ رکھتا ہوں مگر یہی محسوس ہوتا ہے کہ زندگی

بے ضابطہ بسر ہو رہی ہے۔ حضور کے مواعظ میں جس قدر عمدہ و نفیس اعمال اور خیالات کا ذکر پڑھتا ہوں یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ میرے لئے ہیں ہی نہیں۔ میرے امکان سے باہر ہیں یہ خداوند تعالیٰ کے فائق اور اعلیٰ ترین بندوں کے لئے ہیں۔ اس لئے ان کے حصول کی دل میں تمنا ہی پیدا نہیں ہوتی۔ بہت سی بری باتیں میں اس لئے اختیار کر لیتا ہوں کہ عقل کہتی ہے کہ گو فی نفسہ وہ بری ضرور ہیں مگر ایک حد پر پہنچ کر۔ مگر چونکہ میری نیت اچھی ہے اس لئے اس کے ارتکاب میں کوئی حرج نہیں۔ اسی قبیل کی ہزاروں کمزوریاں ہیں۔ جن کے متعلق پورا یقین ہے کہ جب تک ترک نہ کی جائیں گی اس وقت تک نفع نہیں ہو سکتا اور ترک کرنے کے لئے ہمت سے کام لینا چاہے اور عمل کرنا چاہئے۔ مگر پھر ان دونوں باتوں پر اپنے میں صلاحیت ہی نہیں پاتا۔ اس لئے شرم آتی ہے کہ پھر حضور کو کس قسم کے حالات کی اطلاع دوں۔ بہت سوچنے پر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ حضور سے عرض کروں کہ میرے لئے خداوند تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ مجھ کو توفیق عطا فرمادے۔ ممکن ہے کہ حضور کی توجہ سے مجھے بھی کچھ فیض پہنچ جائے۔ ہر چند کہ اپنے میں اس کی بھی صلاحیت نہیں پاتا۔ مگر حضور کا خادم ہوں کچھ نہ کچھ ہو ہی جاؤں گا۔

جواب:۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اگر نری دعا پر رہا جائے تو پھر قصد واختیار و سعی سب بیکار ہے۔ کیا یہ امور اختیاری نہیں۔ اگر اختیاری ہیں تو امور اختیاریہ کی تدبیر بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی ہو سکتی ہے؟ کیا دنیا کے لئے تیاری کرنے میں ایسے عوارض پیش نہیں آتے پھر اُن کا اثر کیوں نہیں لیا جاتا۔

مکتوب نمبر ۱۱ ہر دوئی مورخہ یکم جولائی ۱۹۲۸ء

حال:- خداوند تعالیٰ سے امید ہے کہ حضور کا مزاج بخیر و عافیت ہوگا۔ اس بار عریضہ ارسال کرنے میں زیادہ تاخیر ہو گئی۔ ایک عرصہ سے برابر حضور کو عریضہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں لیکن جب لکھنے کا قصد کرتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا حالات حضور کو لکھوں۔ میں اس قدر ناواقف ہوں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی اصلاح کے لئے حضور سے کس طرح تعلیم حاصل کروں۔ حضور نے بیعت کے بعد ارشاد فرمایا تھا کہ قصد السبیل میں سے اپنے موافق دستور العمل منتخب کر لوں۔ یہ میں نے عامی مشغول کا دستور العمل منتخب کر کے اس پر عمل شروع کر دیا۔ حضور کے مواعظ اور دیگر تصانیف کا بھی مطالعہ رکھتا ہوں۔ تلاوت کے علاوہ صبح یا کسی اور وقت مناجات مقبول بھی پڑھ لیتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد جیسا کہ قصد السبیل میں درج ہے سو سو مرتبہ سبحان اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ پڑھ لیتا ہوں۔ اکثر دن اور رات میں استغفار اور درود شریف بھی پڑھ لیتا ہوں۔ ان سب باتوں کی اطلاع پہلے بھی حضور کو کر چکا ہوں۔ ان سب باتوں کی پابندی میں اکثر تساہلی ہو جاتی ہے اور کچھ دنوں کو ترک ہو جاتی ہیں لیکن بہت جلد پھر اختیار کر لیتا ہوں۔ اس لئے جب حضور کو عریضہ تحریر کرنے بیٹھتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کس نئی بات کی اطلاع حضور کو دوں اور کیا خاص بات حضور سے دریافت کروں۔ اپنی کوتاہیوں یا خامیوں پر نظر کرتا ہوں تو ہر بات میں خامی اور خرابی نظر آتی ہے اس کے متعلق خیال کرتا ہوں کہ حضور کا ارشاد ہے کہ ہمت کرو اور عمل کرو تو یہ سب خرابیاں رفع ہو جائیں گی اس لئے اس کی کوشش کرتا ہوں کہ عمل کر کے اپنی کوتاہیوں کو رفع کروں لیکن حالت بدستور ہے۔

چاہتا ہوں کہ اس کے اہتمام میں بہت کچھ غلو اور ذوق و شوق طبیعت میں پیدا ہو جائے تو یہ بات بھی حاصل نہیں ہوتی۔ دنیا کے افکار سے سکون قلب میسر نہیں ہوتا۔ وکالت شروع کئے قریب دو برس کے ہوئے لیکن اب تک کوئی صورت بہبودی کی نظر نہیں آتی۔ اس اثناء میں میں نے بہت چاہا کہ محکمہ تعلیمات میں یا کسی اور دوسرے محکمے میں کوئی ملازمت مل جائے لیکن سب کوششیں بے سود ہوئیں۔ کسی محکمہ کے لئے عمر زیادہ ہو گئی ہے اور کسی محکمہ میں وسائل وذرائع نہ ہونے کے سبب محرومی رہی۔ تجارت کے لئے سرمایہ نہیں۔ جو تعلیم حاصل کی تھی اس کا بھی کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اس قدر پریشانی ہے کہ اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا۔ میرے اوپر والدین کی خدمت کے علاوہ بیوی بچوں کی ذمہ داری بھی ہے مگر آمدنی اس قدر بھی نہیں کہ خود اپنے مصارف کی بھی کفالت کر سکوں۔ یہ باتیں حضور کو اس لئے تحریر کیں کہ اس طرح کی پریشانیاں لاحق ہونے سے اطمینان قلب نہیں تو جب یہ نہیں تو کسی اور بات میں بھی دلجمعی پیدا نہیں ہوتی۔ ویسے حضور کی تصانیف پڑھنے سے اس قدر معلوم ہو گیا ہے کہ بہترین زندگی کس طرح بسر کی جا سکتی ہے۔ اور انہیں دستور العمل پر کاربند ہونے کی کوشش کرتا ہوں اور جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے سلامت روی اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے ہردوئی میں آئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا اس عرصہ میں یہاں کی انجمن کے شعبۂ تبلیغ کا ناظم بھی مقرر کر دیا گیا ہوں۔ لیکن اس میں مجھ کو یہ الجھن پیدا ہو گئی ہے کہ نظامت کی ذمہ داریاں میں پوری طرح انجام نہیں دے سکتا۔ اول تو اپنی ناتجربہ کاری کے سبب سے دوسرے اپنے پیشے میں غیر مستقل اور پریشان ہونے کے سبب سے۔ میں نے کئی بار اس سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی لیکن کارکنان انجمن اس

کو منظور نہیں کرتے۔ دوسرے مجھے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے اس میں خداوند تعالیٰ کی ناشکری ہو کہ اس نے مجھے یہ اعزاز دیا اور ایک دینی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی اور میں اس میں کوتاہی کروں۔

مجھ میں ایک کمزوری اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی تلافی سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہ میرے دل میں کسی کام کرنے کی خود تقویت پیدا نہیں ہوتی۔ دوسروں کی رائے مجھ پر بہت حاوی ہو جاتی ہے۔ خود میں اپنی رائے پر مستحکم ہو کر کوئی کام نہیں کر سکتا اس لئے مجھ کو اکثر دوسروں سے دب کر کام کرنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میری یہ کمزوری میری ترقی میں بھی مانع ہے۔ حضور میرے لئے دعا فرمادیں کہ مجھ میں تقویت قلب اور تقویت ایمانی اور عمل کی توفیق خداوند تعالیٰ عطا فرمادیں اور حضور میری پریشانیوں اور فراخی رزق کے متعلق بھی دعا فرمائیں اور حضور مجھے اس طرح تعلیم فرمادیں کہ جس پر کاربند ہو کر میں رفتہ رفتہ اپنی اصلاح کر سکوں۔ حضور کی توجہات سے امید ہے کہ میری زندگی درست ہو جائے گی۔ مجھے اپنی بے بضاعتی اور بے مائیگی کا اس قدر احساس ہے کہ حضور سے عرض حال کرتے ہوئے بھی نہایت شرم معلوم ہوتی ہے۔ بہت سوچتا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور سے کس طرح فیض حاصل کروں۔ جو کچھ حضور ارشاد فرمائیں گے میں اس پر انشاء اللہ بہت التزام اور اہتمام کے ساتھ کاربند ہونے کی کوشش کروں گا۔

جواب:- السلامُ علیکم۔ میں نے حرفاً حرفاً خط پڑھا۔ اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے اطمینان و اجتماع خاطر عطا فرمادے۔ اس وقت تو جس قدر آسانی سے معمولات کی پابندی ہو سکے کافی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کبھی وقت کی کچھ گنجائش دیں گے تو کم از کم ایک مہینہ پاس رہنا ضروری ہے۔ باطن سے مناسبت اس وقت ہو گی۔ اس وقت

اعمال ظاہرہ کی اصلاح اور معاصی کا ترک کافی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۲

ہردوئی مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مدظلہم اعلیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔
پچھلے مہینوں میں جو مختلف پریشانیاں اور معاش کی متواتر فکریں مجھے لاحق تھیں وہ حضور کی دعا کی برکت سے اور خداوند تعالیٰ کے فضل واحسان سے بہت کچھ رفع ہو گئی ہیں۔ اسی وکالت کے سلسلے میں مجھے حضور کی دعا سے ایک علاقہ (علاقہ کچرارہ) کی منیجری مل گئی ہے۔ اس علاقہ پر بہت قرض ہے۔ قرض خواہوں کی ڈگریاں ادا کرنے کے واسطے عدالت دیوانی نے مجھے اس علاقہ کا منیجر مقرر کر دیا ہے۔ میرا کام صرف تحصیل وصول کر کے روپیہ عدالت میں جمع کر دینا ہوگا۔ اس صورت میں مجھے معقول حق السعی ملنے کی امید ہے۔ امید ہے کہ حضور دعا فرمائیں گے کہ اس نعمت خداوندی کو میرے لئے دوام قیام پیدا رہے اور مجھے معاش کی طرف سے یکسوئی میسر رہے۔ میں ان تمام الطاف خداوندی کا شامل حال رہنا حضور ہی کی دعاؤں کی برکت کے سبب سے متصور کرتا ہوں۔ حضور کے ارشاد کردہ معمولات پر حسب الامکان پابند ہوں۔ حضور دعا فرمائیں کہ میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کامیاب رہوں اور اعمال صالحہ کی توفیق مجھے حاصل رہے۔

جواب:- السلام علیکم۔ اطمینان ہوا۔ دعائے ترقی ظاہری و باطنی کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۳

ہردوئی مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء

حال:- ایک عرصہ سے میری دلی تمنا ہے کہ حصول برکت [illegible] عادت کے لئے کچھ نذرانہ حضور کی خدمت بابرکت میں پیش کروں۔ لیکن کئی وجوہ سے جرأت

نہ ہوتی تھی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ممکن ہے وکالت کی آمدنی شایان نذرانہ نہ ہو۔ حضور سے اس کے متعلق استفسار بھی پاس ادب کے باعث نہ کر سکا۔ اب حضور کی دعاؤں کی برکت سے اور خداوند تعالیٰ کے فضل واحسان سے میرے لئے ایک دوسری صورت آمدنی پیدا ہو گئی ہے یعنی علاقہ کی منیجری۔ اس میں لگان کی وصولیابی پر مجھے حق السعی ملتا ہے۔ کل پہلی مرتبہ جو رقم مجھے ملی اس میں سے جی چاہا کہ کچھ حضور کی خدمت میں پیش کروں۔ آج مبلغ دس روپے کا منی آرڈر حضور کی خدمت بابرکت میں ارسال ہے۔ حضور اس کو قبول فرمالیں کیونکہ یہ امر میرے لئے باعث فلاح دارین ہو گا۔

جواب:- دل وجان سے قبول کر کے دعائے برکت کی۔

مکتوب نمبر ۱۴ ہردوئی یکم نومبر ۱۹۲۸ء

حال:- حضور نے از راہ شفقت نذرانہ قبول فرمالیا جس سے دل کو حد درجہ مسرت حاصل ہوئی۔

جواب:- اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسرور ہی رکھے۔

حال:- اس بار حضور کی خدمت میں آٹھ دس روز حاضر رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب تک وہاں قیام رہا کسی قسم کی دنیا کی کوئی فکر نہ تھی۔ وہاں سے علیحدہ ہونے کو جی نہ چاہتا تھا۔ وہاں سے آنے کے بعد پھر وہی تفکرات روزمرہ شروع ہو گئے مگر بحمدہ اس باران کا اثر قلب پر زیادہ محسوس نہیں ہوتا۔

جواب:- مبارک ہو۔

حال:- حضور کے ارشاد کردہ معمول پر حتی الوسع پابند ہوں۔ امیدوار ہوں کہ حضور میرے واسطے دعائے خیر فرماتے رہیں گے۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۵

ہردوئی مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۲۸ء

حال:- حضور سے میں نے شجرہ پڑھنے کی اجازت حاصل نہیں کی یوں ہی شوقیہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اب جیسا حضور کا ارشاد ہو۔

جواب:- پڑھیئے۔

حال:- بچپن میں میں نے یٰسین شریف کی برکتیں اور فضیلتیں سنی تھیں اس وقت سے برسوں ہوگئے کہ تلاوت شریف کے بعد روزانہ التزام کے ساتھ اس کے پڑھنے کا بھی معمول ہے۔ اس معمول میں کچھ حرج تو نہیں۔

جواب:- نہیں۔

حال:- اس کے ساتھ ایک مدت سے اس کا بھی معمول ہے کہ ہر جمعہ کو سورہ کہف التزام کے ساتھ پڑھا کرتا ہوں۔ اس التزام کے متعلق بھی حضور سے استفسار مقصود ہے۔

جواب:- پڑھیئے۔

حال:- قرآن شریف مترجم پڑھنے کا ایک مدت سے شوق ہے۔ مگر اب تک مسلسل کبھی نہیں پڑھا۔ دو سال تک دوران تعلیم علی گڑھ درس تفسیر شریف میں شریک ہوتا رہا۔ حضور سے جب یہ سنا کہ ہر شخص مترجم قرآن شریف پڑھنے کا اہل نہیں تو اب ترجمہ پڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ کیا میرے لئے عربی قرآن شریف ہی پڑھتے رہنا کافی ہے۔

جواب:- ثواب کے لئے کافی ہے۔

حال:- یا اس کے معانی و مطالب بھی کسی سے باقاعدہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

جواب:- اگر کوئی محقق خوش عقیدہ مل جائے تو بہت نافع ہے۔

حال:- حضور کے مترجم قرآن شریف سے ترجمہ پڑھ لیا کروں۔

جواب:- کیا حرج ہے مگر اس کے لئے جدا وقت معین کیا جائے سادہ تلاوت کے ساتھ اس کو نہ ملایا جائے۔

حال:- اور جہاں کوئی اشکال ہو حضور سے استفسار کرلوں۔

جواب:- بس اس کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی بہتر ہے۔

مکتوب نمبر ۱۶ ہردوئی مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۲۸ء

حال:- قضا نمازوں سے پہلے تکبیر کہہ لیا کرتا ہوں مگر ایک صاحب نے کہا تکبیر ضروری نہیں ہے۔ اس لئے شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ حضور سے اس کے متعلق استفسار منظور ہے۔ کیا قضا نماز پڑھنے سے پہلے تکبیر ضروری نہیں ہے۔

جواب:- ضروری نہیں ہے۔

حال:- ایک مدت سے نماز میں یہ حالت رہتی ہے کہ جی چاہتا ہے جلدی سے پڑھ کر ختم کر دی جائے۔ بعض وقت بلکہ اکثر نفلیں پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر بار یہی خیال آتا ہے کہ اس بار جلدی سے پڑھ لوں پھر آئندہ سے یا فلاں وقت سے خوب دل لگا کر پڑھا کروں گا۔ مگر ایک مدت ہو گئی یہی حالت جاری ہے۔ یہ بات کس طرح دفع ہو۔

جواب:- عملاً اس کی مخالفت کی جائے اگرچہ تکلیف ہو۔

حال:- ظہر کے وقت نماز فرض سے پہلے چار رکعتیں سنتیں بعض وقت جماعت میں شرکت کی وجہ سے رہ جاتی ہیں۔ تو کیا بعد نماز فرض ان کا پڑھنا لازمی ہے۔

جواب:- جی ہاں۔

مکتوب نمبر ۱۷ ہردوئی مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۸ء

حال:- امید ہے کہ حضور کا مزاج بھی بخیر و عافیت ہو گا۔

جواب:- جی ہاں بحمد اللہ۔

حال:- جی میں آتا ہے کہ حضور کی خدمت میں جلد جلد عریضے ارسال کرتا رہوں۔ لیکن لکھتے وقت کوئی بات عرض حال کے لئے سمجھ میں نہیں آتی۔ بہت جی چاہتا ہے کہ کچھ ایسے ذرائع حاصل ہوں کہ متواتر حضور سے فیوض و تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ قائم ہو جائے۔ لیکن ان باتوں سے کچھ اس طرح بے بہرگی ہے کہ کوئی عنوان قائم نہیں ہوتا۔

جواب:- کاغذ اور پنسل پاس رکھئے اور جس وقت جو بات یاد آئے نوٹ کر لیجئے۔ ان ہی نوٹوں کو خط میں لکھ دیا کیجئے۔ خود ان میں کسی سلسلہ یا ترتیب یا ربط کی ضرورت نہیں۔

حال:- حضور کے مواعظ و تصانیف کے مطالعہ کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم کی وسعتیں اور لطافتیں بے غایت و بیکراں ہیں۔ اور روح کی بالیدگی میں لامتناہی کیفیتیں ہیں۔ ان باتوں کے خیال سے اپنی حالت پر بے انتہا تاسف ہوتا ہے کہ اتنی عمر تو ان باتوں سے محرومی میں یونہی ختم ہو چکی اب جو ایک غیر متعین مستقبل سامنے ہے اس میں ان باتوں کے حصول کے لئے کوئی امکان ہی نہیں وہ اس لئے کہ دنیا کی زندگی اور اکتساب معاش کے افکار کچھ اس طرح محیط ہیں کہ ان کے ساتھ ان باتوں کا حصول قریب قریب محال ہے۔

جواب:- بلا دلیل ایک خیال ہے۔ سب کچھ ممکن ہے۔ مگر جب اس کا طریقہ ہی اختیار نہ کیا جائے تو پھر کیونکر اس کا یقین دلایا جائے۔

حال:- اپنی زندگی اس قدر ناکارہ اور گندی نظر آنے لگتی ہے کہ دل پریشان ہو جاتا ہے۔

جواب:- یہ پریشانی بھی کلید کامیابی ہے۔ مگر اس شرط سے کہ آگے سلسلہ چلے۔

حال:- چند مقررہ اوقات کے سوا صبح سے شام تک کوئی مقصد ہی نظر نہیں آتا۔

جواب:- مایوسی ناواقفی سے ہے اور ناواقفی اطلاع وحالات کا سلسلہ نہ چلانے سے ہے۔

حال:- حضور کے سامنے ایسے فضول اور مہمل خیالات کے اظہار کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر اس خیال سے کہ حضور کی توجہ سے دل کی یہ کمزوری رفع ہو سکتی ہے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کی۔

جواب:- اس جرأت کی سخت ضرورت ہے۔

حال:- حضور میرے واسطے دعائے فلاح دارین فرماتے رہیں۔

جواب:- دعا تو کرتا ہی ہوں مگر ضرورت عمل کی بھی ہے۔

مکتوب نمبر ۱۸ ہردوئی مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ء

حال:- ایک صاحب نے مجھے یا حی یا قیوم ایک سو ایک مرتبہ مابین سنت وفرض نماز فجر پڑھنے کو بتلا دیا تھا وہ بھی اکثر پڑھ لیتا ہوں۔ کیا بغیر اپنے شیخ کی اجازت کے دوسروں کے بتلائے ہوئے وظیفے یا دعائیں پڑھنا یا کسی کتاب سے دیکھ کر پڑھنا شروع کر دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر مقصود دنیوی کے لئے پڑھے تو اجازت شیخ کی ضرورت نہیں۔

حال:- اپنی دنیاوی افکار اور پریشانیوں کی اطلاع دینا یا اپنے دوسرے معاملات کے متعلق عرض کرنا نامناسب اور بے جا تو نہیں۔

جواب:- نہیں جبکہ دعا مطلوب ہو۔ تدبیر پوچھنا مقصود نہ ہو۔

حال:- لیکن اس کی بھی جرأت نہیں ہوتی کہ اپنی زندگیوں کی فضول باتیں جس کا

تعلق دین سے نہیں حضور کو لکھی جائیں جو موجب تصدیعہ ہوں۔

جواب:- دعائیں تصدیع نہیں۔

مکتوب نمبر ١٩ ہردوئی مورخہ یکم فروری ١٩٢٩ء

حال:- نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی گو صورت نماز تو ادا ہو جاتی ہے لیکن نماز کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ یہ یکسوئی کا فقدان دوسرے معاملات میں بھی رہتا ہے۔ مثلاً مطالعہ کتب کے وقت، تلاوت قرآن کے وقت اور دیگر امور میں جس میں دیر تک دماغ کو مصروفیت رہے۔ چاہتا ہوں کہ حضور یکسوئی پیدا کرنے کی کوئی تدبیر بتلادیں تاکہ یہ الجھن رفع ہو۔

جواب:- یوں ہی اہتمام رکھئے انشاءاللہ مقصود حاصل ہو جائے گا۔

حال:- اور جو کام کیا جائے اس سے نفع حاصل ہو۔

جواب:- نفع اصل تو ثواب ہے وہ اب بھی حاصل ہے۔

مکتوب نمبر ٢٠ ہردوئی مورخہ ٨ فروری ١٩٢٩ء

حال:- اپنے معمولات پر حتی الامکان کاربند ہوں۔ صبح ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھتا ہوں۔ ہر پنجگانہ نماز کے بعد سو سو مرتبہ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر پڑھتا ہوں۔ نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے چار رکعت نماز تہجد کی پڑھتا ہوں۔ اور ہر نماز پنجگانہ کے ساتھ اُس وقت کی قضاء عمری بھی پڑھتا ہوں۔ رمضان شریف شروع ہونے والے ہیں چونکہ یہ بڑی خیر و برکت کے دن ہیں اس لئے جی چاہتا ہے کہ حضور اگر کچھ پڑھنے کو بتلادیں تو وہ بھی پڑھ لیا کروں۔

جواب:- ان ہی چیزوں میں سے جس سے دلچسپی ہو اس کا عدد بڑھا دیا جائے۔

مکتوب نمبر۲۱ ہردوئی مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء

حال:- جی چاہتا ہے کہ جس وقت بھی فرصت ہو بلکہ بیشتر اوقات ذکر یا تلاوت شریف یا مطالعہ کتب کا شغل رکھوں لیکن باایں ہمہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب ظاہری باتیں ہیں دل پر اور اعمال پر ان کا کچھ بھی اثر نہیں۔ کیونکہ خیال ہوتا ہے کہ کسی بات کی کامیابی اور مقصد دری کے لئے ذوق و شوق جس کے تاثر میں دل ڈوبا ہوا ہو ضروری ہے۔ اور مجھے اپنے دل میں اس بات کا فقدان معلوم ہوتا ہے۔ طبیعت میں کوئی جولانی عمل کی تحریک معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن اور رات میں ایک ضابطہ سا مقرر ہو گیا ہے کہ نماز و تلاوت وغیرہ اپنے اپنے اوقات پر ہوتے رہتے ہیں جس کا اندرونی طبیعت پر کوئی اثر نہیں۔ اس لئے اکثر یہ شبہ رہتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ طریقہ عمل میں کوئی نقص اور خرابی ہو۔ یا اپنے معاملات و اخلاق کی کسی اہم کوتاہی میں مبتلا ہوں جس کے سبب سے عبادت کا اثر نہ ہوتا ہو۔ لیکن غور کرنے سے بھی کوئی بات خاص سمجھ میں نہیں آتی ورنہ ویسے تو معلوم ہوتا ہے کہ سراپا تقصیر ہوں اور صبح سے شام تک کوئی بھی کام دینی یا دنیاوی نفع کا مجھ سے نہیں ہوتا بعض وقت یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں بڑی غلطی میں مبتلا ہوں اور میری زندگی دھوکے میں بسر ہو رہی ہے۔

جواب:- آپ میرا رسالہ تربیت السالک بغور پڑھیں۔ سب شبہات دور ہو جائیں گے۔

حال:- میں نے ایک صاحب سے سنا ہے کہ آیت کریمہ محمد رسول الله والذین معه الخ بعد نماز فجر صبح گیارہ مرتبہ پڑھی جائے اور یہ آیت کریمہ ثم انزل علیکم من بعد الغمِّ اَمَنَةَ........ تا........ والله علیمٌ بذات الصدور گیارہ مرتبہ بعد نماز مغرب پڑھی جائے اور ہر جمعہ ایک کو

اس آیت کریمہ کو۔ ولقد مکناکم فی الارض وجعلنا لکم فیها معاش قلیل ما تشکرو ایک کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر کنویں میں ڈال دیا جایا کرے تو بہت خیر و برکت حاصل ہوتی ہے۔

جواب:- کس جھگڑے میں پڑ گئے۔

مکتوب نمبر ۲۲ ہردوئی مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۲۹ء

حال:- حضور کے ارشاد کے موافق میں نے تربیت السالک کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے بہت سی مفید باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ جو وسواس و خطرات مجھے اپنے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ اکثر اس میں ملتے ہیں۔ ان کے شافی جوابات سے بہت تسکین ہو جاتی ہے۔

جواب:- الحمدللہ

حال:- لیکن اس رسالہ میں ذاکرین وشاغلین حضرات کے احوال ہیں اور میں نے تو اب تک کوئی ذکر و شغل شروع کیا نہیں اور نہ اس کے متعلق حضور سے عرض کرنے کی جرأت کی۔ حضور کے ارشاد کے مطابق قصد السبیل سے عامی مشغول کے دستور العمل پر کاربند ہوں۔

جواب:- وہ بھی ایک درجہ ہے ذکر و شغل کا۔ اور خطوط سے جن امور کی اصلاح ہوتی ہے وہ ایک درجہ ہے سلوک کا۔

حال:- اور اس میں بھی اکثر کوتاہی ہو جاتی ہے۔ امراض روحانی میں یقیناً اس قدر مبتلا ہوں کہ اس قدر بے حسی ہے کہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میرا حال کیا ہے اور مجھ میں کون کون سے مرض پیدا ہیں۔ حضور کو اکثر اپنے ظاہری حالات کی اطلاع دے دیا کرتا ہوں۔ طبیعت میں اندر سے سکون پیدا نہیں ہوتا ہمیشہ ایک غیر مطمئن حالت رہتی ہے۔

جواب:- ابتداء یوں ہی ہوتی ہے۔ لگے رہنے سے دروازہ کھلتا چلا جاتا ہے۔

حال:- اگر حضور کی مشفقانہ نظر اور خاص دعائیں میرے شامل حال رہیں تو خداوند تعالیٰ سے امید ہے کہ میری حالت درست ہو جائے گی اور میرے باطن کی اصلاح ہو جائے گی۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ۔

مکتوب نمبر ۲۳ ہردوئی مورخہ ۴ اپریل ۱۹۲۹ء

حال:- میں اپنے معمولات پر حتی الامکان کاربند ہوں لیکن مدتیں ہو گئیں اپنی حالت میں تغیر محسوس نہیں کرتا۔

جواب:- حالت اگر غیر اختیاری ہے تو اس میں تغیر محسوس نہ ہونا کچھ نقص نہیں اور اگر اختیاری ہے تو اس میں تغیر بھی اختیاری ہے۔ شکوہ کی ضرورت نہیں۔ ہمت کی ضرورت ہے۔

حال:- ان باتوں پر نظر کر کے بعض وقت سخت پریشانی ہو جاتی ہے اور کوتاہیاں پہلے تھیں وہ اب بھی موجود ہیں کوئی صورت بہتری کی نظر نہیں آتی۔

جواب:- اوپر جواب آگیا۔

حال:- ان باتوں پر نظر کرتے ہوئے بعض وقت طبیعت سخت پریشان ہو جاتی ہے۔

جواب:- پریشانی کا اوپر جواب ہے کہ غیر اختیاری پریشانی مضر نہیں۔ اور اپنی اختیاری کوتاہی سے پریشانی ہو تو اس کا رفع بھی اختیاری ہے۔

مکتوب نمبر ۲۴ بوقت حاضری خانقاہ تھانہ بھون مورخہ ۷ جون ۱۹۲۹ء

حال:- ایک عرصہ سے جی چاہتا تھا کہ خالصتاً شرف قدم بوسی حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوں اور حضور کی توجہات گرامی سے فیوض حاصل

کروں۔ خوش قسمتی سے ایسا موقعہ نصیب ہو گیا ہے کہ تین چار روز تک حاضر خدمت رہ سکوں۔ یہ دن میرے لئے مغتنمات زندگی ہیں۔ لیکن ایک بات جو مجھ میں پیدا ہے وہ بہت تکلیف دہ محسوس ہوئی ہے۔ یعنی حضور کے ارشادات عالیہ سنتا ہوں۔ حضور کے تصانیف اور مواعظ کا مطالعہ کرتا ہوں باایں ہمہ طبیعت میں ایک عجیب طرح کی مایوسانہ کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ حضور کا دریائے فیض جاری ہے اور مجھے فیض یاب اور سیراب ہونے کا سلیقہ نہیں معلوم۔ بسا اوقات اس خیال سے طبیعت پریشان ہو جاتی ہے کہ نہ تو میں دنیا کے کسی کام کا ہوں اور نہ دین کی کوئی بات بن پڑتی ہے۔ ہر چند کہ حضور کی تصانیف اور مواعظ پڑھتا ہوں اور ان میں سے زندگی کی اصلاح کے لئے معلومات حاصل ہوتی ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان تمام دستور العمل کو کس طرح اپنی زندگی پر مرتب کروں۔ اور اوامر پر عمل کرنے اور نواہی اور معاصی سے اجتناب کی کوشش حتی الامکان کرتا ہوں۔ اور جو مفید نصائح اور پند حضور کے ارشادات سے میسر ہوتے ہیں ان پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ سب احساسات طبیعت میں کچھ غیر منضبط سے معلوم ہوتے ہیں۔ زندگی کا کوئی نہج خاص مستقل نہ ہونے کے سبب طبیعت میں یکسوئی پیدا نہیں ہے۔ میں نے اکثر حضور کی خدمت میں عریضے ارسال کئے ہیں لیکن کبھی یہ نہ سمجھ میں آیا کہ حضور سے کیا درخواست کروں اور اپنا حال کیا لکھوں۔ غور کرتا ہوں تو ہر طرح کی کمزوریوں اور کوتاہیوں میں مبتلا ہوں۔ جس کے ازالہ کی تدبیر تو اکثر حضور کے مواعظ و تصانیف میں نظر سے گزرتی ہیں مگر ان کو اختیار کرنے اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ اور اس طریقہ کی ابتداء سمجھ میں نہیں آتی۔ شروع شروع میں ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا جب حضور کے ارشاد کے مطابق قصد

السبیل میں عامی مشغول کا دستور العمل میں نے اپنے لئے منتخب کر لیا تھا اور اس کی اطلاع حضور کو کر دی تھی۔ اس دستور العمل پر اب تک جتنا ممکن ہوا عمل کرتا رہا۔ آج تک اس کی جرأت اور ہمت نہیں ہو سکی کہ کسی خاص ذکر و شغل کے لئے حضور سے عرض کرتا۔ میرے معمولات یہ ہیں۔

صبح ایک نصف پارہ تلاوت کلام پاک کے بعد مناجات مقبول ایک منزل اور شجرہ پڑھتا ہوں۔ ہر نماز پنج گانہ کے بعد سو سو مرتبہ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر پڑھتا ہوں۔ اکثر فرض نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے چار رکعت تہجد پڑھ لیتا ہوں۔ ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ میں نے جو عامی مشغول کا دستور العمل اختیار کیا ہے وہ میرے لئے موزوں نہیں ہے بلکہ عالم مشغول کا ہونا چاہئے۔ اس میں بھی اشکال پڑ گیا ہے۔ اب جو حضور ارشاد فرمادیں اختیار کر لوں۔

جواب:- عالم سے مراد اصطلاحی عالم نہیں، خوش فہم مراد ہے سو آپ بفضلہٖ تعالیٰ خوش فہم ہیں۔

حال:- اکتساب معاش کے لئے تو میں نے ایک پیشہ اختیار کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ رزق اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن چونکہ پیشہ وکالت کوئی محمود پیشہ نہیں ہے اس لئے اب تک اس کوشش میں ہوں کہ کوی دوسری سبیل نکل آئے تو زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ پر نظر ہے وہی مسبب الاسباب ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سر دست مجھے ایک علاقہ کی منیجری مل گئی ہے اس سے کافی آمدنی ہو جاتی ہے امیدوار ہوں کہ حضورؒ اس کے بر قرار رہنے کے واسطے خاص طور پر دعا فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

حال:- اس وقت اس معروضہ سے مقصود یہ ہے کہ حضور مجھے ابتداء سے وہ دستور

العمل اور اصول بتلا دیں جن پر کاربند ہو کر نفع اور اصلاح باطنی حاصل کر سکوں۔ اگر میرے حسب حال کوئی ذکر و شغل مناسب ہو تو ارشاد فرمایا جائے۔ جو طریقہ عمل حضور میرے لئے چاہیں وہ ارشاد فرمادیں۔ ایک باضابطہ راہ پر لگ جاؤں اور حضور کی توجہات کی بدولت رفتہ رفتہ مقصود زندگی پر فائز المرام ہو جاؤں۔ جس قسم کے احوال حضور کی اطلاع کے لئے ضروری ہوں وہ بھی مجملاً بتلا دیئے جائیں تاکہ میری زندگی کے لئے ایک مستقل مسلک اور انضباط پیدا ہو جائے۔

جواب:- آپ نے بلاوجہ اپنے اوپر فکر و تشویش کا اتنا بڑا بوجھ ڈال لیا اس کی ضرورت نہیں۔ نہ اصلاح کا کام کوئی لانبا چوڑا ہے۔ قصداالسبیل سے معمول مناسب مقرر کر لیا جائے اگر اس سے زائد کے ورد سے دلچسپی ہو مجھ سے پوچھ لیا جائے یہ تو اوراد کا ضابطہ ہے۔ اب رہ گئے اعمال اس کا نظام یہ رہنا چاہئے کہ مسائل میں بہشتی زیور و بہشتی گوہر پر عمل رہے۔ اور اخلاق میں مواعظ کے مضامین پر عمل رہے۔ اس مطالعہ میں نفس کے اندر جو عیب معلوم ہوں ایک ایک کا علاج پوچھا جائے۔ اس کے استعمال میں جو حالت پیش آوے، کامیابی یا کوئی خلجان یا کوئی سوال اس کی اطلاع کی جائے۔ بس اس سے دروازہ استفادہ کا کھل جائے گا۔ مایوسی اور پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

مکتوب نمبر ۲۵

ہردوئی مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۲۹ء

حال:- اگر حضور فرمادیں تو ذکر شریف بہت ہی قلیل تعداد میں ہر نماز پنج گانہ کے بعد پڑھ لیا کروں یا بعد عشاء کے جس قدر ہو سکے وہ کافی ہے اس کے لئے بھی حضور حد قائم کر دیں کہ کم از کم اس قدر ضرور ہونا چاہئے تاکہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں۔

جواب:- اپنے تحمل کے قدر ایک قلیل مقدار مقرر کرلیں جس پر دوام ہوسکے اور مجھ کو اطلاع دیجئے میرے اتفاق رائے کے بعد وہ مثل میرے مقرر کرنے کے ہو جائے گا جس روز طبیعت میں نشاط ہوا اس مقدار سے زیادہ کرلیا مگر اس کو لازم نہ سمجھا جائے لازمی صرف اس قلیل کو سمجھا جائے۔

حال:- کیا ہر عریضہ کے ساتھ پچھلا عریضہ ملفوف کرنا ضروری ہے۔

جواب:- ہر حال میں بہت مصلحت ہے۔

حال:- کیا ان شکوک اور امراض باطنی کے علاج کے متعلق حضور کو لکھنا ضروری ہے جو اپنے میں پاتا ہوں لیکن ان کے متعلق تشفی حضور کے مواعظ اور تربیت السالک سے ہو جاتی ہے۔

جواب:- اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرض بھی لکھ دیا اور تشفی کی وجہ بھی لکھ دی تا کہ اس میں اگر کچھ ترمیم کرنا ہو، کرسکوں۔

مکتوب نمبر ۲۶ ہردوئی مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء

حال:- والد قبلہ صاحب بھی اس تعطیل میں حضور کی خدمت میں حاضری کے متمنی تھے لیکن سردی کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا مجھے بھی شرف قدم بوسی سے محرومی پر سخت افسوس ہے۔

جواب:- لکیلا تأسوا علی مافاتکم. میں ایسے افسوس سے ممانعت ہے۔اس میں بھی خیر ہوتی ہے۔

مکتوب نمبر ۲۷ ہردوئی مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۰ء

حال:- سوچتا ہوں کہ اپنی کسی حالت کا خود سمجھ میں نہیں آنا یا تو بے حسی ہے یا یہ ہے کہ جو حالت ہے اس کی ترجمانی نہیں بن پڑتی۔ اس لئے نہ اپنی حالت کی جو

تمام تر بگڑی ہوئی ہے حضور کو اطلاع دے پاتا ہوں اور نہ حضور سے کچھ فیض حاصل کرپاتا ہوں۔ اس خیال پر بعض وقت تاسف معلوم ہوتا ہے۔

جواب:- اگر معمولات کی پابندی رہے اور معاصی سے اجتناب اور مواعظ کا مطالعہ رہے تو حالت انشاء اللہ درست ہو جائے گی۔ گو جزئیات کی اطلاع نہ کی جائے کیونکہ اطلاع کے بعد بھی یہی تدبیرات بتلائی جاتیں۔

مکتوب نمبر ۲۸

ہردوئی مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء

حال:- حضور کے مواعظ کے علاوہ دوسری تصانیف جو میرے مطالعہ کے لئے سود مند ہوں حضور بتلادیں تاکہ ان کے مطالعہ سے خاص طور پر بہرہ اندوز ہوسکوں۔

جواب:- تربیت السالک۔ واکمال الشیم

حال:- ایک مدت سے میری تمنا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر اور حدیث شریف سبقاً سبقاً کہیں پڑھنے کا موقع مل جائے لیکن اس کے لئے اب تک کوئی صورت نصیب نہیں ہوئی اور سر دست نظر میں ہے۔ کیا ان دونوں کو از خود بھی کسی طرح پڑھ سکتا ہوں۔

جواب:- ہاں۔ مگر جہاں ذرا بھی شبہ رہے وہاں سوچیں نہیں۔

حال:- میرے واسطے اور کس قسم کی تصانیف پڑھنا مفید ہو سکتا ہے۔

جواب:- میں نے ایک کورس تصوف کا تجویز کیا ہے اگر یہاں کسی کو لکھ دیجئے تو میں اس کو نقل کرادوں۔ مجھ کو اتنی فرصت نہیں۔

حال:- ماہ مبارک رمضان شریف میں اپنے معمولات میں کیا اضافہ کر سکتا ہوں۔

فجواب:- عین مطلوب ہے بشرط سہولت۔

مکتوب نمبر ۲۹ ہردوئی مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۰ء

حال:- تصوف کے کورس کے متعلق حضور نے کسی کو نقل کرنے کے واسطے ارشاد فرمایا تھا اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ وہاں اگر کوئی طالب علم نقل کر دے تو اس کو میں اجرت دے دوں گا۔ اجرت معلوم ہونے پر اس قیمت کے ٹکٹ ملفوف کر کے بھیج دوں گا۔

جواب:- مجھ کو فرصت مل گئی۔ میں نے ہی پشت پر نقل کر دی۔ اسی ترتیب سے مطالعہ ہوگا۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

(نصاب تصوف):

آداب المعاشرت۔ معمولات خانقاہ۔ حصہ اول رحمۃ المتعلمین۔ حصہ اول ودوم تعلیم الدین۔ تکشف حصہ اول۔ فروع الایمان۔ نزہۃ البساتین۔ وعظ راحۃ القلوب۔ تبلیغ دین۔ جہاد اکبر۔ قصد السبیل۔ بقیہ تعلیم الدین۔ تکشف حصہ دوم وسوم۔ مسائل السلوک۔ کلید مثنوی حصہ ششم۔ تربیت السالک تمام۔ عوارف یا اس کا ترجمہ۔ الدر المنضود۔ ترجمہ آداب العبودیۃ۔ ترجمہ تنبیہ المغترین۔ اکمال الشیم۔ رفع الضیق۔ اصول الوصول۔ الابتلا لاھل الاصطفاء.

مکتوب نمبر ۳۰ ہردوئی مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۰ء

حال:- میرا قلب فکر معاش میں بہت مشوش رہا کرتا ہے۔ حالانکہ میرا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور جس قدر قسمت میں ہے اور جس طریقہ سے ہے اس قدر ملے گا۔ لیکن گرد و پیش کے اثرات اور

اپنی ذمہ داریوں پر نظر کرتے ہوئے طبیعت میں ہر وقت یک گونہ انتشار رہتا ہے۔ وکالت کی آمدنی نہایت ہی غیر مستقل اور بہت ہی قلیل ہے۔ اس کے علاوہ دن بہ دن مجھے اس پیشہ سے تنفر پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس کا احساس غالب ہوتا جاتا ہے کہ مجھ میں اس پیشہ کا کام چلانے کی صلاحیت ہی نہیں...... بہت چاہتا ہوں کہ صیغہ تعلیمات میں چلا جاؤں لیکن اس کے لئے بھی قیود ہیں جو میرے لئے سد راہ ہیں...... چونکہ قلب میں متواتر ایک فکر و تشویش امور متذکرہ بالا سے رہتی ہے اس لئے حضور کی خدمت گرامی میں عرض کرنا ضروری سمجھا۔ حضور سے استدعا ہے کہ خاص طور پر دعا فرمادیں کہ میرے قلب کو عافیت اور رزق کی طرف سے سکون ہو جائے اور میرے لئے کوئی جائز اور قابل بسر ذریعہ آمدنی نکل آئے۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ دوسرے ذریعہ کے حصول تک تو چھوڑنا مناسب نہیں۔ لیکن دوسرے ذریعہ کے فکر میں لگا رہنا ضروری ہے۔ محکمہ تعلیم کے افسران سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تحریک شروع کرنا ضروری ہے۔

مکتوب نمبر ۳۱ ہردوئی مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۳۰ء

حال:- حضور کے مواعظ و تصانیف پڑھتا رہتا ہوں۔ ان سے استفادہ حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ توفیق عطا فرما دے۔ جو شکوک اور واہمے پیدا ہوتے ہیں ان کا اندفاع اکثر حضور کے مواعظ سے ہو جاتا ہے مگر بعض وقت جب وہ پھر عود کرتے ہیں تو ان کے غلبہ سے طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ حضور کی خدمت میں ان کو عرض کر دیتا ہوں۔ بعض وقت ایک ہی کیفیت کو مکرر عرض کر جاتا ہوں۔ اس خیال سے کہ ایک ہی کیفیت کا بار بار عود کرنا بھی شاید ایک مرض مستقل ہو اور

حضور کی تجویز سے تشفی ہو جائے حضور کی خدمت میں تحریر کر دیتا ہوں۔
میرا قلب نہایت کمزور ہے۔ دماغ پر اس خیال کے تسلط سے پریشانی رہتی ہے کہ میرے پاس سرمایہ نجات وفلاح کچھ بھی نہیں۔

جواب:- علاج تو وہی ہیں جو کچھ لکھ چکا ہوں اور وہ آپ کے سمجھنے کا اور کرنے کا کام ہے۔اب صرف دعا باقی ہے وہ میرا کام ہے سو دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۳۲ ہردوئی مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۰ء

حال:- حضور کی تصنیف کتاب فروع الایمان میں جہاں شیخ کے حقوق ہیں اس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جو ورد و وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتائے ہو۔ یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے۔اس بناء پر میں نے وہ تمام اوراد ترک کر دیئے جن کی اجازت حضور سے حاصل نہیں کی ہے اور اب صرف عامی مشغول کے دستور العمل پر جس کی اجازت حاصل کر چکا ہوں عمل کر رہا ہوں۔

جواب:- جب اجازت حاصل کرنا ممکن تھا' ناحق ترک کیا۔ میں اب لکھتا ہوں کہ اگر ان کا تحمل ہو پڑھا کیجئے۔

حال:- اب جی چاہتا ہے کہ حضور میرے حسب حال جو مناسب سمجھیں وہ اوراد تجویز فرمادیں تاکہ میری زندگی کا ایک دستور العمل مقرر ہو جائے اور جو کچھ میں پڑھوں اس میں حضور کی تعلیم کے بدولت مجھ کو برکت و فیض حاصل ہو کر باعث سعادت دارین ہو۔ یوں تو اوراد و وظائف بے انتہا ہیں...... لیکن میرے لئے جو کچھ حضور خاص طور پر تجویز فرمادیں گے وہی میرے

لئے موجب ہزار گونہ فیوض ہوگا اور اسی پر یکسوئی کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ میں کاربند رہوں گا۔

جواب:- ناواقف کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کو سب انداز ہوگیا۔ جو دستور العمل سہولت ودلچسپی سے مقرر کرلیں اس کی اجازت ہے۔

مکتوب نمبر ۳۳

ہردوئی مورخہ ۲۷ جون ۱۹۳۰ء

حال:- میں نے جو اوراد پچھلے عریضے میں لکھے تھے کہ ترک کردیئے ہیں ان کو پھر جاری کردیا ہے۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- ان کے علاوہ دلائل الخیرات کی ایک منزل بھی پڑھنا چاہتا ہوں۔

جواب:- اگر دوام ہوسکے پڑھئے مگر اس میں جہاں جہاں یہ عبارت ہے کہ قال رسول اللہ یا قال النبی ﷺ اس کو نہ پڑھئے۔

حال:- مناجات مقبول میں حزب البحر کے فضائل وبرکتیں درج ہیں اور اس کے پڑھنے کے طریقے بھی درج ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ حضور اس کے پڑھنے کی بھی اجازت عطا فرمادیں۔

جواب:- اس سے بھی اچھی چیزیں ہیں لیکن اگر اسی کو جی چاہتا ہے تو اجازت ہے۔

حال:- حزب البحر کے پڑھنے سے پہلے جو زکوٰۃ کا طریقہ درج ہے اس میں اعتکاف کی بھی شرط ہے۔ کیا اعتکاف لازمی ہے؟

جواب:- اعتکاف لازم ہے لیکن خود فی نفسہ حزب البحر ہی ضروری نہیں۔

مکتوب نمبر ۳۴

ہردوئی مورخہ ۶ جولائی ۱۹۳۰ء

حال:- میں نے حضور سے پہلے عریضہ میں حزب البحر پڑھنے کی اجازت چاہی تھی۔

حضور نے اس کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ اس سے بھی اچھی چیزیں ہیں، مجھے ان کے جاننے اور ان پر عمل کرنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر مناسب ہو تو حضور مجھے ان سے بہرہ اندوز فرمادیں۔

جواب:- قرآن وحدیث۔

مکتوب نمبر ۳۵ ہردوئی مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۰ء

حال:- حضور نے قرآن مجید اور حدیث شریف کی تلاوت کے لئے ارشاد فرمایا ہے......اب حضور حدیث شریف کی تلاوت کے لئے ارشاد فرمادیں کہ کونسی کتابیں پڑھوں۔

جواب:- حدیث کی دعائیں جو مناجات میں جمع ہیں۔

حال:- اکثر آہستہ آہستہ خفیف تلفظ کے ساتھ ذکر (اسم ذات) کرلیتا ہوں اس میں کوئی حرج تو نہیں یا ذکر ہلکی ضرب کے ساتھ خفیف آواز سے ضروری ہے۔

جواب:- جس میں دلچسپی ہو۔

مکتوب نمبر ۳۶ ہردوئی مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۳۰ء

حال:- حضور کے مزاج گرامی کی خیرت وعافیت درگاہ خداوندی سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- الحمدللہ خیریت سے ہوں۔

حال:- بتوفیق ایزدی اپنے معمولات پہ کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- اپنی حالت اسی طرح بدستور خراب پاتا ہوں۔ نفس میں کسی طرح کی اصلاح

محسوس نہیں ہوتی، جس میں فراموش کاری، بے حسی زیادہ نمایاں ہیں۔

جواب:- امور اختیاریہ کی اصلاح یا امور غیر اختیاریہ کی؟

مکتوب نمبر ۳۷ ہردوئی مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۰ء

حال:- میں جس ریاست کا منیجر ہوں اُس کا حساب ہر ششماہی پر داخل کیا کرتا ہوں۔ حساب سب جج صاحب کی عدالت میں داخل ہوتا ہے۔ عدالت کا ایک اہلمد نہایت شریر اور بدباطن شخص ہے۔ خوامخواہ لوگوں کو پریشان کرتا ہے۔...... حضور میرے لئے دعا فرمادیں کہ وہ اہلمد اپنے شر سے مجھے کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ یا حفیظ کی کثرت رکھئے۔

مکتوب نمبر ۳۸ ہردوئی ۲۵ اگست ۱۹۳۰ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عریضہ سابق میں جو حالت نفس کی خرابی کے متعلق عرض تھا وہ سب اپنے امور اختیاری ہی کے باعث ہے لیکن شرمندگی یہ ہے کہ کچھ بن نہیں پڑتا۔

جواب:- تو اس کا علاج تو آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

مکتوب نمبر ۳۹ ہردوئی مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۰ء

حال:- میرا بچہ جس کی عمر نو مہینہ کی تھی اور جو عرصہ سے امراض میں مبتلا تھا پرسوں فوت ہو گیا۔ حضور دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اور اس کی ماں کو صبر جمیل عطا فرمادے۔

جواب:- بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ صبر واجر ونعم البدل عطا فرمادے۔

مکتوب نمبر ۴۰ تھانہ بھون مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۳۰ء

حال:- مجھے کسی طرح یکسوئی قلب نصیب نہیں ہوتی اس کے حصول کا طریقہ حضور سے مطلوب ہے۔

جواب:- جب تک مشاغل دنیویہ باقی ہیں یکسوئی طبعاً مشکل ہے مگر دین میں مضر نہیں۔

مکتوب نمبر ۴۱ ہردوئی مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء

حال:- اس بار تھانہ بھون سے واپسی کو میرا دل نہ چاہتا تھا۔ جی چاہتا ہے کہ ہمہ وقت حضور کی خدمت بابرکت میں حاضر رہوں۔

جواب:- آپ کی محبت ہے۔

مکتوب نمبر ۴۲ ہردوئی مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۰ء

حال:- اس معمول مذکورہ بالا (یعنی ہر پنجگانہ نماز کے بعد اوراد و وظائف) پر مجھے عمل کرتے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ اگر حضور مناسب سمجھیں تو اس میں ترمیم اور اضافہ فرمادیں۔

جواب:- کیوں

حال:- ورنہ جیسی رائے عالی ہو۔

جواب:- یہ دوا تھوڑی ہے کہ اتنے روز تک اس سے نفع نہیں ہوا بدل دو۔ اس کا جو نفع ہے وہ حاصل ہے یعنی اجر و رضائے حق۔

مکتوب نمبر ۴۳ ہردوئی مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء

حال:- میں بحمد للہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ برکت فرمادے۔

حال:- آج کل رمضان شریف میں مقدار تلاوت زیادہ کردی ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ آسان اور قبول کرے۔

مکتوب نمبر ۴۴ ہردوئی مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۱ء

حال:- حضور کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- بحمد اللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔

حال:- میری حالت بدستور ہے۔ کسی قسم کی اصلاح نفس میں نہیں پاتا ہوں۔ اپنے اعمال و خیالات میں طرح طرح کی خرابیاں محسوس کرتا ہوں۔ لیکن جب حضور کو عریضہ تحریر کرنے بیٹھتا ہوں تو مطلق کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تحریر کروں۔ بہت کوشش کرتا ہوں مگر اپنے میں قوت اظہار بالکل نہیں پاتا لیکن حضور نے مجھے اجازت عطا فرما رکھی ہے اس لئے بہر صورت عریضہ تحریر کرنے کی جرأت کرتا رہتا ہوں۔

جواب:- عادتاً ناممکن ہے کہ کوئی عملی معین حالت ہو اور اس کے اظہار پر قدرت نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عملی حالت قابل شکایت نہیں ایسی کوئی دقیق حالت ہے کہ سمجھ میں نہیں آتی تو انسان ایسی دقیق حالت کا مکلّف نہیں۔

حال:- مدتوں سے تمنا ہے کہ فراغت قلب کے ساتھ ایسا موقع مل جائے کہ حضور کے قدموں پر کچھ عرصہ تک پڑا رہنے کا موقع مل جائے۔ حضور کی

دعا اگر شامل حال ہو تو انشاء اللہ کبھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہو جاؤں گا۔

جواب:- جو حق تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہو۔

مکتوب نمبر ۴۵ ہردوئی مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۳۱ء

حال:- ہر چند کہ حضور کے فیوض کے باعث اس قدر سمجھ میں آگیا ہے کہ غیر اختیاری امور کی طرف ملتفت نہ ہونا چاہئے اور اختیاری امور ضروریہ کو امکانی تدابیر سے حاصل کرنا چاہئے اور ان میں کوتاہی ہو تو ہمت سے کام لینا چاہئے پھر بھی اکثر یہی خیال رہتا ہے کہ میں نہ دنیا کے مصرف کا ہوں نہ دین کی کوئی بات مجھ سے بن پڑتی ہے۔

دنیا کی تدابیر اختیار کرنے کو جب سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رزاق مطلق ہے۔ میری قسمت میں جس قدر رزق ہے مجھے ضرور ملے گا اور اس کے لئے اسباب بھی بہم ہو جائیں گے۔ لیکن جب اس عقیدہ کی اہمیت و حقیقت پر اپنے آپ میں غور کرتا ہوں تو قلب کی مسلسل تشویش سے پتہ چلتا ہے کہ شاید یہ عقیدہ بھی ضعیف ہے۔ اور اس سے محض دقتی وعارضی تسکین ہو جاتی ہے اس کے بعد پھر جب غور کرتا ہوں کہ عقیدہ تو یہی ہونا چاہئے اور ایمان بھی اسی عقیدہ پر ہے تو وجہ تشویش پھر کیا ہے۔ پھر ان خیالات سے طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ دین کے کاموں کے متعلق یہ ہے کہ کام ہونے کو انجام ہو جاتا ہے مگر کسی خاص لگاؤ اور فکر و دلچسپی کے ساتھ نہیں ہوتا۔ عادتاً انجام ہوتا رہتا ہے۔

جواب:- تعجب ہے۔ میرے مواعظ میں اس کا کافی فیصلہ ہے۔ پھر اشکال کیوں ہے۔

حال:- ایک مدت سے یہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ اپنے کو سب سے حقیر سمجھتا ہوں۔

اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں بیٹھتا ہوں تو باوجود مساوات علمی وغیرہ کے میرے قلب پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ میں ان سب سے بہت کم ہوں۔ اس لئے ان کے سامنے بات کھل کر کرنے میں بھی پس وپیش ہوتا ہوں۔

اپنے معائب پر جب نظر کرتا ہوں تو ہر عیب کو اپنے نفس میں پاتا ہوں مگر جب ایک ایک عیب کو اصلاح کی غرض سے جدا کرتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ یہ عیب نفس میں موجود ضرور ہے لیکن ضعیف ہے۔ اور میں اس کے اقتضاء پر عمل بھی بہت کم کرتا ہوں۔ پھر خیال کرتا ہوں کہ شاید ایسا سمجھنا نفس کا فریب ہو مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً حسد ہے۔ سوچتا ہوں کہ کبھی کبھی حسد ضرور پیدا ہوتا ہے مگر وقتی ہوتا ہے قلب پر تادیر اس کا اثر نہیں رہتا اس لئے سمجھتا ہوں کہ یہ جذبہ ضعیف ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح کی کیا ضرورت۔ کیونکہ اس پر عمل ہی شاذ ہوتا ہے اور جو ہوتا بھی ہے تو وقتی۔ مختصراً عرض یہ ہے کہ اسی قسم کے وساوس رہتے ہیں اور ان کے غلبہ پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں دین کے مصرف کا بھی نہیں اور جو کچھ ہے وہ محض نفس کا فریب ہی فریب ہے۔ پھر ایک تاسف اور اکثر تکلیف دہ رہتا ہے کہ اتنے بڑے شیخ وقت کے قدم پکڑے ہوئے ہیں اور پھر بھی اپنی کوتاہی عمل۔ کوتاہی قسمت سے ہر قسم کے فیوض سے محروم ہوں۔ حضور سے التجا ہے کہ میرے لئے دعا فرمائیں اور میری رہبری فرمائیں تاکہ دنیا وآخرت سنور جائے۔

جواب:۔ سب کا فیصلہ مواعظ میں ہے اور عجب نہیں میرے خطوط سابقہ میں بھی ہو۔ باقی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۴۶ ہردوئی مورخہ ۱۶ جون ۱۹۳۱ء

حال:- اس عریضہ میں اپنی ظاہری نجی معاش وغیرہ کی پریشانی کچھ اپنی کچھ والدہ حسن کی اور کچھ احمد بچہ مرحوم کی بیماری، کچھ عبدالقیوم کی طویل بیماری اور پریشانیاں اور کچھ باطنی تشویش واضطراب کا حال مفصل لکھا تھا آخر میں یہ جملے ہیں "میرے مولا۔ میری دستگیری فرمایئے۔ میں نے تو حضور ہی کا دامن تھاما ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی پریشانیاں میرا دین بھی خراب کردیں۔ اللہ ان تفکرات کی کھائیوں سے نکال کر مجھے صلاح وفلاح کی شاہراہ پر لگا دیجئے۔ میرے حامی ومرشد حضور ہی ہیں۔ میرا سہارا اور آسرا حضور ہی کی توجہ خاص پر منحصر ہے۔ اللہ جل وشانہ کی رحمت وفضل وکرم حضور ہی کے توسل سے حاصل ہونا ممکن ہے۔ ورنہ میں تو سراپا گندگی اور آلودہ عصیان ہوں۔ میری بے بسی ومجبوری قابل رحم ہے۔

جواب:- دل بہت کڑھا۔ مگر بجز دعا کے کیا ہو سکتا ہے۔ اخراجات البتہ کم کیجئے گو بے مروتی سمجھی جائے۔

مکتوب نمبر ۴۷ ہردوئی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۱ء

حال:- حضور کی دعا سے اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- حضور سے دعائے استقامت فلاح ودین ودنیا کا طالب ہوں۔

جواب:- دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔

حال:- حضور سے دعا ہے کہ عبدالقیوم کی صحت کے لئے اور ادائے قرض کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں۔

جواب:۔ دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۴۸ ہردوئی مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۱ء

حال:۔ حضور والا میری حالت باطنی کسی طرح درست نہیں ہوتی۔

جواب:۔ حالت باطنی کے درست ہونے کی تفسیر آپ کے ذہن میں کیا ہے۔

حال:۔ جو کچھ اس کے درستی کے طریقے ہیں برابر استعمال کرتا ہوں لیکن یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاید مجھ میں درستی کی صلاحیت نہیں۔

جواب:۔ آخر اس کی دلیل کیا ہے یا محض بلا دلیل خیال ہے۔

مکتوب نمبر ۴۹ ہردوئی مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۳۱ء

حال:۔ حضور والا میری حالت یہ ہے کہ ایک مدت سے مجھے اپنی اصلاح کی فکر ہے۔ چنانچہ اس کے واسطے جو کچھ ذرائع اور تدابیر حضور والا کے ارشادات و تصانیف سے معلوم ہوتی ہیں ان کو اہتمام کے ساتھ اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس خیال پر عمل کچھ ہی دن رہتا ہے۔ پھر وہی غفلت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب اکثر دنیاوی اشغال میں منہمک ہونا ہوتا ہے۔ نماز میں چاہتا ہوں کہ یکسوئی اور توجہ قائم رہے۔ لیکن ایک ہی نماز کے دوران میں کئی کئی مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ عادتاً الفاظ و ارکان کا اعادہ ہوتا رہتا ہے اور دماغ غیر حاضر رہتا ہے۔ اوراد مقررہ کے وقت شروع ہی سے خیال ہوتا ہے کہ کسی طرح جلد ختم کر لئے جائیں۔ نہ دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور نہ دل لگتا ہے۔ سفر میں اکثر اور ذرا سی بیماری میں بھی اوراد وغیرہ کو ناغہ کر دینے اور نماز میں تخفیف کر دینے کے لئے آسانی سے عذر ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ یہ خیال کرتا ہوں کہ آج یوں ہی پڑھ لوں۔ اطمینان

میسر ہونے پر دل لگا کر پڑھوں گا۔ مگر مدتیں ہو گئی ہیں یہی حالت ہے۔ جن معائب کو احتیاط کے ساتھ ترک کرتا ہوں تھوڑے دنوں کے بعد پھر انہیں میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ بار بار طبیعت بے پرواہی اور غفلت کی طرف عود کر آتی ہے۔ سب سے اہم بات غیبت کا مسئلہ ہے۔ بہت اہتمام کے ساتھ قصد کرتا ہوں کہ غیبت نہ کروں گا اور نہ سنوں گا۔ نہ کرنے پر تو کچھ قدرت برائے چندے حاصل ہو بھی جاتی ہے لیکن نہ سننے کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔ اور اس میں میں اپنی فطری کمزوری محسوس کرتا ہوں۔ جہاں چار آدمی جمع ہوں گے کچھ نہ کچھ غیبت آمیز گفتگو ضرور ہو گی۔ میں اس سے اجتناب کرتا ہوں لیکن پھر اس طرف سے بے پرواہی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس میں اکثر شریک ہو جاتا ہوں۔ خود بھی جب اندر سے تقاضہ ہوا تو رک جاتا ہوں مگر اکثر سلسلہ گفتگو میں دوسروں کے متعلق غیبت کی باتوں میں حصہ لیتا ہوں۔ انہیں باتوں کو جب کسی وقت غور کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اہتمام خیال کے بھی طبیعت کی درستی نہیں ہوتی۔ جب اپنی حالت کی گندگی بہت محسوس ہوتی ہے تو حضور کو لکھ بیٹھتا ہوں۔ حضور سے دعاؤں کا ملتجی ہوں کہ مجھے ہمت و استقلال کی توفیق خداوند تعالیٰ نصیب فرمادے۔

جواب:- ان سب حالات میں انتخاب کی ضرورت ہے کہ کون حالت اختیاری ہے اور کون غیر اختیاری۔ غیر اختیاری قابل فکر نہیں۔ اس کے لئے صرف دعا ہے اور اختیاری میں اختیار سے کام لینا چاہئے۔ جو کوتاہی ہو جائے باقاعدہ توبہ کرنا چاہئے۔ بس اصل طریق کار یہی ہے۔ اس سے زیادہ کسی کے اختیار میں نہیں۔ جو حالت پیش آئے اسی معیار پر منطبق کر لی جائے۔ اگر منطبق نہ ہو سکے مع اس پرچہ کے اس کی اطلاع کی جائے۔

مکتوب نمبر ۵۰ خانقاہ تھانہ بھون مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء

حال:- میرے واسطے اگر کسی کتاب کا مطالعہ مفید ہو یا جو حضور مناسب سمجھیں فرما دیں۔ تاکہ یہاں کے قیام میں مطالعہ کر ڈالوں۔

جواب:- نزہۃ البساتین۔ اگر مدرسہ میں موجود ہو عاریتاً لے لیجئے مولوی مصباح حسین صاحب محافظ کتب خانہ سے معلوم ہو جائے گا۔ ورنہ مولوی شبیر علی سے خرید لیجئے۔

نوٹ:۔ میں نے زمانہ قیام ہر دوئی دوران پیشہ وکالت ایک ہفت روزہ اخبار "ترجمان" جاری کیا تھا۔ اس کی اطلاع میں نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو کی۔ اس کا موقعہ حاضری تھانہ بھون کے وقت زبانی تفصیل بیان کرنے کا مل گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اخبارات میں بڑی بے احتیاطی سے کام لیا جاتا ہے۔ ہر طرح کی خبریں شائع ہوتی ہیں جو شرعاً بعض وقت قابل اعتراض ہوتی ہیں اس طرح اشتہارات بھی خلاف شرع شائع کرتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ جو اخبار جاری کیا جائے وہ ان تمام مکروہات شرعیہ سے پاک ہو۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ اس کے مضامین کی نوعیت کا اندازہ کسی عالم کے مشورے سے کر لیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کرم سے میں اس قدر بیباک ہو گیا تھا کہ بلا تکلف اس عرض کرنے کی جرات کر لی کہ حضرت کے سامنے اگر میں ایسے مضامین جو عموماً اخبار میں شائع ہوتے ہیں تھوڑے تھوڑے کر کے پیش کروں اور حضرت اس پر نظر فرما کر تنقید فرما دیں تو میرے لئے شاید راہ عمل استوار ہو جائے۔ حضرت والا نے بڑی ہی شفقت سے اس کو منظور کر لیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس تواضع اور ایثار اور حق اعانت تعلق کی مثال کسی اور سے ملنا محال ہے۔ میں صفحے کے صفحے ارسال

خدمت کرتا رہا اور حضرت اس پر نظر فرما کر واپس فرمایا کرتے۔ ان مکتوبات میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

مکتوب نمبر ۵۱ ہردوئی مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۲ء

حال:- حضور عالی نے ازراہ شفقت بزرگانہ جو میرے استدعا پر مہربانی فرما کر مسودہ مضامین اخبار کے ملاحظہ فرمالینے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔

جواب:- السلام علیکم! دوستوں کی خدمت اور وہ بھی دین عین راحت ہے۔

حال:- اس کی بدولت مجھ کو بہت ہی زیادہ اس معاملہ میں ہدایت ہوگئی ہے۔

جواب:- الحمد للہ

حال:- انشاء اللہ اس کے بموجب ہمیشہ عمل در آمد رہے گا۔ اخبار مورخہ ۶ فروری ۱۹۳۲ء جو حضور والا کی خدمت میں ارسال ہے اس میں بجز صفحہ ۸۔ ۴ کے تمام مضامین حضور کے ملاحظہ شدہ ہیں۔ ان صفحات کے مضامین وقت کے کم ہونے کی وجہ سے ارسال خدمت نہ ہوسکے۔ انشاء اللہ یہ اخبار میرے لئے نمونہ رہے گا۔ جی چاہتا ہے کہ مسلسل چند اخباروں کے مسودات حضور کے ملاحظہ سے گذر جائیں۔

جواب:- ہر مضمون کی مقدار قابل تحمل ہو اور ہر دو مضمون کے درمیان ایک ہفتہ کا فصل ہو۔

حال:- لیکن اس قدر زحمت دینے کو دل گوارا نہیں کرتا اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ وہ مضامین جن کے متعلق مجھے تذبذب ہوگا اور یا جن پر حضور کی نظر پڑ جانا ضروری سمجھوں گا ارسال خدمت کرتا رہوں گا اور مشورہ سے مستفیض ہوں گا۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب کے صدقے میں حضور کے چشمہ فیوض وبرکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور تمام مسلمانوں کو اور ہم کو

ان سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اس وقت دو اشتہار ملاحظہ کے واسطے ارسال ہیں اگر خلاف شرع ہوں تو اشاعت سے انکار کر دیا جائے۔

جواب:- خلاف شرع نہیں۔

مکتوب نمبر ۵۲

ہردوئی مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۳۲ء

حال:- کچھ عرصہ سے بیمار ہوں۔ بخار میں مبتلا رہا۔ اب بھی زکامی خلش باقی ہے۔ میں مہینہ سوا مہینہ سے بیمار ہوں۔ بخار وغیرہ کی شکایت رہی۔ اب کچھ زکامی خلش باقی ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ شفاء کامل بخشے۔

حال:- کمزوری کے سبب سے اور چند تفکرات کی وجہ سے دماغ پریشان ہو گیا ہے اور ہمت پست ہو گئی ہے۔

جواب:- اس میں بھی اجر ملتا ہے۔

مکتوب نمبر ۵۳

ہردوئی مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۲ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب:- السلام علیکم۔

حال:- میں اپنے معمولات پر بحمد اللہ کاربند ہوں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ برکت فرماوے۔

حال:- پچھلے دنوں میں بیماریوں اور پریشانیوں کا ایک سلسلہ رہا۔ مجھے بار بار اپنی پریشانیوں کا حال حضور کی خدمت میں لکھتے ہوئے اب حجاب سا پیدا ہونے لگا ہے۔

جواب:- حجاب کی کیا بات ہے۔ دعا ہی ہو جاتی ہے۔

حال:- اپنی کوتاہی عمل سے کبھی اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ اپنی اصلاح کے واسطے حضور سے استفادہ کروں۔ اس کے برعکس جب عریضہ تحریر کرتا ہوں مجبوراً اپنی پریشانیوں کا ذکر کرنا پڑتا ہے اور بعض وقت خوف معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں تقدیر کی شکایت نہ ہوتی ہو۔ اور بار بار اس مضمون کا اعادہ خاطر گرامی پر گراں نہ ہو۔ مگر اپنی حالت اگر حضور سے نہ کہوں تو کس سے کہوں۔ حضور کی حد سے زیادہ شفقت بزرگانہ اور عنایات مجھ ناکارہ پر میری حیثیت سے کہیں زیادہ ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری تسکین و تقویت کا انحصار حضور ہی کی توجہ اور دعا پر ہے۔ اور امیدوار ہوں کہ کیا عجب کبھی حضور کے قدموں کی برکت سے مجھے توفیق اعمال صالحہ اور توشہ سعادت دارین بھی حاصل ہو جائے گا۔

ان دنوں پھر وجہ پریشانی یہ ہے کہ میری رسیوری (منیجری علاقہ زمینداری) پر حاکم نے حملہ کیا ہے۔ میرا حق السعی کم کرنے کا حکم دیا ہے۔ آئندہ کے لئے میرے طرز عمل کے واسطے نہایت سخت اور ناقابل عمل احکامات صادر کئے ہیں۔ بے بنیاد اعتراضات کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور کی توجہ کی بدولت میں اپنا کار منصبی نہایت دیانت داری، جفاکشی اور سلامت روی کے ساتھ انجام دے رہا ہوں۔ اس لئے اس کو کوئی خاص گرفت کا موقع نہیں ملتا۔ سال بھر سے وہ برابر اس کوشش میں ہے کہ کوئی گرفت مل جائے مگر اللہ کے فضل سے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ چاہتا ہے کہ میں پریشان ہو کر اور تنگ آکر خود چھوڑ دوں تاکہ وہ میری جگہ کسی شیعی کو مقرر کر دے۔ میں نے بارہا چاہا کہ ایسی حالت میں برطرف ہو جاؤں مگر لوگوں نے منع کیا۔ اور میں نے بھی اس کو چھوڑ کر آئندہ کی معاش کے لئے

پریشانی کی صورت دیکھی۔ اس لئے سب سختیاں برداشت کرتا رہا اور صبر سے کام لیا۔ ایسی باتوں سے قلب میں متواتر تشویش رہتی ہے اور صحت پر اثر پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری پریشانیاں میرے گناہوں کا نتیجہ ہیں اور میری کوتاہی عمل کا خمیازہ ہیں۔ باری تعالیٰ میں اس کے لئے استغفار کرتا رہتا ہوں، حضور دعا فرمادیں کہ استغفار قبول ہو جائے۔ بہت ہی ناکارہ ہوں، بہت ہی تہی قسمت ہوں۔ آفتاب ہدایت جلوہ افروز ہے اور میں اپنے گناہوں کی ظلمت میں گرفتار ہوں۔ میری حالت پر رحم فرماکر دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہ مجھ پر رحم فرمادے۔

جواب:- پریشان نہ ہونا چاہئے۔ جب آپ چھوڑنے کے لئے آمادہ ہیں پھر اس سے زیادہ تو اور کچھ نہیں۔ سمجھ لیا جائے کہ اگر خدانخواستہ علیحدگی بھی ہوگئی تو یہی سمجھ لیں گے کہ خود علیحدہ ہوگئے۔ باقی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۵۴ ہردوئی مورخہ ۷ مئی ۱۹۳۲ء

حال:- رسیوری کی شرح کمیشن عدالت نے کم کردی تھی اور مجھ پر قرض کا بار اور زیادہ تھا اور اسی قسم کی معاشی پریشانی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو لکھی تھی جس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

جواب:- دل کڑھا۔ دل سے دعا کرتا ہوں اور بجز دعا کے کیا ہو سکتا ہے۔

مکتوب نمبر ۵۵ ہردوئی مورخہ ۴ جون ۱۹۳۲ء

حال:- آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانك انی کنتُ من الظالمین کے بہت فضائل مذکور ہیں۔ اس کا ورد کس طرح کیا جاتا ہے اگر میرے لئے مناسب ہو تو مطلع فرمادیں۔

جواب:- دعا کے درجہ میں کوئی خاص طریق نہیں۔ جس قدر آسان ہو پڑھ لیا جائے۔

مکتوب نمبر ۵۶ ہردوئی مورخہ ۱۰ جون ۱۹۳۲ء

حال:- ذکر کرتے وقت اب تک یکسوئی نصیب نہیں ہوئی۔

جواب:- کچھ مضر نہیں۔ جب کپڑا سل جائے پھر اگر ایک سوئی بھی نہ رہے کیا حرج ہے۔

حال:- حضور والا کی جوتیوں کے طفیل میں اس قدر بات اکثر نصیب ہو جاتی ہے کہ کسی لغوبات میں مشغول ہونے سے طبعیت اندر سے رکتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ بجائے اس کے ذکر ہی کیا جائے تو بہتر ہے۔ اور طبیعت میں بعض معاصی سے طبعًا تنفر سا پیدا ہو گیا ہے۔ اگر غفلت میں کسی معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو جلد استغفار کی توفیق ہو جاتی ہے۔ حضور والا دعا فرما دیں کہ میری حالت درست ہو جائے۔ اوراد مذکورہ بالا میں استقلال و برکت اللہ جل شانہ مرحمت فرمادیں۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ سب درست ہو جائے گی۔

مکتوب نمبر ۵۷ ہردوئی مورخہ ۲۲ جون ۱۹۳۲ء

حال:- میں نے بعد حصول اجازت مولوی شبیر علی صاحب اخبار ترجمان میں رسالہ النور سے دو مضمون حیات المسلمین واحوال الصادقین مسلسل نقل کرنا شروع کر دیئے ہیں...... انشاءاللہ ناظرین کے لئے بہت نافع ہوں گے۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ۔

حال:- میں نے چاہا تھا کہ امداد الفتاوی سے عام فہم اور ضروری فتاویٰ نقل کر کے اس اخبار میں شائع کرتا رہوں ...... مگر بعد میں یہ کام میری استعداد

واستطاعت سے باہر معلوم ہوا اس لئے اس کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔ کوئی مضمون عام اشاعت کے لئے وہاں سے اگر مل جایا کرے تو بہت ہی مناسب ہوگا۔

جواب:- انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کا خیال رکھوں گا۔

مکتوب نمبر ۵۸

ہردوئی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۲ء

حال:- رسیوری کے متعلق لکھا تھا کہ حضور والا کی دعاؤں کی برکت سے سب جج نے پھر تمام احکامات میرے موافق صادر کردیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میں مطمئن ہوں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ ہمیشہ مطمئن رکھے۔

مکتوب نمبر ۵۹

ہردوئی مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۳۲ء

حال:- معاملات رسیوری میں حاکم نے کچھ ایسی متعصّبانہ صورت اختیار کر رکھی ہے کہ برابر مجھے پریشان کر رہا ہے۔ اس طرف تمام معاملات طے ہوگئے تھے اب پھر حکم جاری کیا ہے کہ ایک مہینہ کے اندر دس ہزار روپیہ کی ضمانت داخل کروں۔ حالانکہ میں چار سال سے کام کر رہا ہوں۔ اب تک کبھی اس کا سوال پیدا نہیں ہوا ...... حضور دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کارسازی سے آسان فرمادیں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ آسان فرمادے۔

حال:- حضور والا ابتدا میں مجھے ذرا ذرا سی بات میں بہت پریشانی لاحق ہو جاتی تھی اور اس کے لئے فکر ہوتی تھی کہ کسی کی خوشامد یا سفارش سے کام لے کر معاملہ رفع دفع کرالیا جائے۔ اس کے لئے بہت پریشانیاں اٹھانا پڑتی تھیں

اور طبیعت پر مستقل طور پر بہت اثر پڑتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اگر ایک بات ختم ہوئی تو دوسری پیدا ہو گئی جو بالکل میرے قابو سے باہر ہے کہ ہر ایک کا تدارک کر سکوں۔ اعتقاداً تو بحمد اللہ ہمیشہ ہی سمجھا کہ جو کچھ ہے منجانب اللہ ہے اور میری بہتری کے لئے ہے۔ لیکن فطرتاً دل مشوش رہتا تھا۔ اب حضور کی دعاؤں کی برکت سے یہ حالت پیدا ہو گئی ہے کہ ان امور کو قطعی غیر اختیاری سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر متوکل ہو جاتا ہوں۔ اور پھر قلب میں کسی طرح کی تشویش پیدا نہیں ہوتی۔ اس پر پورا یقین ہوتا ہے کہ جس طرح اب تک مختلف قسم کی بظاہر سخت سے سخت پریشانیاں لاحق ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ایک خاص وقت کے بعد رفع فرمادیا اس لئے اب جو حالت پریشانی پیدا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ اس لئے اب نہ کسی سے سفارش کرانے کو جی چاہتا ہے اور نہ کسی کی خوشامد کرنے کو دل گوارا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خود تضرع کے ساتھ دعا کرتا ہوں اور حضور والا کو دعا کے لئے تحریر کر کے بالکل مطمئن ہو جاتا ہوں۔

جواب:- سبحان اللہ مبارک حالت ہے۔

حال:- دوسری بات ابتدا میں یہ تھی کہ جو پریشانی لاحق ہوتی تھی اس کا ذکر ہر شخص سے کرتا تھا اور اپنی پریشانی اور حاکم کی زیادتی اور تعصب کا حال بیان کیا کرتا تھا۔ حاکم کو بہت برا کہنے کو جی چاہتا تھا اور ہر شخص سے اس کی شکایت کرتا تھا۔ حالانکہ دل اندر سے ان کو پسند نہ کرتا تھا اور برابر اس کا خیال رہتا تھا کہ اپنی پریشانیوں کا حال ہر ایک سے کہنا گویا اللہ تعالیٰ کی شکایت اور دوسری نعمتوں کی ناشکری ہے مگر پھر بھی شکایتوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ بھی سمجھتا تھا کہ حاکم کو برا بھلا کہنا بھی ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس کے اختیار میں

کیا ہے جو ہو رہا ہے وہ منجانب اللہ ہے۔ مگر پھر بھی جی چاہتا تھا کہ ہر ایک سے اس کے تعصب کی شکایت کروں اور اس کو زبان سے برا کہوں۔ لیکن اب ان دونوں حالتوں میں بھی نمایاں انقلاب محسوس کرتا ہوں۔ اب اپنی پریشانی ہر ایک سے کہتے ہوئے زبان رکتی ہے کہ کس منہ سے اس پریشانی کا ذکر کروں یہ تو ایک نہ ایک وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے رفع ہو ہی جاتی ہے مگر اس کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوتی ہے۔ اس نے دوسری جو بیشمار نعمتیں دے رکھی ہیں وہی میری حیثیت سے بہت زیادہ ہیں۔ اور جو کچھ پریشانی ہے وہ میرے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اس میں کسی حاکم کو کیوں مطعون کروں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے کیوں نہ استغفار کروں اور اُنہیں سے کیوں نہ رحم و کرم کی استدعا کروں۔ ہر وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ جس حالت میں ہوں لاکھوں سے بہت بہتر حالت میں ہوں۔ اس لئے تمام امور اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیئے ہیں اور سبب اختیار کرنے کو جی نہیں چاہتا اس لئے کہ اس کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ چلتے پھرتے ہر وقت درود شریف یا لآ الٰہ الا اللہ پڑھا کرتا ہوں۔

جواب:- **ماشاءاللہ اللّٰھم زد فزد.**

حال:- یہ سب کچھ محض حضور والا کی توجہ وشفقت ودعا کی برکت کا اثر بین معلوم ہوتا ہے ورنہ میں تو بہت ہی بد اعمال اور گندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرما دے۔

امید ہے کہ حضور والا میرے خیالات کی اصلاح فرمائیں گے اور میرے واسطے خاص طور پر ایسی دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا مستحق ہو جاؤں اور میری دینی ودنیوی حالت سنور جائے۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

مکتوب نمبر ۶۰ ہر دوئی مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء

حال:- اس عریضہ میں سب جج کی زیادتیوں کا ذکر ہے اور یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ وہ مجھ کو رسیوری سے برطرف کردے۔ مگر بحمد اللہ میرے حسابات بالکل صاف ہیں اسلئے مجھ کو جمعیت خاطر نصیب ہے۔ پھر استدعا کی ہے کہ دعا فرمادیں اگر خدانخواستہ برطرفی بھیجے تو مجھے رضائے الٰہی پر صبر و شکر کی توفیق نصیب ہو اور آئندہ معاش کے لئے مجھے پریشانی اور فکر لاحق نہ ہو۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ کیا خدانخواستہ اگر اس نے علیحدہ کردیا تو اپیل نہیں ہو سکتی۔

مکتوب نمبر ۶۱ ہر دوئی مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۲ء

حال:- مجھ کو رسیوری سے برطرف کرنے کے لئے جب کوئی تدبیر سب جج کی کارگر نہ ہوئی تو جس قدر روپیہ میں نے وصول کیا تھا وہ دوسری جگہ صرف کردیا اور سرکاری مال گزاری میں بقایا چھوڑ دیا۔

جواب:- کیا آپ نے روپیہ داخل کر کے رسید نہیں لی اور کیا رسید میں یہ تصریح نہیں ہوتی کہ بابت مال گزاری وصول ہوا۔

حال:- چنانچہ سرکاری مال گزاری کا مطالبہ ہوا تو سب جج نے مجھے معطل کردیا اور علاقہ تحصیل دار کے سپرد کردیا کہ سرکاری مال گزاری خود وصول کرلیں۔ میرے عملے کو برخاست کردیا اور مجھ سے سب کاغذات داخل کرائے۔ گو ابھی معطل کیا ہے مگر قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اب دوسرا انتظام کرے گا۔ بہرکیف جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں میرے

لئے بہتری ضرور ہے۔ تخمیناً سو روپیہ ماہوار کی آمدنی کا ذریعہ تھا اور وکالت میں آج کل اس قدر آمدنی بہت مشکل ہے۔ طبعاً اس واقعہ سے طبیعت پر اثر ضرور پڑا اور مقروض ہونے کی حیثیت سے ادائے قرض کے لئے پریشانی نظر آنے لگی لیکن بحمد اللہ جس دن سے حکم سنا ہے طبیعت میں سکون ہے ورنہ ہر وقت سب جج کی زیادتی سے قلب میں ملال اور ہیجان رہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار ہوں اور خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی نہ کوئی صورت اس سے بہتر پیدا ہو جائے گی۔ حضور والا دعا فرمادیں کہ اللہ جل شانہ میرے لئے عزت وعافیت والا ذریعہ معاش پیدا کر دیں اور مجھے قرض سے سبکدوش فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- السلام علیکم رنج بھی ہوا اور حکمت الٰہیہ پر نظر کر کے رنج کو کم بھی کیا۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمادے۔

مکتوب نمبر ۶۲ ہردوئی مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء

حال:- رسیوری کے معطل ہونے کے بعد سے پھر عدالت کا اب تک کوئی دوسرا حکم نہیں ہوا۔ میں نے اللہ تعالیٰ پر سب امور چھوڑ دیئے ہیں۔ میرے بس میں کوئی کوشش ہے نہ تدبیر۔ حضور والا سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

جواب:- رنج ہوتا ہے۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۶۳ ہردوئی مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء

حال:- کل سب جج نے مجھے بالآخر رسیوری سے علیحدہ کر ہی دیا۔ مجھ پر کوئی الزام نہیں بجز اس کے کہ میں مطمئن نہیں ہوں۔ دو سال تک اس نے مجھے

مسلسل پریشان رکھا..... اور تکلیف دی۔ اب یکسوئی ہو گئی۔ صرف قرض سے زیر بار ہونے کی وجہ سے اور بھائی عبدالقیوم کی بیماری کی وجہ سے اس کا اثر ہوا۔ ایک مستقل ذریعہ آمدنی بند ہو گیا۔ مگر انشاء اللہ حضور کی دعا کی بدولت اس سے بہتر صورت رزاق مطلق پیدا کر دے گا۔ وکالت کے کام سے مجھے بالکل نفرت ہے اور اپنے آپ میں اس کی اہلیت بھی نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے معاصی کے لئے استغفار کرتا ہوں کہ کوئی عافیت اور عزت کا ذریعہ آمدنی غیب سے مہیا فرمادیں اور کوئی ایسی صورت پیدا کر دیں کہ اکل حلال حاصل ہو۔ میرا سہارا حضور کی دعا اور توجہ ہے۔

جواب:- السلام علیکم۔ ایک طرح کا رنج تو ہوا۔ مگر طرح طرح کے رنجوں سے نجات ہوئی اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمادے۔

مکتوب نمبر ۶۴ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء

حال:- ایک عریضہ پرسوں رسیوری کے ختم ہو جانے کے متعلق ارسال کر چکا ہوں۔ کل دفعتاً ایک حکم کے ذریعے سب جج کا تبادلہ یہاں سے ہو گیا۔ اس کی جگہ ایک کشمیری سب جج مقرر ہوا ہے۔ سابق سب جج نے میری برطرفی کا اعلان زبانی کر دیا تھا اور تحریراً ایک دوسرے وکیل کو مقرر کر کے رائے طلب کی تھی کہ رسیوری کے قیام سے فریقین مقدمہ کو کوئی نفع ہے یا نہیں۔ وکلائے فریقین میرے موافق تھے اور رسیوری کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ مگر دفعتاً سب جج کا تبادلہ ہو گیا۔ عام طور پر زبان زد ہے کہ عبدالحیؔ کا صبر کام آیا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور کی توجہ کا بین کرشمہ ظہور میں آیا۔ یہ سب جج بہت بدنام ہو کر یہاں سے گیا ہے اور عام لوگوں کو میرے ساتھ ہمدردی ہے۔ حضور والا کی توجہ شامل حال ہو تو انشاء اللہ سب کام درست ہو

جائیں گے اور یہ نیا سب جج معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کرے گا۔ اس کو سب حقیقت پہلے سے معلوم ہے۔ حضور والا رفع پریشانی اور فلاح کے لئے دعا فرمادیں۔

جواب:- السلام علیکم۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔ اس کی تبدیلی مبارک ہو۔ خدا کرے جلدی دوسری مبارک باد یعنی آپ کے تقرر کی جلد ہی پیش کرسکوں۔

مکتوب نمبر ۶۵ ہردوئی مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۲ء

حال:- اب جو نئے سب جج آئے ہیں انہوں نے مجھ سے چند امور کے متعلق جواب طلب کیا ہے کہ سابق جج نے جو الزامات عائد کئے ہیں اُن کا تمہارے پاس کیا جواب ہے...... مجھ پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں اُن کے متعلق انشاءاللہ شافی جوابات پیش کردوں گا جس سے حقیقت الامر بالکل منکشف ہو جائے گی اور میری برأت ثابت ہو جائے گی...... اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں میری مدد فرمادے۔

جواب:- آمین۔ دل سے دعا ہے۔

حال:- یہ سب جج کشمیری ہیں بظاہر ان کا اخلاق بہت اچھا ہے اور مجھ سے مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ مگر ہر حال میں میری نظر اللہ جل شانہ پر ہے۔

جواب:- بے شک ایسا ہی چاہئے اور اس کی برکت ہو گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

حال:- حضور والا میرے لئے جملہ امور کے واسطے دعا فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

حال:- آج کل خواجہ عزیز الحسن صاحب یہاں دورے پر تشریف رکھتے ہیں۔

جواب:- خوشی کی بات ہے۔

مکتوب نمبر ٦٦ . ہردوئی مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- میں خیریت سے ہوں۔

حال:- مجھ سے جو جوابات متعلق رسیوری طلب کئے گئے تھے وہ میں نے داخل کر دیئے ہیں۔ ۳دسمبر ۱۹۳۲ء کو ان پر کوئی حکم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو جس امر میں بہتری منظور ہوگی انشاء اللہ اس کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ حضور والا سے دعائے کامیابی وعافیت کے لئے مستدعی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ آپ جب یاد آجاتے ہیں میں دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ٦٧ اورئی مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء

حال:- پس از ادائے آداب غلامانہ التماس ہے۔ حضور والا کی خیریت مزاج درگا رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- السلام علیکم! خیریت سے ہوں۔

حال:- حضور والا کی دعاؤں کی برکت سے الحمدللہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ بعد نماز فجر ۳ ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات۔ پانچ سو مرتبہ ذکر لاالٰہ الا اللہ کرتا ہوں اور تلاوت بقدر نصف پارہ اور مناجات مقبول وغیرہ پڑھتا ہوں۔ ہر نماز پنج گانہ کے بعد ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف اور ایک تسبیح لاالہ الا اللہ، چہار قل، آیۃ الکرسی پڑھتا ہوں۔ بعد نماز عصر حزب البحر اور حضور کے مواعظ پڑھتا ہوں۔

ہر وقت چلتے پھرتے کبھی استغفار، کبھی درود شریف اور کبھی لا الا اللہ پڑھتا ہوں۔ آج کل یہ حالت ہے کہ فضول باتوں سے بہت جی گھبراتا ہے۔ کسی

بات میں دلچسپی معلوم نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے میری حالت بہت ہی خراب ہے اور مجھے اپنے نفس کی اصلاح کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہوتا ہے معاصی سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کاملہ کے لئے ہر وقت دعا کرتا رہتا ہوں۔ حضور والا کی دعاؤں اور توجہ کا بہت زیادہ محتاج ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھے اس کی توفیق عطا فرمادیں کہ حضور والا سے فیوض حاصل کرنے کی مجھ میں قابلیت پیدا ہو جائے۔ بعض وقت اس تمنا کے لئے جس قدر دل بیتاب ہوتا ہے اس کیفیت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

جواب:- یہ سب مقدمات کامیابی کے ہیں۔

حال:- مجھے اپنی اس حالت پر بہت افسوس ہوتا ہے کہ حضور والا کو جب عریضہ تحریر کرتا ہوں اس میں اپنی پریشانیوں ہی کے لئے دعا کے واسطے عرض کرتا ہوں۔ اور جو بات حضور سے حاصل کرنا چاہئے اس کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ حضور والا میری حالت پر رحم فرما کر میرے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری دین و دنیا دونوں حالتوں کو بحسن الوجوہ سنوار دیں اور میرے گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

حال:- جی چاہتا ہے کہ اس بار رمضان شریف میں تمام تر عبادت میں بسر کروں اور ہر ظاہری و باطنی معصیت سے بچوں۔ اس کے واسطے حضور دعا فرمادیں کہ مجھے اس کی توفیق میسر ہو جائے۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

حال:- اور اس ماہ مبارک میں جو کچھ میرے لئے مناسب ہو حضور والا تجویز فرمادیں اس پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کروں۔

جواب:- تلاوت قرآن اور جب اس سے تھکان ہو جائے پس تہلیل سب سے افضل ہے۔

اس خط کے حاشیہ پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا:

"از حاضر الوقت عزیز الحسن سلام مسنون ودعائے خیر مقدمات کامیابی کے مبارک ہوں۔ تہلیل کے معنی شاید نہ معلوم ہوں اسلئے لکھتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ۔" حضرت آپکی فہم اور قوت قلب کی تعریف فرماتے تھے۔ مبارک ہو اللہ تعالیٰ جلد آپکو دینی ودنیوی کامیابی عطا فرمائے۔

مکتوب نمبر ۶۸ ہردوئی مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء

حال:- پرسوں عدالت نے میرے معاملات رسیوری کو ختم کر دیا۔ چونکہ آج کل زرعی حالت متواتر خراب ہے اس لئے رسیوری کے قیام سے قرض خواہوں کو کوئی نفع نہیں ہے اس بناء پر عدالت نے اس کا قیام ضروری نہ سمجھا اور رسیوری توڑ دی۔ الخیر فی ما وقع کہہ کر میں نے اپنے دل کو مطمئن کر لیا...... بحمد اللہ میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نہایت عزت و آبرو کے ساتھ سبکدوش ہو گیا۔ انشاء اللہ اب میرے لئے اس سے بہتر صورت پیدا ہو جائے گی۔

بظاہر اس رسیوری کے ختم ہو جانے سے چند نقصانات پہنچے مگر حقیقتاً بے شمار نفع حاصل ہوئے ہیں۔ نقصان تو یہ کہ بظاہر ذریعہ آمدنی ختم ہو گیا۔ پھر میرے لئے اب روز اول ہے۔ وکالت کا کام چلتا نہیں۔ منافع میں سب سے بڑا نفع یہ ملا کہ اس سلسلہ میں متعدد بار حضور والا کی خدمت میں عریضے تحریر کرنے کی توفیق ملی۔ اور حضور والا کے بے انتہا مشفقانہ دعاؤں سے میرا دامن مالا مال رہا جو یقیناً انشاء اللہ تعالیٰ میرے لئے ذخیرہ آخرت بن کر

میری سعادت وفلاح کا سبب ہوں گی اور یہاں بھی میرے مستقبل کو منور وبار آور بنادیں گی۔ بحمد للہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ بعد تہجد بارہ تسبیح پڑھتا ہوں۔ حضور والا سے دعائے صلاح وفلاح کا طالب ہوں اور جو میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

جواب:- السلام علیکم۔ طبعًا رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرمادے۔

مکتوب نمبر ۶۹ ہردوئی مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۳۳ء

حال:- بحمد اللہ حضور والا کی دعاؤں کا اثر ہے کہ آج کل میرا قلب بالکل مطمئن ہے۔

جواب:- بحمد اللہ۔

حال:- حالانکہ ماحول یہاں پریشان کن ہے اور بظاہر ایسے اسباب ہیں کہ اب عنقریب ہردوئی چھوڑنے پر مجبور ہوں۔

جواب:- الخیر فی ماوقع۔

حال:- حضور والا خاص طور پر میرے لئے جملہ امور کے واسطے دعا فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

مکتوب نمبر ۷۰ ہردوئی مورخہ ۲ فروری ۱۹۳۳ء

حال:- اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ مواعظ کا مطالعہ جاری رہتا ہے اس پر عمل کی کوشش کرتا ہوں۔ جہاں تک ممکن ہے محتاط زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ گناہوں سے استغفار کرتا رہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھے حضور والا کے توسل سے ہدایت عطا فرمادے اور توفیق اعمال صالحہ اور ایمان کامل

نصیب فرمادیں اور ہر وقت عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ حضور والا دعاؤں سے ان امور کے لئے میری دستگیری فرمادیں۔

جواب:- سب مقاصد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۷ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۳ء

حال:- چند اسباب ایسے جمع ہو گئے ہیں کہ اب ہر دوئی چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ وکالت یہاں بالکل نہیں چلتی۔ ملازمت کی کوشش میں متعدد جگہ ناکام رہا۔ تجارت کے لئے نہ سرمایہ ہے نہ تجربہ۔ مجبوراً وکالت ہی کرنا پڑے گی مگر اس سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ فی الحال جونپور جانے کا ارادہ ہے۔ استخارہ کر رہا ہوں۔ حضور والا دعا فرمادیں جو صورت اور جس مقام پر میرے واسطے جو ذریعہ معاش مناسب ہو وہ اللہ تعالیٰ مقرر فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

حال:- چونکہ زندگی میں ایک تغیر و انقلاب ہو رہا ہے اس لئے حضور والا کی دعاؤں کا خاص طور پر محتاج ہوں تاکہ میرا مستقبل عافیت بخش ہو اور دینداری کے ساتھ زندگی بسر کر سکوں۔

جواب:- آمین۔

حال:- میرا دل چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہیں اور کام شروع کروں چند روز آستانہ حضور پر حاضر رہ کر طمانیت قلب حاصل کروں۔ مگر سر دست چند وجوہ سے یہ آرزو پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ مگر یقین ہے کہ جب حضور والا کی توجہ شامل حال ہو گی تو انشاءاللہ میرے سب کام ہو جائیں گے اور ہمیشہ میں کامیاب رہوں گا۔

جواب:- وقت پر یہ بھی ہو رہے گا۔

مکتوب نمبر ۲۷ ہردوئی مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء

حال:- پس ازادائے آداب غلامانہ التماس ہے۔ آج مجبوراً عریضہ ذرا تفصیل کے ساتھ تحریر کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ اندیشہ ہے کہ عدم الفرصتی کے سبب سے حضور والا کی طبیعت پر گرانی نہ ہو۔ اور یہ اندیشہ کچھ دنوں سے اس قدر غالب ہے کہ عریضہ ہی تحریر کرنے سے مانع ہو رہا ہے۔ اس کی خاص وجہ دل ودماغ کی پریشانی ہے۔ امید ہے کہ معذور سمجھ کر حضور والا مجھے معاف فرمادیں گے۔ کیونکہ حضور والا ہی میرے دین ودنیا کے مربی ہیں۔ ہر وقت دل میں یہی تقاضہ رہتا ہے کہ جو بات ہو حضور والا کو لکھ بھیجوں۔ کیونکہ میرا عقیدہ کامل یہ ہے کہ حضور والا کی توجہ اور دعا ہی ہر حالت میں میرے لئے بہت ہی بڑی دولت ہے۔ اور اس خوش نصیبی پر مجھے ہر دم بہت ہی ناز ہے کہ حضور والا خاص طور پر نظر محبت وشفقت فرماتے ہیں۔ حالانکہ میں ہی کوتاہی عمل اور شومئی قسمت سے ہر طرح کے فیوض سے محروم ہوں۔ کام نہ چلنے کے سبب سے میں نے مجبوراً ہردوئی چھوڑ دینے کا ارادہ کرلیا تھا۔ چنانچہ تمام سامان جونپور روانہ کر دیا تھا۔ دوسری گاڑی سے صبح روانہ ہونے والا تھا کہ ہردوئی کے اکثر معززین میرے پاس آئے اور مجھے ہردوئی چندے اور قیام کرنے پر مجبور کیا۔ اور ہر طرح کی امداد کا وعدہ کیا۔ کام کی حالت ہر جگہ خراب ہے اس لئے سب کا خیال تھا کہ دوسری جگہ منتقل ہو کر وہاں اور بھی زیادہ ناامیدی اور پریشانی ہو گی ...... ہردوئی میں عرصہ تک رہنے سے پیشتر لوگ شناسا ہو گئے ہیں اور ہر شخص کو مجھ سے ہمدردی ہے۔ یہ سب باتیں پہلے سے بھی میرے پیش نظر تھیں۔ میں نے استخارہ بھی کرلیا تھا۔ مگر کچھ ایسی ہی مجبوریاں تھیں کہ ہردوئی سے چلے جانے کا

ارادہ کرنا پڑا تھا۔ اب پھر سب کے اصرار سے یہاں رک گیا ہوں۔ کام کی حالت کچھ امید افزا نہیں ہے۔ عجب کشمکش میں مبتلا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ آج کل ہردوئی میں بالکل تنہا ہوں۔ اہل و عیال کو جونپور بھیج دیا ہے۔ سامان بھی جونپور بھیج چکا ہوں۔ میرے بھائی جو یہاں بیمار تھے ان کو والد صاحب کے پاس کانپور بھیج دیا ہے۔ اپنی ذات پر جس قدر کم اخراجات ممکن ہو سکتے ہیں وہ کر رہا ہوں۔ قرض کا بار بہت زیادہ ہے۔ وکالت کا کام بہت خراب ہے۔ اور نہ مجھے ابتداء سے اس پیشہ سے کوئی مناسبت ہے۔ بلکہ ہمیشہ متنفر سا رہا۔ اگر یہی کام کیا جائے تو نہ یہاں اس میں کوئی فلاح نظر آتی ہے اور نہ کسی دوسری جگہ منتقل ہونے میں کوئی خاص امید افزا صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ کوئی دوسری صورت فی الحال اکتساب معاش کی نظر نہیں آتی۔ ملازمت نہ ملتی ہے اور نہ اس کے ملنے کا کوئی امکان نظر آتا ہے۔ آج کل کی حالت میں تجارت بھی ممکن نہیں۔ اس کے لئے سر دست نہ سرمایہ پاس ہے اور نہ تجربہ۔ اس لئے جس طرف نظر ڈالتا ہوں ہمت شکن ماحول نظر آتا ہے۔ ایک عرصہ سے میری صحت بھی خراب ہو رہی ہے۔ مذکورہ بالا حالت پر جب خود غور و فکر کرتا ہوں تو مختلف قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ جو اکثر تکلیف دہ اور پریشان کن ہو جاتے ہیں۔ اور بعض وقت قلب ایک قسم کا اطمینان محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ خیالات حسب ذیل ہیں۔

اپنی حالت و ماحول کو دیکھ کر خیال کرتا ہوں کہ میرے سامنے کچھ امور اختیاری ہیں اور کچھ غیر اختیاری۔ غیر اختیاری پر مجھے صبر و شکر سے کام لینا چاہئے اور ان کے دفعیہ کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے۔ اور اختیاری امور حدود شرع کے اندر مجھے اختیار کرنا چاہئے اور نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

غیر اختیاری امور پر عقلاً خیال کرتا ہوں کہ مجھے پریشان کیوں ہونا چاہئے۔ جو حالت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ بہت لوگوں سے پھر بھی اچھی حالت میں ہوں۔ لیکن طبعاً پھر ماحول سے متاثر ہو کر پریشان ہو جاتا ہوں۔ پھر اسی بات کا استحضار کرتا ہوں۔ کچھ سکون ہو جاتا ہے مگر پھر وہ پرانی کیفیت غالب آجاتی ہے۔

صبر کی یہ حالت ہے کہ عقلاً یہ سمجھتا ہوں کہ پریشانی وتکلیف کے وقت راضی برضا رہنے سے اور صبر کرنے سے بڑا اجر ملتا ہے۔ اور انسان کا بھرم اسی میں ہے۔ اور خاموش رہ کر استقلال سے کام لینا چاہئے۔ مگر طبعاً یہ حال ہے کہ جہاں کسی نے دریافت حال کیا بس میں اپنے واقعات تفصیل سے بیان کرنے لگتا ہوں۔ اپنی پریشانیوں، مجبوریوں کا اظہار کرنے لگتا ہوں۔ حالانکہ اس کے بعد بہت برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لغو حرکت کیوں کی۔ کیونکہ کسی کے اختیار میں میری تکلیف کا ازالہ نہیں ہے بجز اللہ جل شانہ کے۔ انہیں سے دعائے استغفار کرنا چاہئے۔ مگر یہ عادت کسی طرح نہیں جاتی۔ حالانکہ اظہار پریشانی حال کے بعد مجھے ہمیشہ بے حد تاسف ہوتا ہے۔ اس لئے ان باتوں سے بعض وقت اس قدر طبیعت پریشان ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق سمجھنے لگتا ہوں۔ لیکن جب یہ خیال ہوتا ہے کہ مسلمان کو ناامید نہ ہونا چاہئے اور ہمت واستقلال سے کام لینا چاہئے۔ تو کچھ عرصہ کے لئے تسکین ہو جاتی ہے اور پھر وہی انقباضی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اختیاری امور میں ہزار طرح کے وسواس پیدا ہوتے ہیں کہ یہ بات اختیار کرنا چاہئے۔ وہ بات اختیار کرنا چاہئے۔ جب کسی شق کو اختیار کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اور اس کو دشوار پاتا ہوں تو خیال کرتا ہوں آسان شق کو اختیار کرنا چاہئے۔ جب اس کا ارادہ کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ

یہ پست ہمتی کی دلیل ہے۔ اس لئے برابر یہی خیال رہتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جن اسباب ضروریہ کے اختیار کرنے کا حکم ہے مجھ سے ان میں کوتاہی سرزد ہورہی ہے۔ عقلاً سمجھتا ہوں کہ یہ محض لغو وفضول خیالات ہیں۔ لیکن طبعاً اکثر دل ودماغ پر اس کا غلبہ رہتا ہے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ میرے معمولات پر ان کا اثر پڑنے لگتا ہے۔ گو بحمد للہ تمام معمولات جس طرح ہوتا ہے پورے کرلیتا ہوں۔ لیکن دل جمعی نہیں ہوتی۔ ذکر کے وقت یا تلاوت کے وقت یا نماز کے وقت یہی خیال رہتا ہے کہ اس وقت جس طرح ہو اس کو پورا کرلوں۔ پھر جب اطمینان نصیب ہوگا تو خوب دل لگا کر پڑھوں گا۔ حالانکہ سمجھتا ہوں کہ جو وقت ہے وہ غنیمت ہے۔ اس کو بہترین طریقہ سے صرف کروں۔ لیکن دل کے انتشار سے مجبور ہوجاتا ہوں۔

یہ سب امور جی چاہتا تھا کہ قدم بوسی حاصل کرکے زبانی عرض کرتا اور حضور والا کی توجہ اور دعاویں حاصل کرتا مگر چند مجبوریاں مجھ کو اس سے بھی محروم کئے ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی مجھے یہ عریضہ تحریر کرنے کے بعد اس کا یقین کامل حاصل ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضور کی دعا جو میرے حق میں ہوجائے گی اس سے بہت جلد میری تمام فضول اور پریشان کن حالت مذکورہ بالا رفع ہو جائیں گی اور میرا دامن مراد ہر طرح کی صلاح وفلاح سے مالامال ہوجائے گا۔ میرا یہ عقیدہ اب تو اس قدر راسخ ہوگیا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ میرا دین ودنیا کا جو کام بنے گا وہ حضور والا ہی کی ادنیٰ توجہ سے بنے گا۔ انشاء اللہ۔

جواب:- السلام علیکم! ؎ در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست۔ بلا کسب وبلا قصد جو صورت پیش آئی کیا عجب اس میں کچھ مصلحت مضمر ہو۔ چندے انتظار مناسب ہے اگر سمجھ میں نہ آئے تو نقل مکانی پھر ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ

سے دعا کرتا ہوں کہ غیب سے کوئی صورت اطمینان کی پیدا ہو۔

مکتوب نمبر ۳۷

ہردوئی مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۳ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- بحمد للہ خیریت سے ہوں۔

حال:- حضور والا آج کل قلب پر سخت انقباضی کیفیت طاری ہے۔ اور جس دور ابتلا سے گزر رہا ہوں اس میں حضور والا کی دعا و توجہ کا حد درجہ محتاج ہوں۔ میرے حال پر رحم فرما کر اپنی دعاؤں سے دستگیری فرمائیے۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ جب آپ یاد آجاتے ہیں دعا کرنے لگتا ہوں۔ اب مقامی لوگوں کا کیا مشورہ ہے؟

مکتوب نمبر ۴۷

ہردوئی مورخہ ۹ اپریل ۱۹۳۳ء

حال:- میرے متعلق اکثر احباب کا یہی مشورہ ہے کہ مجھے یہیں رہ کر کم از کم دو چار مہینے کام کرنا چاہئے۔ آج کل ہر جگہ کام کی خرابی ہے...... سر دست اس قدر بھی آمدنی نہیں ہوتی جو ضروری اخراجات کو کفایت کرے۔ اس لئے قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں نظر آتی...... دو چار ہفتہ کے بعد یہاں سے کہیں اور جانا پڑے گا۔ پریشانیوں کی وجہ دل و دماغ پر اس قدر اثر ہے کہ خود کوئی تصفیہ اپنے لئے نہیں کر سکتا اس لئے حضور والا سے مستدعی ہوں کہ جملہ امور کے لئے دعا فرمادیں کہ مجھے فراغت قلب و عافیت نصیب ہو اور میرے لئے اللہ جل شانہ کوئی صورت فلاح و عافیت پیدا فرمادیں۔

جواب:- دل دکھتا ہے۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۷۵ ہردوئی مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۳ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- بحمد للہ تعالیٰ خیرت سے ہوں۔

حال:- بحمد للہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ استدعا ہے کہ حضور والا میرے جملہ مقاصد کے واسطے دعا فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔ جب یاد آجائے میں دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۷۶ ہردوئی مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۳ء

حال:- اب تک برابر اس کوشش میں رہا کہ کسی صورت سے بھی ہردوئی میں رہ کر آمدنی کچھ ہونے لگے تو ہردوئی نہ چھوڑوں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہی بہتر ہوگا۔

جواب:- بیشک۔

حال:- بڑی پریشانی مجھے قرض کی ہے۔ بعض قرض خواہوں نے توقع کے بالکل خلاف یکبارگی چشم مروت پھیر لی ہے۔ اور سخت تقاضے شروع کردیئے ہیں۔ یہ میرے لئے سخت ابتلا کا زمانہ ہے۔ حضور والا سے خاص طور پر ملتجی ہوں کہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دینداری کے ساتھ استقلال اور ایسے نازک وقت میں ثابت قدمی عطا فرمادیں...... انشاء اللہ تعالیٰ حضور والا کی دعاؤں کی برکت سے میرے دین ودنیا کے سب کام بنتے چلے جائیں گے۔ میرے قلب کو تقویت ہے اور اپنے ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر نظر ہے۔ استغفار کرتا رہتا ہوں اور اپنی نفس کی درستی کے لئے ہر وقت اہتمام ومحاسبہ کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے سلامتی کی توفیق عطا

فرمادیں۔

جواب:- دل سے جمیع مقاصد کے لئے دعا کرتا ہوں۔ شرعاً بھی عرفاً بھی قانوناً بھی نادار مقروض کو مہلت ہوتی ہے۔ پھر آپ ان بے مروتوں سے کیوں متاثر ہوتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ جب ہوگا دوں گا۔ باقی نیت درست رکھئے کہ جتنا جتنا ممکن ہوتا رہے گا ادا کیا جائے گا۔

مکتوب نمبر ۷۷ ہردوئی مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۳ء

حال:- اب ہردوئی میں ایک نئے سب جج مسلمان احمد کریم صاحب تبدیل ہوکر آئے ہیں...... ان کے اجلاس میں ۱۵ مئی ۱۹۳۳ء کو ایک بڑی ریاست کی رسیوری قائم ہونے والی ہے۔ میرے لئے چند لوگوں نے ان سے سفارش کی ہے۔ کیا عجب کامیابی ہوجائے۔ مجھے اپنی ہر کامیابی کے لئے حضور والا کی دعاؤں کی حاجت ہے اور انشاء اللہ حضور والا کی توجہ سے میرے سب کام بن جائینگے۔

جواب:- امید ہی سے خوشی ہوئی۔ کامیابی سن کر زیادہ خوشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ خوشی ہی سنادے۔

مکتوب نمبر ۷۸ ہردوئی مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۳۳ء

حال:- الحمدللہ کہ حضور کی دعاؤں کی برکت سے اللہ جل شانہ نے مجھ پر فضل فرمایا۔ جس رسیوری کے متعلق میں نے عریضہ سابق میں ذکر کیا تھا وہ مجھ کو مل گئی۔ میرے پاس نہ لفظ ہیں نہ قدرت اظہار کہ میں اس ذرہ نوازی پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرسکوں...... دعاؤں کا مستدعی ہوں۔

جواب:- بے حد مسرت ہوئی۔ مبارک ہو۔ دل سے جمیع مقاصد کے لئے دعا کرتا

ہوں۔

حال:- حضور والا نے تو سات ماہ قبل ہی میری آئندہ کامیابی کے لئے بشارت دے دی تھی۔

مکتوب نمبر ۷۹ ہردوئی مورخہ ۱۶ جون ۱۹۳۳ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- السلام علیکم بحمد اللہ خیریت سے ہوں۔

حال:- جس صورت سے معمولات ادا ہوتے ہیں اس کے اظہار میں شرم معلوم ہوتی ہے۔ نہ یکسوئی ہے نہ ترقی۔ ایک ضابطہ کی خانہ پری ہو جاتی ہے مگر میں اس کو بھی بہت ہی غنیمت سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ حضور والا کی توجہ سے انشاءاللہ کبھی حالت درست بھی ہو جائے گی۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ۔

حال:- اعمال کی درستی کی ہر وقت فکر ہے...... برائیوں سے جس قدر ممکن ہو سکتا ہے احتراز کرتا ہوں مگر زندگی کے مطالعہ سے اپنے کو نہایت کوتاہ عمل پاتا ہوں۔ جن گندگیوں میں مبتلا ہوں ان سے نجات بظاہر دشوار نظر آتی ہے مگر بڑی تقویت دل میں اس کی ہے کہ حضور والا کی دعائیں میرے شامل حال ہیں۔

جواب:- کوشش بے کار نہ جائے گی۔

حال:- عریضہ تحریر کرتے وقت میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے کیا حالات حضور والا کو تحریر کروں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا چاہئے۔

مکتوب نمبر ۸۰ ہردوئی مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۳ء

حال:- پہلی رسیوری ختم ہونے کے بعد کئی ماہ سے ہردوئی میں اس خیال سے مقیم ہوں کہ اگر کوئی امید آمدنی کی ہو تو یہیں رہوں۔ نئی رسیوری میں آمدنی کم ہے اور ذمہ داری زیادہ۔ پھوپھا صاحب علی سجاد صاحب کا یہی مشورہ ہے رسیوری کو چھوڑ دوں اور ہردوئی سے جونپور منتقل ہو جاؤں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ استخارہ کر لیا ہے۔ حضور والا سے دعاؤں کا مستدعی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۸۱ جونپور مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۳۳ء

حال:- جب ہردوئی میں کوئی صورت مستقل قیام کی نظر نہ آئی تو بالآخر ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء کو وہاں سے جونپور چلا آیا۔ رسیوری سے استعفیٰ دے دیا۔ حضور والا سے ہر بہتری کی دعا کا طالب ہوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ الخیر فی ما وقع۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ فلاح کی صورت پیدا ہو۔

مکتوب نمبر ۸۲ جونپور مورخہ ۹ اگست ۱۹۳۳ء

حال:- جب سے میں جونپور آیا ہوں اور سب معمولات وقت مقررہ پر ہو جاتے ہیں۔ لیکن کچھ دنوں سے ذکر چھوٹ گیا ہے۔ ابھی تک یہاں انضباط اوقات ممکن نہیں ہو سکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب پابندی کے ساتھ شروع کروں گا۔

جواب:- ایسے حالات و تغیرات سب کو پیش آتے ہیں۔

حال:- میں نے یہاں کام وکالت شروع کرنے کے لئے الہ آباد ہائیکورٹ میں

منظوری کے لئے درخواست دی ہے۔

جواب:- دعائے خیر کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۸۳ جونپور مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء

حال:- اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- کچھ دنوں سے یہ حالت ہے کہ جب تک حضور کو عریضہ تحریر نہیں کرتا برابر طبیعت الجھا کرتی ہے لیکن جب عریضہ لکھنے بیٹھتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کیا لکھوں۔

جواب:- بس یہی لکھ دیا جائے جو اس وقت لکھا ہے۔

از حاضر الوقت عزیز الحسن عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نہایت مجوب ہوں کہ آپ کس قدر محبت کے ساتھ اس نالائق کو یاد کرتے رہے ہیں اور میں اس قدر نامعقول ہوں کہ جواب تک کی توفیق نہیں ہوتی۔ گو یقین جانئے کہ ارادہ ہمیشہ کرتا ہوں مگر سخت بدانتظام ہوں۔ اس وقت بہت خوشی ہوئی کہ آپ کا خط حضرت کے پاس آیا ہے اس وجہ سے بھی کہ الحمد للہ کہ آپ خط وکتابت حضرت سے جاری رکھتے ہیں جو کلید کامیابی ہے دوسرے مجھ کو موقع مل گیا کہ آپ کو یہ چند سطور لکھ سکا۔ بھائی علی سجاد صاحب سے بہت بہت سلام کہئے۔ مگر ان سے شکایت ہے کہ جیسی توجہ اخذ فیض کی چاہیئے نہیں ہے۔ حضرت کی قدر کرنا چاہیئے۔ اب جگہ نہیں لہٰذا ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جمعیت ظاہری وباطنی عطا فرمائے آمین۔

مکتوب نمبر ۸۰ ہردوئی مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۳ء

حال:- پہلی رسیوری ختم ہونے کے بعد کئی ماہ سے ہردوئی میں اس خیال سے مقیم ہوں کہ اگر کوئی امید آمدنی کی ہو تو یہیں رہوں۔ نئی رسیوری میں آمدنی کم ہے اور ذمہ داری زیادہ۔ پھوپھا صاحب علی سجاد صاحب کا یہی مشورہ ہے رسیوری کو چھوڑ دوں اور ہردوئی سے جونپور منتقل ہو جاؤں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ استخارہ کر لیا ہے۔ حضور والا سے دعاؤں کا مستدعی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۸۱ جونپور مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۳۳ء

حال:- جب ہردوئی میں کوئی صورت مستقل قیام کی نظر نہ آئی تو بالآخر ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء کو وہاں سے جونپور چلا آیا۔ رسیوری سے استعفیٰ دے دیا۔ حضور والا سے ہر بہتری کی دعا کا طالب ہوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ الخیر فی ما وقع۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ فلاح کی صورت پیدا ہو۔

مکتوب نمبر ۸۲ جونپور مورخہ ۹ اگست ۱۹۳۳ء

حال:- جب سے میں جونپور آیا ہوں اور سب معمولات وقت مقررہ پر ہو جاتے ہیں۔ لیکن کچھ دنوں سے ذکر چھوٹ گیا ہے۔ ابھی تک یہاں انضباط اوقات ممکن نہیں ہو سکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب پابندی کے ساتھ شروع کروں گا۔

جواب:- ایسے حالات و تغیرات سب کو پیش آتے ہیں۔

حال:- میں نے یہاں کام وکالت شروع کرنے کے لئے الٰہ آباد ہائیکورٹ میں

ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی ایسی بات ہو جائے جو حضور والا کو ناگوار خاطر ہو۔
حالانکہ یہ محض میری پریشانی دماغ کی وجہ تھی ورنہ حضور والا تو اس ناکارہ پر
اس قدر شفقت وعنایت فرماتے ہیں کہ جس کا اظہار ناممکن ہے۔ آج کل بھی
حالت عریضہ تحریر کرتے وقت بھی عارض ہوتی ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات
نہ لکھ جاؤں کہ حضور والا کو وجہ ناگواری ہو۔ حضور والا سے اپنی اس حالت اور
اس حالت کی درستی کے لئے نہایت ادب کے ساتھ خاص دعاؤں کی دستگیری
کا محتاج ہوں۔ میری حالت ناگفتہ بہ کو اپنی توجہ خاص سے سنبھال لیجئے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ سنبھالنے والے ہیں آپ کو بھی مجھ کو بھی۔

حال:- ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا جواب کا منتظر رہا معلوم ہوتا ہے یہاں
ڈاک میں کہیں ضائع ہو گیا جس کا بہت قلق ہے۔

جواب:- اور بہت خط حاصل ہو سکتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۸۶ جونپور مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء

حال:- صبح کو بعد تلاوت مناجات مقبول کی ایک منزل عربی پڑھا کرتا ہوں لیکن
اکثر یہ ہوتا ہے کہ عبارت کی طرح پڑھتا چلا جاتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ
یہ تو دعائیں ہیں ان کو تو بہت عاجزی اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے،
آموختہ کی طرح پڑھنے سے کیا فائدہ۔ اور نہ ایسے پڑھنے کا کوئی اثر ہوتا ہوگا
اور بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ تو بڑی بے ادبی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے
دعا کر رہے ہیں لیکن نہ اس کے مطلب پر نظر ہے نہ معنی سمجھ میں آتے ہیں
اس لئے جب طبیعت حاضر نہ ہو تو نہ پڑھنا چاہیئے جب خضوع و خشوع کی
کیفیت ہو اس وقت پڑھنا چاہیئے۔ مگر اس کا جواب یہ دے لیتا ہوں کہ یہ
کیفیت اختیاری نہیں ہے یہ دعائیں کلام پاک احادیث نبوی کی ہیں اس لئے

ان کو خواہ آموختہ ہی کی طرح کیوں نہ پڑھا جائے لیکن ضرور پڑھنا چاہیئے کم از کم الفاظوں کا ثواب مل جائے گا اور جو ایک معمول مقرر ہے اس کا التزام نہ ٹوٹے گا۔ اس طرح نماز کے بعد دعا مانگنے کی کیفیت ہوتی ہے۔ حضور والا میرے ان خیالات کی اصلاح فرما کر تسکین بخشیں۔

جواب:- آخر کا خیال صحیح ہے۔

مکتوب نمبر ۸۷

جونپور مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء

حال:- میری پریشانیاں بدستور قائم ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حضور کی دعا کی برکت سے قلب مشوش نہیں رہتا۔ ہر غیر اختیاری امر پر یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے منجانب اللہ ہے۔ میرا کام صرف اپنے گناہوں اور تقصیروں پر توبہ واستغفار ہے۔ میرے بھائی عبدالقیوم عرصہ سے بیمار ہیں آج کل مرض میں زیادتی ہے۔ چھوٹی ہمشیرہ بہت سخت کنٹھ مالے کے مرض میں مبتلا ہے۔ والد صاحب بھی درد کمر کے عارضہ میں مبتلا ہیں اور قلیل تنخواہ کے باعث ان سب کا بار اٹھانے سے قاصر ہیں۔ میرے پاس جب تک فراغت رہی برابر ان سب کی کچھ نہ کچھ ممکن ہوا خدمت کرتا رہا۔ اب خود بالکل مجبور ہوں۔ مہینوں سے بلکہ سال بھر سے کوئی آمدنی نہیں۔ اس لئے خدمت سے معذور ہوں۔ ان کی حالت اور پریشانیوں سے قلب پر سخت صدمہ پہنچتا ہے مگر سمجھتا ہوں کہ اب جو کچھ اپنا اختیار ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کا ہے۔ وہی سب کا پروردگار ہے۔ ہم سب انہیں کے بندے ہیں جس کو جس حال میں رکھے اس کے لئے وہی بہتر ہے۔ جتنی محبت خود اللہ تعالیٰ کو میرے والدین اور اعزہ کے ساتھ ہے اس کا مقابلہ میری محبت سے ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اگر اس وقت کسی مالی اعانت وخدمت سے

مجبور ہوں یقیناً اس میں میرے لئے اور ان کے لئے منجانب اللہ ضرور بہتری ہو گی۔ اس طرح اپنے قلب کو ہر وقت سمجھاتا رہتا ہوں۔ حضور والا سے بصد ادب نہایت عاجزی کے ساتھ کہ حضور والا اللہ جل شانہ سے میرے والد صاحب کی پریشانیوں کے رفع ہونے کے لئے اور عبد القیوم و ہمشیرہ کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ میاں ناظر حسن (برادر چھوٹی پیرانی صاحبہ) نے کیرانہ (ضلع مظفر نگر) وکالت کرنے کی رائے دی تھی۔ کیا اس پر کبھی غور کیا ہے۔

مکتوب نمبر ۸۸

جونپور مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۳ء

حال:- کیرانہ میں وکالت کرنے کے متعلق ...... غور کیا گیا ...... پھوپھا علی سجاد صاحب نے بھی ترغیب دی اور مجھے بھی ان اضلاع میں قرب آستانہ عالی ہونے کے سبب سے جی چاہتا ہے مگر فی الحال ذرائع واسباب اجازت نہیں دیتے۔ ایسی جگہ جہاں اخراجات نہ ہوں اور ہونے تک گزر ہو سکے رہنا ضروری ہے۔ اس لئے حضور والا سے جو صورت بہتر ہو اس کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۸۹

جونپور مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ء

حال:- جی چاہتا ہے اس ماہ مبارک میں تمام فضائل و برکات حاصل کرنے کی توفیق ہو جائے۔ اس لئے اعمال ظاہری یا باطنی پر ہر وقت نگرانی رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن میری تمام آرزوؤں کی کامیابی حضور والا کی توجہ دعا ہی پر

منحصر ہے جس کے لئے نہایت ادب سے ملتجی ہوں۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۹۰ جونپور مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء

حال:- یہاں ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو دو بجے دن کو سخت زلزلہ آیا جو تین چار منٹ تک رہا۔ جس کے ساتھ ریل کے انجن کی طرح آواز بھی تھی۔ جان کا نقصان کوئی نہیں ہوا۔ البتہ عمارات کو بہت صدمہ پہنچا۔ خصوصاً شاہی جامع مسجد کو جس کی بڑی محراب کئی جگہ شق ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سب لوگ محفوظ رہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔

از احقر حاضر الوقت عزیز الحسن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
محبت نامہ پہنچا۔ دعائیں تو کیں لیکن جواب کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرت سے اجازت لے کر اس خط میں جواب لکھتا ہوں ورنہ پھر نوبت بھی آئے یا نہ آئے۔ عبدالقیوم صاحب کی علالت سے بے حد قلق ہے اللہ تعالیٰ ہی فضل فرمائے۔ بڑا ہی رنج ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہے آپ نے حضرت سے ان کے لئے دعائے صحت نہ کرائی۔ اکثر دعا کراتے رہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس ممتد تکلیف کو دور فرمائے۔

مکتوب نمبر ۹۱ جونپور مورخہ یکم فروری ۱۹۳۴ء

حال:- میرے بھائی عبدالقیوم جو عرصہ سے بیمار ہیں آج کل ان کی حالت بہت سقیم ہے۔ حضور والا ان کی صحت اور معالجے میں اثر کے لئے دعا فرمادیں۔

جواب:- بہت رنج ہوتا ہے اللہ تعالیٰ صحت بخشے۔

مکتوب نمبر ۹۲ جونپور مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۳۴ء

حال:- مجھے اکثر اس خیال سے تکلیف رہتی ہے کہ میں اپنی خرابی صحت وطرز زندگی کی وجہ سے بہت ہی محروم قسمت ہوں۔ مجھے وہ ثمرات کیسے نصیب ہوں گے جو ریاضیات و مجاہدات پر منحصر ہیں۔

جواب:- منحصر کون کہتا ہے۔ اصل علت فضل ہے وہ کسی چیز پر موقوف نہیں۔

مکتوب نمبر ۹۳ جونپور مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۴ء

حال:- آج کل ہر وقت دل میں ایک اضطراب سا رہتا ہے اور کسی بات میں دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔ ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ خدا جانے میرا انجام کار کیا ہوگا۔

جواب:- بجز توکل کے کوئی اس کا علاج نہیں۔

از جانب والدہ رشیدہ بمطالعہ والدہ زاہدہ۔ السلام علیکم!

انشاء اللہ تعالیٰ رشیدہ کے آنے کا زمانہ بہت قریب ہے۔ خطوط سے معلوم ہوا۔ اگر ممکن ہو ملنے کے لئے آجاؤ۔

از حاضر الوقت عزیز الحسن عفی عنہ۔ السلام علیکم برکاتہ۔ آمدنی اور باطنی کشائش مبارک ہو جو بصورت فکر آخرت ظہور میں آرہی ہے۔

مکتوب نمبر ۹۴ جونپور مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۳۴ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- السلام علیکم۔ بحمد اللہ بخیریت ہوں۔

حال:- میری حالت بدستور ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنا کیا حال حضور والا کو

لکھوں۔

جواب:- بس یہ لکھنا بھی کافی ہے۔

حال:- بصد ادب ملتجی ہوں کہ میری فلاح دین و دنیا کے لئے حضور والا دعا فرما دیں۔ میری حالت بہت سقیم ہے۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی اعتقاد کی برکت سے سلیم ہو جائے گی۔

مکتوب نمبر ۹۵ جونپور مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۳۴ء

حال:- حتی الامکان اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ حضور والا کے مواعظ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں لیکن خرابی صحت کی وجہ سے حسب معمول آج کل ذکر نہیں بن پڑتا ہے۔

جواب:- السلام علیکم۔ یہاں بھی خیریت ہے۔ خیر ظاہری و باطنی کی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۹۶ منصوری مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

حال:- کچھ عرصہ سے عباد سلمہ کی صحت خراب ہے۔ ڈاکٹر صاحبان کا مشورہ ہے کہ برائے چندے ان کو پہاڑ پر بھیج دیا جائے۔ ادھر کچھ دنوں سے میری طبیعت بھی اچھی نہ رہتی تھی اس لئے پھوپھا علی سجاد صاحب قبلہ نے سب لوگوں کو منصوری بھیجنے کا ارادہ کیا پھر خود بھی ایک ہفتہ کی رخصت لے کر مع چچی صاحبہ، والدہ زاہدہ سلمہا اور حمیرہ سلمہا ہمشیرہ عباد سلمہ جن کی صحت بھی خراب تھی پرسوں منصوری آگئے۔ یہاں کی آب و ہوا ہم لوگوں کو موافق معلوم ہوتی ہے اور اس وقت یہاں نومبر دسمبر کی سردیوں کا سازمانہ ہے۔ پھوپھا علی سجاد صاحب قبلہ بعد ایک ہفتہ جونپور واپس جائیں گے۔ چچی

صاحبہ (پھوپھاصاحب کی دوسری اہلیہ) اور والدہ زاہدہ ایک مہینہ یہاں رہ کر کیرانہ تشریف لے جائیں گی۔ میں بھی شاید ایک ماہ یہاں رہ سکوں۔ عباد سلمہ البتہ زیادہ عرصہ تک رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور والا سے استدعا ہے ہم سب کی صحت و تندرستی وعافیت کے واسطے دعا فرمادیں۔

جواب:- السلام علیکم تفصیل معلوم نہ ہوئی کیا خراب ہے۔ یہاں سب کو فکر شدید ہے اللہ تعالیٰ صحت بخشے۔ سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۹۷　منصوری مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۴ء

حال:- آج کل تربیت السالک کا مطالعہ کررہا ہوں اور جوبات اپنے حال کے مطابق پاتا ہوں اس کو الگ نوٹ کرتا جاتا ہوں تاکہ حضور والا کو اس کی اطلاع کروں۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔

حال:- یہاں احتیاط نظر ایک مشکل بات ہے مگر عمداً اور قصداً اس پر عمل کرتا ہوں۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ مدد ہوگی۔

حال:- آج کل چونکہ محض بے کاری و فرصت ہے اس لئے میرے حسب حال جو کچھ مناسب ہو حضور والا تجویز فرمادیں تو اس پر عمل کروں۔

جواب:- معمولات سابقہ میں سے جس سے دلچسپی ہو اس کا عدد بڑھادیا جائے۔

مکتوب نمبر ۹۸　منصوری ۲۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

حال:- آج کل اکثر اوقات حضور والا کا خیال و تصور رہتا ہے اور بار بار جلد و جلد عریضہ تحریر کرنے کا دل میں تقاضہ رہتا ہے لیکن اول تو کچھ سمجھ ہی میں

نہیں آتا کیا لکھوں۔ طبیعت اس قدر بے حس سی ہے۔ دوسرے اس خیال سے کہ خواہ مخواہ حضور والا کا قیمتی وقت خراب ہو گا۔ عریضہ تحریر کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ کچھ کام کر رہے ہیں وہی کچھ اپنے حالات لکھ کر حضور والا سے فیوض و برکات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور میری حالت اس قدر سقیم ہے کہ نہ تو کچھ کام ہی بن پڑتا ہے اور جو زندگی بسر کر رہا ہوں وہ اس قدر متضاد ہے کہ کسی کام کے بن پڑنے کی امید نہیں۔ اپنی زندگی پر جب غور کرتا ہوں تو بہت ہی گندی اور ناکارہ معلوم ہوتی ہے اس لئے بعض وقت بڑی مایوسی ہو جاتی ہے۔ اور بہت غور کرنے پر بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح حضور والا کے توجہات و فیوض سے بہرہ اندوز ہوں تو دل میں ایک ایسا اضطراب پیدا ہو جاتا ہے جس کا اثر دیر تک رہتا ہے۔ حضور والا سے ایسی توفیق عمل کی دعا کا متمنی ہوں جس سے میری دین و دنیا کی زندگی سنور جائے اور مجھ کو ہمت واستحضار کی دولت نصیب ہو۔

جواب:- اس میں کوئی بات میرے جواب کی نہیں۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۹۹ منصوری مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے بحمد للہ تعالیٰ یہاں سب لوگ خیریت سے ہیں۔ عباد سلمہ کی صحت بھی اچھی ہے۔

جواب:- السلام علیکم۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں بھی خیریت سے ہوں۔ بہت تسلی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ صحت کی تکمیل فرمائیں۔ دل سے دعا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۰۰ جونپور مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۴ء

حال:- علی عباد سلمہ بمبئی سے واپس آئے ان کو وہاں متواتر مہینہ بھر بخار آیا اب بھی بخار رہتا ہے اور ایک مرتبہ منہ سے خون بھی آیا۔ کھانسی بھی زیادہ ہے۔ علاج ہو رہا ہے۔ حضور والا ان کی صحت تامہ وعاجلہ کے لئے دعا فرمادیں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔ بہت ہی رنج ہے۔ اللہ تعالیٰ شفائے کامل عاجل بخشے۔ گھر میں بھی یہی عرض کرتی ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۰۱ جونپور مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۴ء

حال:- ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ کاش اس ماہ مبارک کی تمام برکتیں اور نعمتیں حاصل ہو جائیں جو ذخیرہ آخرت ہو سکیں۔ لیکن اپنے اعمال کی کوتاہی کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب حضور والا کی دعا وتوجہ بھی میرے شامل حال ہو اس لئے بصد ادب ملتجی ہوں کہ اس ناکارہ کی دستگیری فرمائی جائے تاکہ یہ بھی فیوض وبرکات سے محروم نہ رہے۔

جواب:- اپنی قدرت سے کام لیا جائے۔ اگر کوتاہی ہو جائے استغفار سے تدارک کیا جائے۔

مکتوب نمبر ۱۰۲ بریلی مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۳۵ء

حال:- علی عباد سلمہ کو بغرض تبدیل آب وہوا و معالجہ بریلی لے کر گیا تھا وہاں سے یہ عریضہ لکھا "علی عباد سلمہ کی حالت بدستور ہے۔ کمزوری زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بخار وکھانسی میں بفضلہٖ تعالیٰ تخفیف محسوس ہوتی ہے۔ علاج یونانی جاری ہے۔ حکیم (جمشید علی) صاحب کمزوری کی اعانت کے لئے دوا

دے رہے ہیں"۔

جواب:- دل سے دعائے صحت کاملہ کرتا ہوں۔

از حاضر الوقت احقر عزیز الحسن عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

علی عباد کی سقیم حالت سے دلی صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور صحت کاملہ بخشے۔ آپ کے پیشہ وکالت میں تو بڑا حرج واقع ہو رہا ہے مگر یہ خدمت اس سے بھی اہم ہے۔ دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ جبر نقصان فرما دے اور نعم البدل عطا فرمائے۔ پچھلے خط میں آپ نے لکھا ہے کہ بوجہ بے اطمینانی معمولات قضا ہو جاتے ہیں۔ اگر بوجہ خدمت تیمار داری وقت نہیں ملتا تب تو معقول عذر ہے، ایسی حالت میں چلتے پھرتے بلا تعداد ذکر کی کثرت رکھی جا سکتی ہے اور اگر بے اطمینانی طبعی مانع ہے تو یہ مانع قوی نہیں بلکہ ذکر سے تو انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت میں سکون پیدا ہو گا بہ تکلف کیا جائے۔ یہ محض اس لئے لکھ دیا ہے کہ آپ حضرت والا کے ملفوظات کے مشتاق رہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۰۳

جونپور مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۵ء

حال:- علی عباد کا بمقام بھوالی (نینی تال) ۲۵ مارچ ۱۹۳۵ء کو بوقت مغرب انتقال ہو گیا اور ہم لوگ دوسرے روز وہاں سے واپس جونپور چلے آئے۔ بھوالی پہنچ کر صرف چار روز زندہ رہے۔ ایک ہفتہ کے اندر اس قدر سرعت کے ساتھ انحطاط شروع ہوا کہ کسی طرح نہ سنبھلا۔ رضائے الٰہی پر ہم لوگوں نے راضی رہ کر صبر کیا اور اسی میں مرحوم اور اپنے لئے بہتری سمجھی۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو استقامت و توفیق صبر عطا فرمائے۔ حضور والا سے استدعا ہے کہ ہمارے واسطے صبر و استقلال و فلاح دارین اور مرحوم کی مغفرت کے واسطے دعا فرما دیں۔

جواب:- السلام علیکم!

ڈپٹی صاحب نے بھی اس وقت اطلاع دی تھی اور جواب جونپور منگایا تھا۔ جواب فوراً روانہ کیا گیا مگر اب شبہ ہو گیا کہ شاید نہیں پہنچا۔ بہر حال اس واقعہ سے سب کو اس قدر صدمہ ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر بجز صبر اور دعائے صبر اور مرحوم کے لئے دعائے رحمت و جنت اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں نے ڈپٹی صاحب سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا چند روز کی رخصت مل سکتی ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی صبر و سکون حاصل ہو جاتا۔ میاں سعید اور ان کی والدہ یعنی آپا صاحبہ اور دوسرے سعید یعنی بھوندو کی والدہ بھی سنا ہے کہ وہاں آنے والے ہیں۔ باقی پختہ ارادہ یا روانگی کا وقت معلوم نہیں۔ احتیاطاً اس احتمال کی اطلاع کر دی گئی۔ ڈپٹی صاحب کو بھی یہ خط دکھلا دیا جائے۔

مکتوب نمبر ۱۰۴ جونپور مورخہ ۹ اپریل ۱۹۳۵ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- بحمد للہ میں بھی خیریت سے ہوں۔

حال:- بعض زمانہ پریشانیوں کا ایسا ہوتا ہے کہ یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مگر حضور والا کے صدقے و طفیل میں ایک حد تک یہ بات نصیب ہو گئی ہے کہ ان کو غیر اختیاری امور سمجھ کر راضی برضائے الٰہی رہنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر فطرتاً قلب پر جو اثر ہوتا ہے وہ بہت زیادہ وجہ تکلیف ہو جاتا ہے۔ ہردوئی میں جب میں ایک علاقہ کا رسیور تھا اس کے دوران میں جو روپیہ تحصیل وصول کا میں نے عدالت میں جمع کیا تھا وہ سب جج نے دیگر ضروریات میں صرف کر دیا اور سرکاری مطالبہ آبپاشی باقی رہ گیا۔ اس کے بعد علاقہ واگزار کر دیا گیا۔ گورنمنٹ نے اپنی رقم آبپاشی کا

مطالبہ عدالت سب جج سے کیا۔ چونکہ عدالت کے پاس رقم موجود نہ تھی اس لئے آخر میں یہ طے پایا کہ جتنی رقم سرکاری مطالبہ کی باقی ہے وہ منیجر (مجھ) سے وصول کیا جائے۔ چنانچہ مجھ کو لکھا گیا کہ دوران منیجری (رسیوری) جو دس فیصدی حق السعی تم کو ملتا تھا وہ زیادہ تھا صرف پانچ فیصدی ملنا چاہئے تھا اس لئے اس حساب سے۔ ۳۵۰ روپے داخل عدالت کرو۔ یہ ایک ایسا ظلم ہے جس کی داد نہ فریاد۔ یہ دس فیصدی حق المحنت خود عدالت نے مقرر کیا تھا اور میں برابر تین سال تک وصول کرتا رہا۔ اب آج کل میرے پاس کوئی آمدنی نہیں ہے جو ادا کروں۔ اللہ مالک ہے۔ انشاء اللہ اس حکم پر عذرداری کروں گا۔ حضور والا سے بصد ادب دعا کا متدعی ہوں کہ روپیہ مجھ کو نہ دینا پڑے، معاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرما دیں۔

جواب:- بہت غصہ آیا۔ کیا حد ہے اس ظلم کی۔ جس حاکم نے یہ مقدار مقرر کی تھی اگر خلاف اصول تھی اس سے وصول کرنا چاہئے۔ آپ نے تو ایک ذمہ دار کے دینے سے لی۔ کسی سے غصب نہیں کی۔ کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ آپ سے کیا واسطہ۔ ضرور عذر کیجئے۔ دوسرے وکلاء سے بھی مشورہ کر کے جوابدہی کیجئے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

مکرر آنکہ جناب ڈپٹی صاحب سے کہہ دیا جائے کہ پیر جی صاحب چلتے وقت کہہ گئے تھے کہ ڈپٹی صاحب کو لکھ دیں کہ چونکہ یہاں بچے بیمار ہیں میرا دل ان میں اٹکا رہے گا اس لئے میں جب واپس آنے لگوں تو میرے قیام پر اصرار نہ کریں۔ سو آپ یہ مضمون ان کو دکھا دیں۔

مکتوب نمبر ۱۰۵ جونپور مورخہ ۶ مئی ۱۹۳۵ء

حال:- مجھ سے ترددات وناسازئی طبیعت کے زمانہ میں اکثر معمولات ترک ہو جاتے ہیں لیکن جب سکون وصحت ہوتی ہے پھر پابندی کے ساتھ شروع کر دیتا ہوں۔ اپنی ناکارگی اور کوتاہ عملی پر بعض وقت طبیعت بہت گھبراتی ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میری فلاح دین ودنیا کے لئے دعا فرما دیں۔

عطائے نعمت:

جواب:- محض آپ کے اور آپ سے انس رکھنے والوں کے نفع کی امید پر بیساختہ قلب پر وارد ہوا کہ آپ کو اس کی اجازت دوں کہ اگر کوئی آپ سے طالب اصلاح ہو اس کو بقدر اپنی معلومات کے ضروریات دینیہ کی تعلیم کر دیا کریں۔ میں نے اپنے دوستوں میں ایک ایسی جماعت بھی تجویز کی ہے۔ اس جماعت کا نام "مجاز صحبت" رکھا ہے۔ ایسی جماعت کو ابھی بیعت کی اجازت نہیں اس کے لئے بعض خاص حالات کا انتظار ہے۔ مگر آپ کو اس کی توقع رکھنا خلاف اخلاص ہے۔ اس کا موقع میں خود سمجھ لوں گا۔ اپنے خاص دوستوں کو بھی اس کی اطلاع کر دیجئے۔ دعائے برکت کرتا ہوں۔ اشرف علی۔

مکتوب نمبر ۱۰۶ جونپور مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء

حال:- پس از ادائے آداب غلامانہ التماس ہے۔ حضور والا نے بکمال شفقت جس عطائے نعمت سے اس ناکارہ کو سرفراز فرمایا ہے اس پر اپنی آلودہ دامنی اور نا اہلیت کو دیکھتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اب تک قلب پر انفعال اور

استعجاب کی ایسی کیفیت طاری ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے متعلق حضور والا سے کیا عرض کروں۔ مجھے تو اپنی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اس کا واہمہ تک نہ تھا کہ مجھ پر بھی کبھی ایسی نوازش ہو سکتی ہے۔ اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ احسان و شکر ہے کہ یہ ناکارہ بھی حضور والا کے فیوض وبرکات سے محروم نہیں ہے۔ حضور والا کی توجہات کریمانہ ہی میرے لئے موجب نجات و باعث فلاح وصلاح دارین ہے۔ بصد ادب ملتجی ہوں کہ حضور والا میرے لئے اللہ جل شانہ سے دعا فرمادیں کہ میں نفس و شیطان کے کید سے محفوظ رہوں اور مجھے سلامت روی اور اتباع شریعت واستقامت دین کی توفیق نصیب ہو اور میری عاقبت بخیر ہو۔

(یہ عریضہ مذکورہ بالا ڈاک میں کہیں ضائع ہو گیا۔ اس لئے پھر دوبارہ عریضہ ذیل تحریر کیا)۔ اس کے بعد سابقہ خط بھی تلف ہو گیا۔

مکتوب نمبر ۱۰۷ جونپور مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۵ء

حال:- جس روز سے حضور والا کا وہ گرامی نامہ ملا ہے جس میں حضور نے ناکارہ کو عطائے نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ قلب کی عجیب حالت ہے۔ اپنی حالت دیکھتا ہوں کہ سر سے پاؤں تک بندہ نفس ہوں۔ نہ علم ہے نہ عمل۔ جو بات ہے وہ عیب سے خالی نہیں۔ ہزاروں طرح کی گندگیوں میں مبتلا ہوں اور حضور والا نے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ جس کا خواب وخیال میں بھی وہم وگمان نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا جب خیال کرتا ہوں تو شرم کے مارے کٹ جاتا ہوں۔ بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ باوجود اپنی نااہلیت کے حضور والا کے فیوض وبرکات سے محروم نہیں ہوں۔ اور میرے لئے انشاء اللہ تعالیٰ یہی امر ذخیرہ سعادت ووسیلہ نجات ہو گا۔ میرے دل میں آج کل جو

احساسات و خیالات اپنی نااہلیت اور حضور والا کی محبت و شفقت اور اس نعمت عظمیٰ کے عطیہ پر تشکر کے موجزن ہیں۔ ان کے اظہار پر کسی طرح قدرت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس نعمت کے قائم رکھنے کی صلاحیت و توفیق عطا فرمادیں اور ہمیشہ اس کے زوال اور سلب ہو جانے کے عذاب سے محفوظ رکھیں۔

جواب:- السلام علیکم! یہی تو حکمتیں تھیں اس تجویز میں۔

حال:- ہفتہ گذشتہ میں میں نے ایک عریضہ مع اس عریضہ کے جس پر حضور والا نے اپنے دست مبارک سے عطائے نعمت کی عبارت تحریر فرمائی تھی ارسال خدمت کیا تھا۔ لیکن جواب آنے کی معمولی وقت گذر جانے پر یقین ہوتا ہے کہ وہ عریضہ ڈاک میں یا تو یہاں سے لے جاتے وقت یا وہاں سے واپسی پر کہیں تلف ہو گیا۔ اس نقصان پر دل و دماغ پر اس قدر تکلیف دہ اثر ہے کہ دو چار روز سے زندگی بالکل بے کیف سی ہو کر رہ گئی ہے اور طبیعت ہر وقت مضطرب رہتی ہے۔ جب اس کی یاد آتی ہے تو حضور والا کے دست اقدس کی لکھی ہوئی عطائے نعمت کی عبارت میری بد قسمتی سے کھو گئی تو دل پر ایک صدمہ محسوس ہوتا ہے۔ مگر اپنے دل کو بار بار اس خیال سے یقین دے لیتا ہوں کہ یہی کیا کم ہے کہ حضور والا کی توجہات گرامی میرے شامل حال ہیں۔

جواب:- مکرر لکھ کر بھیجتا ہوں۔

حال:- بصد ادب ملتجی ہوں کہ حضور والا میرے واسطے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت دین فلاح دارین، اتباع شریعت کی توفیق مرحمت فرمادیں اور نفس و شیطان کے فریب سے محفوظ رکھیں اور میری عاقبت بخیر ہو۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

(دوسرے صفحہ پر حضرت نے پھر دوبارہ وہ عبارت مرحمت فرمائی)
بعد حمد و صلوٰۃ بیساختہ قلب پر وارد ہوا کہ آپ کو طریق سے مناسبت کی بناء پر توکلاً علی اللہ تعالیٰ تعلیم بلا بیعت کی اجازت دوں پس اگر کوئی شخص آپ سے اصلاح کا طالب ہو اس کو بقدر اپنی معلومات کے ضروریات دینیہ کی تعلیم کر دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ برکت فرمادیگا اور ایسے مجاز کا لقب مجاز صحبت مناسب ہے۔ اپنے خاص محبین سے بھی اس کی اطلاع کر دیجئے۔ باقی اجازت بیعت کے لئے بعض خاص حالات کا انتظار ہے لیکن آپ کو اس کا منتظر رہنا خلاف اخلاص ہے۔ والسلام۔ اشرف علی۔

مکتوب نمبر ۱۰۸ جونپور مورخہ ۶ جون ۱۹۳۵ء
حال:- اس ناکارہ کی تسکین خاطر کے لئے جو حضور والا نے عطائے نعمت کی عبارت دوبارہ تحریر فرمائی ہے اور حضور والا کا جو کرم خاص اور بے انتہاء محبت و شفقت میرے ساتھ ہے اس کے ادائے شکر پر کسی طرح قدرت نہیں رکھتا۔ حضور والا کی توجہات خاص نے قلب کی عجیب حالت کر دی ہے۔ چونکہ بہت ہی حقیر اور بہت ہی ذلیل ہوں اس لئے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق و اہلیت عطا فرمائیں کہ حضور والا کے فیوض سے بہرہ اندوز ہو کر اپنی عاقبت درست کر سکوں۔ بصد ادب ملتجی ہوں کہ حضور والا میرے واسطے دعا فرمادیں گے۔
جواب:- دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۰۹ جونپور مورخہ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء
حال:- عموی علی اوسط صاحب آج کل تحصیل مڈ یا ہوں ضلع جونپور میں سب

رجسٹرار ہیں۔ یہ سولہ سترہ سال سے ہومیوپیتھک طریقہ علاج سے غریبوں کو مفت دوائیں دیا کرتے ہیں۔ اس علاج میں ان کو کافی مہارت ہے۔ بہت کثرت سے مریض آتے ہیں۔ مجھے بھی اس میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ میں نے کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ یہ طریقہ علاج بالکل بے ضرر ہے۔ اس سے کوئی نا قابل تلافی نقصان کبھی نہیں پہنچا۔ اس وجہ سے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ عموی علی اوسط صاحب کے ساتھ رہ کر اس میں تجربہ حاصل کروں۔ اس طریقہ سے اکل حلال بھی حاصل ہو گا۔ وکالت کو جس سے ابتدا ہی سے مجھے نفرت ہے ترک کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ اب اس کے متعلق جیسا بھی حضور والا کا حکم ہو اس پر عمل کروں۔ دعا کا بھی طالب ہوں۔

جواب:- حالات موجودہ میں بہت مناسب رائے ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۱۰ جونپور مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- بحمد اللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔

حال:- بفضلہٖ تعالیٰ اپنے معمولات پر حتی الامکان کاربند ہوں۔ حضور والا سے دعائے فلاح دارین کا ملتجی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

از اشرف علی بخدمت مکرمی جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب! السلام علیکم اس سے قبل منشی عبدالحیٔ صاحب کے خط میں ایک پرچہ آپ کے نام دوبارہ اجازت تلقین بلا بیعت کے لکھا تھا اس کی رسید نہیں آئی۔ اگر نہ پہنچا ہو مکرر لکھوں۔ والسلام از تھانہ بھون۔

مکتوب نمبر ۱۱۱ جونپور مورخہ ۴ جولائی ۱۹۳۵ء

حال:- ہردوئی میں رسیوری کے زمانہ کا معاملہ وہاں کے موجودہ ہندو جج نے میرے خلاف اٹھایا تھا کہ حق المحنت جو دس فیصدی تھا وہ نصف ہونا چاہئے تھا اس لئے مجھ کو زائد وصول شدہ رقم واپس کرنا چاہئے۔ میں نے اس کی عذر داری چیف کورٹ لکھنؤ میں کی ہے کہ جو رقم مجھ کو ملی تھی وہ عدالت مجاز کے صریح حکم سے ملی تھی جس کو اب بعد میں کوئی دوسرا حکم منسوخ نہیں کر سکتا۔ میں اپنے گناہوں کا اثر اس معاملہ کو سمجھتا ہوں اور استغفار کرتا ہوں۔ حضور والا دعا فرمائیں کہ عزت کے ساتھ اس معاملہ میں کامیابی ہو۔ اور میرا ابھی کچھ مطالبہ عدالت پر رہ گیا تھا وہ بھی مجھ کو مل جائے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ دونوں معاملوں میں آپ کو منصور فرمائیں۔

مکتوب نمبر ۱۱۲ جونپور مورخہ ۸ اگست ۱۹۳۵ء

حال:- ہردوئی کے جج نے جس رقم کا مجھ سے مطالبہ کیا ہے اس کے خلاف عذر داری کی ہے اس معاملہ میں مجھ پر صریحاً ظلم و ناانصافی ہو رہی ہے۔ حضور والا دعا فرمادیں کہ نجات ہو۔

جواب:- بہت اچھا کیا۔ عذر میں بہت کوشش کرنا چاہیئے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۱۳ جونپور مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۳۵ء

حال:- جناب پھوپھا علی سجاد صاحب کا تبادلہ جونپور سے مرزاپور ہو گیا ہے۔ ہفتہ عشرہ میں انشاء اللہ وہاں چلے جائیں گے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرماوے۔

حال:- میرے لئے اب پھر روز اول ہے۔ آج کل غور طلب امور یہ ہیں کہ کہاں اب مستقل طور پر رہوں۔ وکالت ترک کروں یا فی الحال جاری رکھوں۔ ڈاکٹری اختیار کروں تو کہاں شروع کروں۔ آج کل یہاں مفت دوا تقسیم کرنے کے سلسلے میں تقریباً سو مریض روز آجاتے ہیں اس لئے کچھ مہارت فن میں ہو گئی ہے۔ حضور والا میرے لئے دعا فرمائیں کہ جہاں کہیں بھی اور جو بھی صورت میری زندگی کے لئے بہتر ہو اس کا سامان جلد از جلد غیب سے پیدا فرمادیں اور مجھے فراغت و عافیت و کامیابی عطا فرمادیں۔ میں آج سے انشاءاللہ استخارہ مسنونہ بھی شروع کروں گا۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔ کیا بدون ڈپٹی صاحب کے آپ جونپور رہ سکتے ہیں اور کیا ہومیوپیتھک کی دوائیں سنا ہے کہ ارزاں ہوتی ہیں خرید کر کام چلا سکتے ہیں۔

حال:- ایک عرصہ سے دل بے تاب رہتا ہے کہ کاش کچھ دن حضور والا کی خدمت میں حاضری نصیب ہو جائے تو مجھے دولت یکسوئی حاصل ہو جاتی مگر چند در چند مجبوریوں میں مبتلا ہوں اور محروم قدم بوسی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری مجبوری کو مرتفع فرمادیں۔

جواب:- انتشار تعلقات کے ہوتے ہوئے یکسوئی نہیں ہوتی۔ ہاں دوسوئی میں کمی ہو جاتی ہے۔

مکتوب نمبر ۱۱۴ جونپور مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۳۵ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہیں۔

جواب:- بحمداللہ تعالیٰ میں خیریت سے ہوں۔

حال:- میں نے فی الحال سب کے مشورے سے یہی طے کر لیا ہے کہ جونپور میں قیام رکھوں اور ہومیوپیتھی کی دوائیں کچھ عرصہ تک اور مفت تقسیم کروں۔

پھر جب مرجوعہ زیادہ ہونے لگے تو صاحب استطاعت لوگوں سے معمولی قیمت وصول کرنے لگوں یا مکان پر جاکر دیکھنے کی فیس لینا شروع کر دوں۔ میں نے وکالت قریب قریب ترک کر دی ہے۔ روز بروز اس طرف سے کچھ مغائرت بڑھتی جاتی ہے اور ڈاکٹری میں مجھے دلچسپی پیدا ہونے لگی ہے اور دل غور و فکر میں بہت لگتا ہے۔ میں نے اس معاملہ میں استخارہ بھی کر لیا ہے اور پچھلے عریضہ کے جواب سے واضح ہوتا ہے کہ شاید حضور والا بھی اس کو میرے لئے پسند فرماتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مجھے اس میں کامیابی نصیب ہوگی۔ بصد ادب ملتجی ہوں کہ حضور والا میرے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس فن میں رسوخ و واقفیت اور ہاتھ میں شفا عطا فرما دیں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال:- پھوپھا علی سجاد صاحب آئندہ ہفتہ میں مرزا پور مع تمام اعزہ تشریف لے جائیں گے۔ میں یہاں تنہا رہوں گا۔

جواب:- اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔

(استفسار) میں نے دو پرچے مطبوعہ سابعہ التابعہ کے ایک لفافے میں بھیجے تھے اگر نہ پہنچے ہوں اور بھیج دوں۔

مکتوب نمبر ۱۱۵

جونپور مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

حال:- حضور والا نے ضمیمہ النور سابعہ التابعہ جس میں فہرست مجازین صحبت شائع ہوئی ہے پھوپھا علی سجاد صاحب کے خط میں میرے لئے ملفوف کر کے ارسال فرمایا تھا۔ چونکہ پھوپھا صاحب دورہ پر تشریف رکھتے تھے وہ خط ان کی واپسی پر بہت عرصہ کے بعد کھولا گیا اس لئے میں سابق عریضوں میں اس

ہدیہ گرامی کے وصول ہونے کی اطلاع عرض نہیں کر سکا۔ حضور والا کی مجھ ناچیز پر جس قدر نگاہ محبت و شفقت ہے اس کے ادائے شکر کی اہلیت میں اپنے میں نہیں پاتا۔ اپنی حیثیت و حقیقت دیکھتا ہوں اور اس عطائے نعمت کی عظمت اور حضور والا کی شفقت بزرگانہ تو میرے قلب کی نا قابل بیان حالت ہو جاتی ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے لئے دعا فرمادیں کہ مجھ میں اس نعمت گرانقدر کی اہلیت و صلاحیت راسخ ہو جائے۔ لیکن اپنی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اس کو کھونہ بیٹھوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ دل سے دعا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۱۶ جونپور مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

حال:- میں نے اپنے معاملہ رسیوری کے متعلق آخری عذر داری عدالت عالیہ چیف کورٹ لکھنؤ میں کی ہے۔ جو کوشش میرے امکان میں تھی وہ کرلی۔ اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے معاملہ میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پریشانی سے نجات دیں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال:- پھوپھا علی سجاد مع اہل و عیال انشاء اللہ تعالیٰ پرسوں بروز اتوار مرزا پور تشریف لے جائیں گے۔

جواب:- چلے گئے ہوں گے۔ آج ۱۷ ستمبر کو یہ خط پہنچا۔ معلوم نہیں کہاں رہا۔

حال:- میں تنہا یہاں رہ کر ڈاکٹری کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہیں۔ حضور والا سے دعا کا مستدعی ہوں۔

جواب:- دل سے دعائے کامیابی کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۱۷ جونپور مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

حال:- پھوپھا علی سجاد صاحب ۱۵ تاریخ کو بروز اتوار مرزاپور مع اہل وعیال تشریف لے گئے۔ آج مع الخیر رسی کا خط آیا ہے۔ مکان بہت آرام دہ مل گیا ہے۔ لکھا ہے کہ آب وہوا بھی بہت اچھی ہے۔ وہاں وہ مہتمم خزانہ ہوئے ہیں۔ لکھا ہے کہ کلکٹر صاحب جو پہلے جونپور میں رہ چکے ہیں بہت اچھی طرح پیش آئے۔
یہاں کے ایک رئیس نے مجھے اپنا مکان رہنے کے لئے دیا ہے۔ مریضوں کا مجمع کافی ہے۔ تقریباً سو مریض روزانہ آجاتے ہیں۔ فی الحال دوا مفت تقسیم کر رہا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد جب کچھ اعتبار قائم ہو جائے گا اس وقت کسی صورت سے کچھ قیمت مقرر کر دینے کا ارادہ ہے۔ میں نے وکالت تقریباً ترک کر دی ہے۔ کبھی کبھی کچہری چلا جاتا ہوں مگر مقدمات آج کل عرصہ سے میرے یہاں بالکل نہیں ہیں۔ اللہ جل شانہ کو اگر منظور ہے تو میرے لئے سامان بہتری ڈاکٹری ہی پیدا ہو جائے گا۔ اور آمدنی بھی پاک وصاف ہو گی۔
حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے مقاصد حسنہ میں آمدنی کے لئے دعا فرمادیں۔ میرے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ شفاء دیں اور اس فن ڈاکٹری میں مجھے رسوخ و قابلیت عطا فرمادیں۔ میرے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ شفاء دیں اور اس فن ڈاکٹری میں مجھے رسوخ و قابلیت عطا فرمادیں۔

جواب:- السلام علیکم۔ سب حالات اطمینان بخش ہیں۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔ بعد نماز پنج گانہ یاودود ۲۲ بار پڑھ کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مریضوں کو متوجہ فرمادے۔

مکتوب نمبر ۱۱۸ جونپور مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

حال:- گو اس وقت میں نے ایک طرح سے نئی زندگی شروع کی ہے مگر بحمد للہ تعالیٰ حضور والا کی دعا کی برکت سے طبیعت میں کوئی انتشار نہیں ہے۔ نہایت دلجمعی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہوں۔

جواب:- الّٰلھم زد فزد۔

مکتوب نمبر ۱۱۹ جونپور مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

حال:- آج کل کچھ ایسی بے حسی ہے کہ دل میں طلب ہے نہ ذوق عمل۔ صرف

معمولات اپنے وقت پر ادا ہو جاتے ہیں اس پر بھی کہ اس قدر توفیق حاصل ہے
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنی کوتاہی اعمال پر استغفار کرتا رہتا ہوں۔

جواب:- غیر اختیاری امور مضر نہیں۔

مکتوب نمبر ۱۲۰ جونپور مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۵ء

حال:- میں نے وکالت کا کام اب بالکل بند کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وکالت بھی توکل پر تھی اور ڈاکٹری بھی توکل پر ہے۔ مگر وکالت میں خلاف شرع اور خلاف ضمیر بہت سی باتیں در پیش رہتی تھیں ڈاکٹری میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ بہر کیف میں نے اکتساب معاش کے لئے ایک مستحسن تدبیر اختیار کر لی ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے جسقدر رزق و آمدنی مقدر فرمائی ہے وہ بہر حال مجھکو ملیگی۔ اور جو یہ صورت تدبیر میں نے اختیار کی ہے اسمیں حلال و پاک آمدنی ہوگی۔ میرے قلب میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات نہیں کھٹکتی کہ میں نے وکالت کیوں ترک کر دی۔ بلکہ اسکے خیال ترک سے ایک طرح کی یکسوئی محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹری میں مجھے دلچسپی بھی معلوم ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان شاء اللہ مجھے آئندہ اسمیں ترقی بھی حاصل ہوگی۔
مگر بعض لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میں نے قانون کی تعلیم حاصل کر کے ڈگری حاصل کی اور نو برس تک اپنی عمر اسمیں صرف کی ۔ اسکا ترک کر دینا میری پست ہمتی ہے۔ ورنہ اگر سچائی سے کام کیا جائے تو وکالت کوئی مذموم چیز نہیں۔ کیونکہ حضور والا نے اپنے اکثر خادموں کو وکالت کا کام کرتے ہوئے بھی مجاز بنا دیا ہے۔ اسلئے مجھکو وکالت ترک کرنا کچھ مصلحت نہیں۔ مجھکو ہمت اور تندہی سے وکالت ہی کرنا چاہئے۔
مگر بحمد اللہ تعالیٰ مجھکو کسی اعتراض سے یا بطور خود کبھی بھی ایک لمحہ کیلئے بھی کوئی تأسف یا اشکال و تذبذب پیدا نہیں ہوتا۔ میں اپنے آپ کو موجودہ حالت میں نہایت ہی مطمئن محسوس کرتا ہوں۔
ڈاکٹری کے متعلق بھی مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اگر اسکو اختیار کیا ہے تو وہ

سب ذرائع اختیار کرو جس سے شہرت ہو، حکام سے ملو، رئیسوں اور عام لوگوں سے رسم وراہ اختیار کرو محض اسقدر تدبیر کافی نہیں کہ گھر پر بیٹھے ہوئے مطب شروع کردیا۔ مگر میں اس مشورہ پر عمل کرنے کیلئے اپنے آپ کو فطرتاً وطبعاً نااہل ونا قابل سمجھتا ہوں۔ میں اپنے ذہن میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ایک تدبیر اختیار کرلی ہے اور آگے اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ ہے جو کچھ رزق مقسوم ہے وہ مجھکو پہونچے گا۔
یہ امور حضور والا سے مفصلاً عرض کرنے کی اسلئے جرات کی ہے کہ اگر میرے خیالات اور طریقۂ عمل میں غلطی و نقص ہو تو حضور والا اسکی اصلاح فرمادیں اور میری عافیت وعاقبت کے لئے دعاء خیر فرمادیں نیز مستدعی ہوں کہ میرے لئے فہم سلیم اور استقامت دین کیلئے بھی دعاء فرمادیں۔

خادم کمترین محمد عبدالحی از جونپور

جواب:- آپکی رائے تمام اجزاء میں صحیح ہے۔ لوگوں کو کہنے دیجئے میں بھی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۲۱

جونپور مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ اپنے معمولات پر کاربند ہوں اور حضور والا سے دعائے استقامت و قبولیت کے لئے مستدعی ہوں۔

جواب:- خیریت سے ہوں۔

حال:- پچھلے عریضہ کے جواب میں حضور والا نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس سے مجھ کو بہت زیادہ تسکین اور بے انتہا تقویت حاصل ہوگئی ہے۔ الحمدللہ میں اپنی موجودہ حالت میں بالکل مطمئن ہوں اور اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے بے انتہا فضل وکرم سے مجھے ہزاروں طرح کی ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور وہ راحتیں اور آسائشیں مرحمت فرمائی ہیں کہ جن کا میں ہرگز اہل بھی نہ تھا۔ بعض وقت جب ان تمام انعامات واکرام پر غور کرتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح شکر ادا کروں۔ محض زبانی ادائے شکر سے سیری نہیں ہوتی۔ چلتے

پھرتے ہر حالت میں جب کسی نعمت کا احساس ہوتا ہے تو برابر شکر زبان و قلب سے ادا کرتا رہتا ہوں۔ یہ حالت مجھ پر ایک عرصہ سے طاری ہے۔ زبانی ادائے شکر سے جب سیری نہیں ہوتی تو یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اسی پر مجھے اختیار ہے اور میں کر ہی کیا سکتا ہوں سوائے اس کے کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں ان کا زبان و قلب سے شکر ادا کروں اور ان نعمتوں کا صحیح استعمال کروں اور ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے معاصی اور کوتاہی اور نعمتوں کے غیر صحیح استعمال سے یہ سلب ہو جائیں۔ حضور والا سے بصد ادب اپنی اصلاح اور دعائے توفیق اعمال حسنہ اور عافیت دارین کے لئے متدعی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۲۲ جونپور مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء

حال:- آج رمضان المبارک ۱۳۵۴ء کی پہلی تاریخ ہے۔ میں نے اپنے معمولات میں قرآن مجید کی تلاوت کی مقدار بڑھا دی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوپارہ روزانہ پڑھوں گا اور حضور والا کی تفسیر و مواعظ کا بھی مطالعہ کرتا رہوں گا۔ تہجد بارہ رکعت اور بارہ تسبیح شروع کر دی ہے۔ ذکر اسم ذات تین ہزار مرتبہ۔ ویسے چلتے پھرتے دیگر اوقات میں کلمہ طیبہ اور استغفار اور درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ حضور والا سے دعائے استقامت رسوخ و قبولیت عبادت کے لئے ملتجی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔

حال:- یہ ماہ مبارک رحمت و برکت و گناہوں کی مغفرت کا مہینہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرتا رہوں گا مگر بصد التجا حضور والا سے مؤدبانہ خاص طور پر عرض ہے کہ حضور والا بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ سے میرے ان تمام گناہوں اور قصوروں کو جو میں نے آج تک عملاً لساناً قلباً عمداً و سہواً کئے ہوں معاف کر دیئے جانے کے واسطے دعا فرمادیں اور نیز اس لئے بھی کہ اللہ جل شانہ میرے ان تمام قرضوں اور دیگر حقوق العباد یا

فرض عبادات جو میرے ذمہ باقی ہیں نہایت جلد و آسانی کے ساتھ ادا کیے جانے کی توفیق مرحمت فرمادیں اور آئندہ مجھے صغائر و کبائر سے اجتناب و تحفظ حقوق العباد کی توفیق وافر عطا فرمادیں۔ مجھے اپنی بے بضاعتی اور قلب ولسان کی گندگی کا بہت اچھی طرح احساس ہے اس لئے حضور والا کی توجہات و دعاؤں کی میرے لئے بہت زیادہ ضرورت ہے۔

جواب:- جمیع مقاصد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۲۳

جونپور مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۵ء

حال:- رسیوری کے متعلق جو عذرداری میں نے چیف کورٹ لکھنؤ میں کی تھی بحمداللہ وہ منظور ہو گئی۔

جواب:- مبارک باد۔

حال:- رسیوری کے دوران میں اور اُس کے بعد تک مجھے مسلسل پریشانیوں اور تکلیفوں کا سابقہ کرنا پڑا جس سے میرے دل و دماغ پر کافی اثر پڑا مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے حقیقتاً بہت سے فوائد اور تجربے بھی حاصل ہوئے۔ حضور والا اور دیگر مخلصوں کی دعائیں برابر میرے شامل حال رہیں۔ توقعات اور دوسروں پر آسرے کی حقیقت واضح ہو گئی۔ معاملات میں بہت تجربہ ہوا۔ اپنی پریشانیوں کی شکوہ شکایت کی عادت رفتہ رفتہ جاتی رہی۔ صبر و شکر پر ہر حالت میں عادتاً عمل ہونے لگا۔ بہت سے نفسانی جذبات مثلاً انتقام و غصہ وغیرہ سرد پڑ گئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب میری پست ہمتی اور طبیعت کی کمزوری کا جو عرصہ تک پریشان رہتے رہتے پیدا ہو گئی ہے نتیجہ ہے جو شاید قابل اجر نہ ہو۔

جواب:- کیا یہ پریشانی مصیبت نہیں اور کیا مصیبت پر اجر ملنے میں شبہ ہے اور اگر نہ

بھی ملتا تو اصلاح ہو جانا کیا تھوڑی بات ہے۔

حال:- کیونکہ میرے نفس میں ان کے خلاف پر کوئی تقاضہ ہی باقی نہیں رہا جس کے اہتمام میں مجاہدہ کرنا پڑتا اور اس پر اجر مرتب ہوتا۔ بہر کیف اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جو حال بھی اس وقت ہے بہت مناسب اور غنیمت ہے۔ ممکن ہے کہ جس بات کی میں تمنا کرتا ہوں اس کی توفیق مجھے نصیب ہی نہ ہوتی۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میری عاقبت وعافیت وصلاح وفلاح دارین کے لئے دعا فرمادیں اور ایسی زندگی کی توفیق عطا فرمادیں جس سے نہ دنیا میں مؤاخذہ ہو اور نہ آخرت میں۔ کیونکہ ہر وقت اسی کا خوف لگا رہتا ہے۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۲۴ جونپور مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۶ء

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔

جواب:- خیریت سے ہوں۔

حال:- بحمد اللہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ

حال:- حضور والا کی تحریر سے بہت زیادہ تسکین وتقویت حاصل ہوئی اور اپنی غفلت پر متنبہ ہوا اور اپنی حالت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

میں نے اس سال کی ابتداء سے وکالت کو باضابطہ ختم کر دیا ہے اور اس امر کی اطلاع ہائیکورٹ الٰہ آباد کو کر کے کہ میں بوجوہات چند وکالت ترک کر رہا ہوں، اپنا سرٹیفکیٹ وکالت واپس کر دیا۔ ڈاکٹری اختیار کرنے پر مجھ کو قانوناً ایسا کرنا چاہئے تھا۔ اللہ کا نام لے کر آج سے محض ہومیوپیتھک ڈاکٹری کو

اپنے مستقبل کے لئے اختیار کر لیا ہے اور آج سے برائے نام دواؤں کی قیمت بھی لینا شروع کر دی ہے اور گھر پر جانے کی فیس بھی لینے لگا ہوں۔ غریبوں کو بالکل مفت دوا دیتا رہوں گا اور ان سے فیس بھی نہیں لوں گا۔ اس وقت مریضوں کی تعداد ساٹھ ستر روزانہ ہے۔

حضور والا کے ارشاد کے مطابق یا ودود بائیس بار ہر نماز پنج گانہ کے بعد پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مریضوں کے مرجوعہ کے لئے دعا کر لیا کرتا ہوں۔

حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے واسطے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو میرے لئے آسان فرمادیں۔ میرے ہاتھ میں شفاء عطا فرمادیں۔ اس فن میں مجھے قابلیت و تجربہ، ترقی و نیک نامی عطا فرمادیں اور طاہر و پاک آمدنی مرحمت فرمادیں اور دولت عافیت سلامت روی، استقامت دین و فلاح دنیا عطا فرمادیں اور مجھے ہر طرح کی ذلت و رسوائی اور پریشانی و تشتت خاطر سے محفوظ رکھیں۔

جواب:- مجموعی حالت سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی برکت عطا فرماوے۔

بشارت :

میں نے سابعہ التابعہ میں مجازین صحبت کے ذکر کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ مجھ کو ان صاحبوں کے متعلق بعض حالات کا انتظار ہے اگر وہ حالات رونما ہو گئے تو ان کو مجازین بیعت میں داخل کر دوں گا۔ اور یہ حالات ہر ایک میں جدا جدا ہیں۔ آپ کے لئے ترک وکالت کا انتظار تھا جو بحمد اللہ واقع ہو گیا۔ اس لئے آپ کو مجازین بیعت میں داخل کر کے توکلاً علی اللہ اجازت دیتا ہوں کہ آپ بیعت طالبین کی کر لیا کریں۔ اشرف علی۔

مکتوب نمبر ۱۲۵ جونپور مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء

حال:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور والا نے جس نعمت غیر مترقبہ ودولت عظیمہ کے عطیہ کی بشارت سے اس ناکارہ کو سرفراز فرمایا ہے اس کے لئے بے انتہا تشکر وامتنان کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں سربسجود ہوں۔ مجھے ایک مدت سے ہر وقت یہ خیال بیتاب رکھتا تھا کہ میں نے ایسے قطب العالم ومجدد العصر شیخ کے قدم پکڑے ہیں مگر افسوس اپنی کوتاہی عمل اور کم مائیگی علم کے باعث شایان شان استفادہ کی نہ مجھ میں قابلیت ہے اور نہ صلاحیت، اپنی تنگ ظرفی کے سبب فیوض وبرکات سے بہرہ اندوز ہونے کی کوئی امید معلوم نہ ہوتی تھی۔ مگر الحمد للہ علی احسانہ کہ میری آنکھیں کھل گئیں کہ حضور والا تو اپنے اس ادنیٰ ترین خادم پر بھی اس قدر شفقت ومحبت فرماتے ہیں اور اپنے الطاف وکرم سے بدرجہا اس ناکارہ کی دین ودنیا کی بہبودی واصلاح اعمال ظاہری وباطنی توجہ گرامی کو منظور ہے۔ مجھے اب بین طور پر محسوس ہوتا ہے کہ میں غلط راستہ سے ہٹا کر راہ راست پر ڈال دیا گیا ہوں۔ کیونکہ وکالت کا اختیار کرنا پھر ترک کرنا اور فہم سلیم کا پیدا ہونا اور اس حالت کا نصیب ہونا میرے امکان کی بات نہ تھی۔ یہ محض حضور والا کی دعا وتوجہ سے حق تعالیٰ کی تائید وعطائے توفیق کا کرشمہ ہے جس کے لئے جس قدر بھی شکر بجالاؤں کم ہے۔

اپنی حقیقت وہستی پر نظر کرتے ہوئے اس خیال سے ایک قسم کا تحیر اور بے حد شرم وخجالت محسوس ہوتی ہے کہ مجھے تو خود کچھ آتا جاتا نہیں۔ میں خود ہی محتاج اصلاح ہوں بھلا مجھ سے کون طالب اصلاح ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ حضور والا کا حکم اور ارشاد یوں ہی ہے اس لئے مجال دم زدن نہیں۔

بہر کیف یہ امر میرے لئے ضرور موجب برکت و سعادت ہوگا کیونکہ حضور والا کی ہر مصلحت میرے ہی ذاتی نفع و بہتری کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے عجب وریا اور فریب و مکائد نفس و شیطان سے محفوظ رکھیں۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے لئے عقائد صحیحہ و اعمال حسنہ کی توفیق و رسوخ و مؤاخذہ دنیا و آخرت سے نجات و فلاح و صلاح دارین کے لئے دعا فرمادیں۔ خدا کرے کہ حضور والا کی دعائیں اور توجہات میری دین و دنیا کی زندگی کو سنوار دیں اور میں کسی عنوان سے بھی بدنام کنندہ نکونامے چند نہ ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھیں۔ اور عاقبت بخیر فرمادیں۔

جواب:- السلام علیکم! بہت خوش ہوا اور بہت دعا کی فلاح ظاہری کی بھی اور فلاح باطنی کی بھی۔

(اسی والا نامہ پر ایک جانب حضرت خواجہ صاحب نے حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی)

از احقر عزیز الحسن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبت نامہ نے بہت بہت ممنون یاد آوری فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں آپ کو اپنا محبّ اور محبوب بنالے اور اس ناکارہ خلائق کی بھی اصلاح اعمال فرمادے اور سب خرافات سے ہٹا کر اپنی مرضیات میں ہمہ تن مشغول فرما دیں۔ اب تو ماشاء اللہ آپ کو بڑا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔ اس احقر کو بھی کم از کم ایک بار دعائے اصلاح اعمال سے یاد فرمادیں۔ میں دل سے آپ کو اس نعمت عظمیٰ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ روز افزوں مدارج میں ترقی نصیب فرمائے اور ترک وکالت موجب صلاح و فلاح دارین ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔

آپ نے استفسار فرمایا ہے۔ سوانح شریفہ مرتب ہو رہی ہے۔ دعائے تکمیل فرمایئے۔ ابھی متعدد باب لکھنے کو ہیں اور رخصت قریب ختم ہے۔ قبل واپسی انشاء اللہ سب کو مکمل کرنا ہے۔

دعاگو و دعاجو احقر عزیز الحسن۔

اس بشارت کی اطلاع پر حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوری مدظلہ العالی خلیفہ ارشد حضرت مرشدی مولانا شاہ محمد اشرف علی قدس سرہ العزیز نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

برادرم عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الحمد للہ تعالیٰ احقر مع متعلقین بعافیت ہے اور آپ کی عافیت کا خواہاں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بحمد اللہ اپنے فضل و کرم کی موسلا دھار بارش کا نزول فرمایا۔ آپ کا مسرت نامہ بار بار دیکھتا رہا اور لطف اٹھاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بار امانت کا سچا امین فرمادیں اور مجھ ناکارہ کو بھی ساحل مقصود پر بامن وعافیت پار اتار دیں۔ میں اپنی اس مجمل خوشی کو بوقت ملاقات مفصل عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سچا وکیل بنادیں اور سچ ہے کہ

نیم جان بستاند و صد جان دہد۔ آنچہ در وہمت مگنجد آن دہد۔

آپ نے مردار کو چھوڑا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے عوض میں کیا عطا فرمایا حیات طیبہ۔ اپنا تعلق خاص جس کو نسبت مع اللہ کہتے ہیں مبارک باد۔ مبارک باد۔ مبارک باد۔ مبارک باد۔ مبارک باد۔ مبارک باد الحمد للہ کہ ہر دوئی کا معاملہ آپ کے موافق ہوگیا۔ والسلام۔ عبد الغنی۔

احقر عبد الغنی از پھولپور مدرستہ روضۃ العلوم۔ مورخہ ۱۵ شوال

مکتوب نمبر ۱۲۶ جونپور مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۳۶ء

حال:- آج کل کچھ دنوں سے اپنے تمام عیوب پیش نظر ہر وقت مستحضر رہنے لگے ہیں۔ اپنے تمام ظاہری عادات و اطوار و اعمال میں اور باطنی اعمال میں ہزاروں طرح کی برائیاں نظر آتی ہیں۔ سوچتا ہوں تو جی گھبرا جاتا ہے کہ آخر کس طرح ان کی اصلاح ہو گی۔ مجھ پر تو بڑی بے حسی طاری ہے۔ امور اختیاری میں حتی الامکان اہتمام رکھتا ہوں مگر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ بڑا خوف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً میری تو یہ حالت ہے اور لوگ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات اپنی تعریف بھی لوگوں کی زبانی سنتا ہوں جس سے بڑی وحشت ہوتی ہے کہ یا اللہ میرا انجام کیا ہو گا۔ یہ تو بڑا دھوکا ہے اور خالص ریاکاری ہے۔ لوگ میری طرف سے کس قدر دھوکے میں ہیں۔ حضور والا مجھے اپنی اس حالت پر طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی آمیزش سے میں بالکل تباہ ہو جاؤں۔ میں لوگوں سے حتی الامکان بہت ہی کم ملتا ہوں اور نہ کسی سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ مجھے کسی بات میں کوئی دلچسپی معلوم نہیں ہوتی۔ زندگی بالکل بے کیف سی معلوم ہوتی ہے۔ جب کبھی کسی تردد خاطر کی وجہ سے معمولات ترک ہو جاتے ہیں تو بہت دل گھبراتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہو گا میں خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو جاؤں۔ حالانکہ عقلاً یہ سب امور قابل توجہ معلوم نہیں ہوتے مگر چونکہ آج کل طبیعت پر ان کے اثرات کا غلبہ ہے اس لئے حضور والا سے عرض حال کر کے نہایت مؤدبانہ التماس ہے کہ میری تسکین قلب و اصلاح حال کے لئے دعا فرمادیں۔

جواب:- دعا بھی کرتا ہوں اور بشارت بھی دیتا ہوں کہ یہ سب آثار فنا کے ہیں۔ (یہ

خط النور میں شائع ہوا ہے)

مکتوب نمبر ۱۲۷ جونپور مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ء

حال:- اپنی اس ناکارہ حالت پر بشارت پاکر بے حد تقویت و تسکین ہوئی۔ اس حصول توفیق وسعادت کو بہت بڑی نعمت متصور کرتا ہوں اور اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے حضور والا کے فیوض وبرکات سے بہر اندوز ہونے کی توفیق وصلاحیت عطا فرمادیں۔ بصد ادب حضور والا سے دعائے فلاح دارین ورسوخ واستقامت اعمال ظاہری وباطنی کے لئے ملتجی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال:- میری اصلاح حال پر جو حضور والا کی توجہ خاص ہے وہ حقیقتاً میرے حق میں احسان عظیم ہے جس کے ادائے حق ادائے شکر سے تاعمر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ ہر وقت ترقی درجات عالیہ فی دارین کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۲۸ جونپور مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۶ء

حال:- ایک مدت سے دل میں یہ تقاضہ رہتا ہے کہ حضور والا کی خدمت میں جلد جلد عریضے ارسال کروں اور ہفتہ کا انتظار نہ کروں۔ عریضہ تحریر کرنے کے بعد جواب کے آنے تک کا زمانہ انتظار قلب پر نہایت شاق رہتا ہے۔ لیکن جب عریضہ لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ بلکہ اپنی حقیقت پر نظر جاتی ہے اور سخت ندامت ہوتی ہے کہ سوائے چند معمولی سے معمولات کے صبح سے شام تک مجھ سے کوئی بھی تو مفید کام بن نہیں پڑتا۔ اور معمولات بھی کچھ اسطرح ادا ہوتے ہیں کہ جن میں نہ حضور

قلب ہوتا ہے اور نہ یکسوئی خیال۔ گو اس کی توفیق بھی موجب ہزار شکر ہے۔ میں جب ان لوگوں کی حالت پر نظر کرتا ہوں تو مجھے سخت غیرت آتی ہے اور بڑا رشک پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے مختلف قسم کے حالات کی حضور والا کو اطلاع کر رہے ہیں اور حضور والا کے ارشادات پر اتباع کرتے ہوئے اپنے دامان مقصود برکتوں اور سعادتوں سے بھر رہے ہیں۔ پھر یہ خیال کرتا ہوں کہ جو لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں وہی کچھ حاصل کر رہے ہیں۔ میری تمنائیں اور میرا رشک کہ مجھے بھی باطنی دولت نصیب ہو، میری حالت بھی ارفع و اعلیٰ ہو جائے محض میری ہوس خام ہے اور یقیناً اس میں نفس کا کید ہے۔ بغیر عمل کئے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا، اور عمل اختیاری ہے۔ اور باوجود اس علم کے بھی عمل اختیار نہ کرنا یا تو سقاوت قلبی ہے یا محرومی قسمت ہے۔ ان خیالات سے اکثر بڑا توحش اور اضطراب رہتا ہے۔ ہر وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے ہر شخص کہیں اچھا ہے کیونکہ مجھے اپنے ظاہر و باطن میں بین فرق معلوم ہوتا ہے اور اپنی زندگی سراسر ریاکاری معلوم ہوتی ہے۔ اپنی ناکامیوں اور حالت کی خرابی کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو سال ہو گئے کہ حضور والا کی قدم بوسی سے محرومی ہے۔ اس خیال سے کہ کتنی بڑی نعمت سے محرومی ہے ہر وقت دل میں ایک اضطراب سا رہتا ہے اور زندگی بالکل بے کیف معلوم ہوتی ہے۔ میرے دل و دماغ سے ہر طرح کی دلچسپیاں اور لطف و تفریح مفقود ہو چکی ہیں۔ نہ کسی سے ملنے جلنے کو جی چاہتا ہے اور نہ اپنے میں اس کی اہلیت ہی پاتا ہوں۔ صبح سے شام تک اپنا فرض منصبی ادا کر چکنے کے بعد گھر ہی پر پڑا رہتا ہوں اور کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ میری ان مجبوریوں کو مرتفع فرمادیں اور مجھے موقع نصیب ہو کہ کچھ دنوں آستانہ

حضور پر حاضر رہ کر برکات وسعادت حاصل کروں۔ کیونکہ بغیر اس کے میری حالت کی اصلاح اور حصول مقصد ناممکن اور محال نظر آتا ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے واسطے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری صحت درست فرمادیں اور توانائی عطا فرمادیں۔ کیونکہ بہت سے عمل جو مجھے کرنا چاہئے اور جن کے کرنے کو جی چاہتا ہے کمزوری صحت ہی کی وجہ سے بن نہیں پڑتے۔ اور نیز اس کے لئے اللہ تعالیٰ میری مجبوریوں کو رفع فرما دیں کیونکہ اس کے سبب سے بھی بہت سی تمنائیں ہیں کہ دل ہی دل میں گھٹ کر رہ جاتی ہیں۔ اور سب سے بڑی بات جس کی مجھے ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ مجھے اپنے رضا وقدر پر راضی رہنے کی توفیق مرحمت فرمادیں کہ خواہ بظاہر بے مراد ہوں یا بامراد ہر حال میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے دولت صبر وشکر ارزانی فرمادیں۔ اور مجھے دین ودنیا میں فلاح نصیب فرما دیں اور خسارہ آخرت سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

جواب:- کیا اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ظاہری و باطنی عطا ہوئی ہیں وہ استحقاق سے زیادہ نہیں ہیں۔ کیا ان کا شکر واجب نہیں ہے۔ جس کے متعلق خط میں ایک حرف بھی نہیں۔ کیا وہ ان کے سلب پر قادر نہیں اور کیا وہ سلب مصیبت نہیں اور کیا اس مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی بچائے ہوئے نہیں۔

تاثرات حضرت عارفیؒ! اس تنبیہ فرمانے سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ عنہ نے زندگی کا رخ ہی بدل دیا اور ہلاکت باطنی سے بچالیا۔ مایوسیوں کا خاتمہ فرمادیا اور مقامات صبر وشکر کے حجابات کو مرتفع فرما کر تعلق مع اللہ کی طرف متوجہ فرمادیا۔

مکتوب نمبر ۱۲۹ جونپور مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء

حال:- حضور والا کے ارشادات سے مجھے اپنی بے حسی اور غفلت پر تنبہ ہوا جس سے دل لرز گیا۔ یقیناً یہ شیطانی وسواس تھے جن میں مبتلا تھا جن کے سبب سے غیر اختیاری امور کے درپے ہو کر کفران نعمت کا مرتکب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے کفران نعمت اور اس کے وبال سے ہمیشہ محفوظ رکھیں۔

حضور والا کی دستگیری کے صدقے اور طفیل میں اللہ جل شانہ نے جو نعمتیں ظاہری و باطنی اور دولتیں مجھ ایسے ناکارہ کو مبذول فرمائی ہیں وہ یقیناً میری بساط وحیثیت سے کہیں زیادہ ارفع واعلیٰ ہیں اور جن کی کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ ایک نعمت کا بھی شکر ادا کرنا چاہوں تو تمام عمر ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ہر طرح کا فضل ہی فضل ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میرے واسطے فہم سلیم وسلامتی طبع کے واسطے دعا فرمادیں...... اور ان کے سلب ہونے کی مصیبت اور وبال سے ہمیشہ محفوظ رکھیں اور اپنا فضل وکرم میرے شامل حال رکھیں۔ آمین۔

جواب:- تمام مقاصد ظاہرہ وباطنہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس وقت آپ کا ہدیہ پانچ عدد خربوزہ پہنچے۔ دعا وشکریہ کے ساتھ قبول کئے۔

مکتوب نمبر ۱۳۰ جونپور مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

حال:- اپنی حالت پر اکثر غور کرتا ہوں مگر مجھے نہ تو کبھی کسی قسم کے کوئی خطرات ووسواس ہی دل میں پیدا ہوتے معلوم ہوتے ہیں اور نہ کبھی کوئی خاص حالت وکیفیت ہی معلوم ہوتی ہے۔ بجز اس کے کہ اپنی کوتاہی اعمال پر اکثر

تاسف رہتا ہے۔اور بڑا اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت آنکھ بند ہو گئی تو پھر یہاں کے سب معاملات ختم۔ اور وہاں کے لئے کوئی ذخیرہ اعمال ہوتا تو بر طرف اس گرانقدر زندگی کو رائیگاں کرنے پر جو مؤاخذہ ہوگا اس کا کیا جواب ہوگا۔ اس پر یہ خیال کرلیتا ہوں کہ میں تو بہت عاجز و حقیر ہستی ہوں اور میرے اعمال کی بساط ہی کیا۔ یہاں جیسے میرے ساتھ باوجود میری ناکارگی کے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے وہاں بھی انشاء اللہ ضرور یہی معاملہ اللہ جل شانہ کا میرے ساتھ رہے گا۔

یہ متذکرہ بالا کیفیت ہفتہ عشرہ میں اکثر پیدا ہو جایا کرتی ہے اور پھر انہیں خیالات سے اس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کیا کرتا ہوں۔ اور اللہ جل شانہ سے ان کے فضل و کرم کا طالب و ملتجی رہتا ہوں اور حضور والا مجھے ہر وقت اس کی حسرت و تمنا رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی زندگی کی توفیق عطا فرمادیں جیسی کہ صالحین و متقین کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ اور اب تک جو میرے دل و دماغ میں پچھلے گناہوں کے سبب سے گندگی اور خرابی پیدا ہو گئی ہے وہ بالکل دور ہو جائے اور آئندہ زندگی کی ایسی توفیق مرحمت ہو کہ مؤاخذہ دنیا اور مؤاخذہ آخرت سے مجھے نجات رہے۔ ان امور کے حصول کے لئے حضور والا سے بصد ادب خاص طور پر دعاؤں کا طالب و ملتجی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا ہے۔ اور خطوط سابقہ میں ان سب کا فیصلہ موجود ہے۔

مکتوب نمبر ۱۳۱

جونپور مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء

حال:- ڈاکٹری کے سلسلے میں بعض وقت ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہئے۔ ایک طوائف بیمار پڑتی ہے اور میرا علاج کرانا چاہتی ہے۔ اور دیکھنے کے لئے اپنے مکان پر بلاتی ہے۔ اگر میں نہیں

جاتا ہوں تو کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا۔اور اگر جاتا ہوں تو طبیعت اندر سے مکدر ہوتی ہے اور سخت گرانی اور حجاب معلوم ہوتا ہے۔ بعض وقت محض حال دریافت کر کے دوا دے دیتا ہوں۔ بعض وقت اپنے مطب میں یکہ وغیرہ پر لانے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی آنے کے قابل نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔اور اگر وہ مجھ کو فیس دیں تو لی جائے یا نہ لی جائے۔ سخت تردد میں پڑ گیا ہوں۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ کوئی صورت تجویز فرمادیں تاکہ اس پر عمل کروں۔

جواب:- جاکر دیکھ لیا جائے اور اپنے نفس اور آنکھ کی حفاظت کی جائے۔اور ایک بار دیکھ کر کہہ دیا جائے کہ مرض میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کسی اور کا علاج کیا جائے اور فیس نہ لینے کا یہ کافی عذر ہوگا کہ جب علاج ہی سے معذور ہوں تو فیس کیسے لوں۔

مکتوب نمبر ۱۳۲

جونپور مورخہ یکم ستمبر ۱۹۳۶ء

حال:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پس از ادائے آداب غلامانہ التماس ہے۔ حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہے۔ الحمدللہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ مطب کا حال بہتر ہے حضور والا سے دعائے برکت وترقی رزق اور نیک نامی کے لئے مستدعی ہوں۔

جواب:- السلام علیکم بحمداللہ میں بھی بعافیت ہوں۔

حال:- اپنے معمولات پر بحمداللہ کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ

مکتوب نمبر ۱۳۳ جونپور مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۶ء

حال:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب:- السلام علیکم۔

حال:- اپنے معمولات پر بحمد اللہ کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- نہایت ادب سے ایک بات عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ حضور والا اس امر میں اس ناکارہ کی تسکین فرمادیں گے۔
میں ایک عرصہ سے اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔ مگر مجھے حضور قلب، خشوع و خضوع کی طبیعت بہت ہی کم نصیب ہوتی ہے۔

جواب:- خشوع و خضوع و حضور قلب کا کونسا درجہ۔ اختیاری یا غیر اختیاری۔

حال:- اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ میں کسی قسم کی کوئی باطنی ترقی محسوس نہیں کرتا۔

جواب:- کون سی ترقی۔ مامور بہ یا غیر مامور۔

حال:- میں خوب جانتا ہوں کہ یہ سب غیر اختیاری امور ہیں اور قطعاً ناقابل التفات مگر طبعاً ایک خلش اس خیال کی اکثر پیدا ہو جاتی ہے۔

جواب:- پھر ضرر کیا۔

حال:- اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں کہ جو کچھ بھی میری حالت ہے اور جو کچھ بھی عمل مجھ سے بن پڑتا ہے اس کی توفیق میری حیثیت سے زیادہ مجھ پر انعام خداوندی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حالانکہ حضور والا کی شفقتیں اور توجہات اس ناکارہ پر میری حیثیت سے بہت ہی زیادہ ہیں، مگر خدا معلوم مجھے سیری محسوس نہیں ہوتی۔

جواب:- آ بیل مجھے مار کا علاج کیا۔

حال:- اور ہر وقت آستانہ اقدس سے دوری اور محرومی پر سخت قلق رہتا ہے۔

جواب:- پھر ضرر کیا۔

حال:- اور اپنے آپ کو بہت ہی ناکام متصور کرتا ہوں۔ امور متذکرہ بالا پہلے بھی معروض کر چکا ہوں اور جواب عالی سے شفا حاصل کر چکا ہوں مگر طبیعت پر آج کل ان کا بہت زیادہ غلبہ ہے اس لئے نہایت عاجزانہ طور پر ملتجی ہوں اس کے لئے علاج اور دعا فرمائی جائے۔

جواب:- علاج تو بتلا دیا۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۳۴

جونپور مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۶ء

حال:- ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو اس ماہ میں کسی وقت دولت قدم بوسی سے مشرف ہوں گا۔

جواب:- بشرط عدم قرض و عدم حرج۔

مکتوب نمبر ۱۳۵

جونپور مورخہ ۲ جنوری ۱۹۳۷ء

حال:- اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضور والا کی توجہات و شفقت بزرگانہ سے بہت سے فیوض و برکات سے بہرہ اندوزی نصیب ہے۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- اللہ تعالیٰ حضور والا کے ظل عاطفت کو تا مدت دراز ہم لوگوں کے سروں پر قائم و برقرار رکھے۔

جواب:- تازہ اطلاع و استفسار:۔ میرے پاس ایک پرانی رضائی ہے جو میری ضرورت سے زائد ہے اور میرا ارادہ تھا کہ کسی کو دے دوں۔ گھر میں مشورہ ہوا کہ

میاں عبدالحیؒ صاحب ایسی چیزوں کے شائق ہیں ان سے پوچھ لو اگر وہ لیں تو ان کے پاس بھیج دی جائے۔ میں نے وزن کرایا۔ دو سیر اتری جس کا محصول ایک روپیہ ہوتا ہے اس لئے بے تکلف اطلاع دے کر استفسار کرتا ہوں کہ اگر دل چاہے ایک روپیہ محصول کا بھیج دیا جائے۔ میں پارسل کر کے بلا کسی معاوضہ کے بھیج دوں۔ ورنہ یہاں کسی کو دے دی جائے گی۔ گوٹ کے پاس سے کہیں کہیں نکل گئی ہے اگر دل چاہے تو اس پر حاشیہ لگا دیا جائے۔

مکتوب نمبر ۱۳۶

جونپور ۸ جنوری ۱۹۳ء

حال:- آج میں نے بذریعہ منی آرڈر ایک روپیہ اضافی کے محصول کے واسطے ارسال خدمت عالی کر دیا ہے۔ کوپن میں بھی اس کا حوالہ دے دیا ہے۔ مجھے اپنی اس خوش قسمتی پر ناز ہے کہ حضور والا نے انتہائی محبت و شفقت بزرگانہ سے اور حضور پیرانی صاحبہ نے انتہائی خیال فرمائی سے مجھے اس عطیہ گرامی کا اہل سمجھا جس کو میں اپنے لئے موجب سعادت بزرگوانہ اور باعث ہزار فخر و مباہات متصور کرتا ہوں۔ یہ رضائی یقیناً میرے واسطے شاہانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی برکتوں سے دین و دنیا میں معزز و مشرف فرمادیں۔ اور میرے ظاہر و باطن کو حضور والا کے توجہات و فیوض سے مالامال فرمادیں۔ حضور والا سے اپنے جمیع مقاصد کے واسطے دعائے خاص کا متدعی ہوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ یہ سب آپ کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا گمان سچا کرے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۳۷

جونپور مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳ء

حال:- آج کی ڈاک سے رضائی کا پارسل موصول ہو گیا۔ اس عطیہ گرانقدر کو میں

نے سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا اور عطائے نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جواب:- اللہ تعالیٰ اس محبت کا صلہ عطا فرمائے۔

مکتوب نمبر ۱۳۸ جونپور مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۷ء

حال:- میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے دواخانہ کو حضور والا کے اسم گرامی کے ساتھ منسوب کر دوں تاکہ اس کو ہر طرح کی برکت و عزت حاصل ہو۔ اس کا نام "اشرف ہومیو دواخانہ" اس وقت تجویز میں ہے۔ اگر یہ امر کسی طرح نامناسب نہ ہو اور حضور والا کے مزاج کے خلاف نہ ہو تو اس کی اجازت عطا فرمائی جائے اور دواخانہ کے لئے ہر طرح کی ظاہری و باطنی فروغ و نیک نامی کے واسطے دعائے فرمادیں۔

جواب:- چونکہ بہت دور کی بات ہے اس لئے میری کسی مصلحت کے خلاف نہیں۔ دعا کرتا ہوں۔

حال:- حضور والا کی مجلس میں اکثر بہ سبیل تذکرہ اس کا ذکر ہوا ہے۔ حضور والا نے چند اطباء کے لئے فرمایا ہے کہ بزرگان دین نے ان کے لئے خاص دعا فرمادی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان کے ساتھ شامل حال ہے اور ان کو ہر طرح کی عزت و نیک نامی حاصل ہے۔ میں بھی اس کی تمنا رکھتا ہوں اور نہایت مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ میرے حق میں بھی حضور والا ایسی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہر طرح کا فروغ و نیک نامی و دست شفاء عطا فرمادیں اور استقامت دیں اور وسعت رزق کی دولت و توفیق عطا فرمادیں۔

جواب:- کجامیں، کجا بزرگان دین۔ مگر دعا سے انکار نہیں۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۳۹ جونپور مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۷ء

حال:- اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے چار لڑکے ہیں ان میں سے دو اب ماشاء اللہ سن شعور کو پہنچ رہے ہیں۔ ان کی تعلیم کے لئے انگریزی پڑھانے کا تو ابتداء ہی سے خیال تک نہیں ہے۔ قرآن شریف، بہشتی زیور اور معمولی حساب وغیرہ گھر پر ایک مولوی صاحب پڑھاتے ہیں۔ مگر جیسا کہ چاہئے ویسی خاطر خواہ تعلیم نہیں ہو رہی ہے۔ مجھ میں سر دست اس قدر استطاعت نہیں ہے کہ کسی قابل معلم کو رکھ کر اُنکی تعلیم کا انتظام وتربیت کا انتظام کر سکوں۔ دن رات اس کی فکر اور تردد رہتا ہے کہ کیونکر ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کروں۔ کچھ اُن کی صحت بھی کمزور ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ بچوں کی تعلیم وصحت کے لئے کوئی بہتر سے بہتر صورت نکل آئے اور سب بچے علم دین حاصل کریں اور خوش اقبال اور خوش حال رہیں۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔

(اس خط کے جواب کی تحریر حاشیہ پر مٹ سی گئی جو پڑھی نہ گئی)

مکتوب نمبر ۱۴۰ جونپور مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۳۷ء

حال:- اپنے معمولات پر بحمد اللہ تعالیٰ کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ

حال:- حضور والا میری حالت ابتدا سے اب تک ایک ہی سی ہے یعنی معمولات کو بطور معمولات کے ادا کرتا ہوں ان میں یکسوئی ودلجمعی آج تک نصیب نہ ہوئی۔

جواب:- کیا اس کا جواب کسی خط میں نہیں دیا گیا یا وہ جواب صحیح نہیں۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۴۱ جونپور مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء

حال:- رسیوری کی پریشانیوں کے زمانہ میں حضور والا نے حزب البحر' پڑھنے کو بتلایا تھا وہ میں تقریباً چھ برس سے برابر بعد نماز عصر پڑھا کرتا ہوں۔ بعض وقت کمی و تنگی وقت کے سبب خیال پیدا ہوتا ہے کہ کبھی ترک کر دیا کروں۔ مگر ایک عرصہ تک پابندی کے ساتھ پڑھنے کا عادی ہو گیا ہوں۔ ترک کرنے میں تذبذب پیدا ہوتا ہے اس لئے عرض ہے کہ اس کو اس طرح پڑھتا رہوں یا کبھی ترک کر دوں اور جب اطمینان ہو پڑھتا رہوں یا اب بالکل ترک کر دوں۔

جواب:- نہیں۔ برابر۔ اس میں برکت ہے۔

مکتوب نمبر ۱۴۲ جونپور مورخہ ۶ اپریل ۱۹۳۰ء

حال:- چند ذرائع سے معلوم ہوا کہ آج کل تھانہ بھون میں طاعون کا بہت زور ہے۔

جواب:- یہ مبالغہ ہے کسی راوی کا۔

حال:- سخت تردد و تشویش لاحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وبا کو وہاں سے دفع فرمائیں۔

جواب:- آمین۔

حال:- ہومیوپیتھی میں اس وبا کے زمانہ میں تجربے سے ایک دوا حفظ ماتقدم کے طور پر بہت نافع ثابت ہوئی ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اپنے تجربہ سے اس کو مفید پایا ہے۔ اس کی کچھ گولیاں ملفوف ہیں۔ اگر مناسب خیال فرمایا جائے تو بطور حفظ ماتقدم کے استعمال کر لیا جائے۔

جواب:- انشاء اللہ تعالیٰ ضرور استعمال کی جائیں گی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

مکتوب نمبر ۱۴۳ جونپور مورخہ یکم مئی ۱۹۳۰ء

حال:- میں کچھ خوشبودار تیل یہاں سے حضور والا کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں بھی۔ اس کے لئے اجازت کا خواستگار ہوں۔

جواب:- دو شرط سے بخوشی اجازت ہے۔ مقدار زیادہ نہ ہو اور قیمت زیادہ نہ ہو۔ ایک صاحب ایک بار ۱۸ روپیہ سیر کا ایک بار ۱۲ روپیہ سیر کا تیل لے آئے۔ اچھا نہیں معلوم ہوا۔

حال:- پیرانی صاحبہ چنبیلی کا تیل پسند فرمائیں گی یا مولسری وغیرہ کا۔

جواب:- پوچھا گیا۔ وہ بیلہ کا پسند کرتی ہیں اور سب کو دعا وسلام کہتی ہیں۔ مجھ کو دونوں یکساں ہے۔ بیلہ کا یا چنبیلی کا۔ آپ کو جو پسند ہو اور سہل ہو۔

مکتوب نمبر ۱۴۴ جونپور مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۰ء

حال:- کچھ خوشبودار تیل بذریعہ پارسل ارسال خدمت کیا گیا ہے اور بلٹی ایک لفافہ میں رجسٹری شدہ بھیجی گئی ہے۔ باوجود اہتمام اور تاکید کے بھی ایک غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ اس خیال سے کہ حضور والا کی طبیعت پر اس کوتاہی سے گرانی ہو گی مجھے بہت قلق ہے' خواستگار معافی ہوں۔

میں نے خیال کیا تھا کہ کارخانے والے برابر پارسل بھیجتے رہتے ہیں اس لئے انہیں کی معرفت پارسل بھیج دیا جائے۔ تیل کی قیمت ادا کر دی تھی اور محصول کے لئے علیحدہ سے دام دے کر بہت تاکید کر دی تھی کہ پارسل اس طرح کیا جائے کہ محصول یہیں ادا کر دیا جائے اور وہاں صرف پارسل حضور والا کی خدمت میں پہنچ جائے مگر باوجود اس انتظام کے کارخانہ والوں نے

بغیر محصول ادا کئے پارسل روانہ کر دیا۔ اور اس طرح کا پارسل کیا کہ محصول وہاں وصول کیا جائے۔ بلٹی بھی بغیر میری اطلاع کے خود ہی بذریعہ رجسٹری کرا کے روانہ کر دی۔ مجھے یہ معلوم ہو کر بڑا افسوس ہوا۔ آج بذریعہ منی آرڈر پارسل کا محصول ارسال خدمت کیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ قبول فرمایا جائے گا۔ ڈھائی پاؤ چمبیلی کا تیل ہے اور ڈھائی پاؤ بیلے کا تیل ہے۔ یہ دونوں تیل چار روپے سیر والے ہیں۔ امید ہے پسند آئیں گے۔ بیلے کا تیل چھوٹی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

جواب:- السلام علیکم۔ اب تو تجربہ ہو گیا کہ کسی کو کام سپرد کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ایک اذیت یہ ہوئی کہ بلٹی میں صرف تھانہ بھون لکھ دیا۔ ٹاؤن نہیں لکھا جس کی وجہ سے یہ پرانے اسٹیشن پر چلا گیا۔ وہاں آدمی جا کر لایا۔ جس کو بعد مسافت اور دھوپ سے تکلیف ہوئی۔ تیل بہت پسند آئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ تیل دے دیا گیا اس کی طرف سے بھی دعا و سلام۔

مکتوب نمبر ۱۴۵

جونپور مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء

حال:- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مطب کا حال بہت اچھا ہے۔ بڑے بڑے سنگین امراض والے مریض آتے رہتے ہیں۔ اس وقت بڑا اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ ایسے ناکارہ شخص کی ایسی شہرت ہو گئی ہے۔ حضرت والا سے دست بستہ ملتجی ہوں کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مؤاخذہ دنیا و آخرت سے محفوظ رکھیں اور قابلیت و اہلیت عطا فرمائیں۔

جواب:- اللّٰھم زد فزد. دعا والتجاء، توجہ و اہتمام اور کوشش و مطالعہ کتب فن کرتے رہیے۔ دل سے دعا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۴۶ کانپور مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء

حال:- میرے والد صاحب مولوی علی عباس صاحبؒ کا آج صبح دو روز کی علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

جواب:- السلام علیکم۔ سخت رنج ہوا۔

حال:- میں علالت کی خبر سن کر کانپور آگیا تھا۔ والد صاحب مرحوم حضرت سے بیعت تھے اور گاہ گاہ عریضے بھی ارسال خدمت کرتے رہتے تھے۔ نزع کی حالت میں سخت کرب و بحرانی وہذیانی کیفیت تھی (لولگ گئی تھی جس کی وجہ سے شدید بخار تھا) مگر با آواز بلند کئی کئی بار رات میں نماز پڑھی۔ سورہ فاتحہ اور مختلف سورتیں پڑھتے رہے حالانکہ (بات نہ کر سکتے تھے اور) حواس بجانہ تھے۔

جواب:- سبحان اللہ۔

حال:- حضور والا ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں۔

جواب:- اللّٰھم اغفرلہ اللّٰھم ارحمہ.

مکتوب نمبر ۱۴۷ جونپور مورخہ ۲۸ جون ۱۹۳۷ء

حال:- خدا جانے یہ کیا بات ہے کہ قلب پر اب خوشی ورنج کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ حالانکہ میں اپنے آپ کو رقیق القلب محسوس کرتا ہوں۔ میں خیال کیا کرتا ہوں کہ شاید مسلسل میری متفکر وپریشان زندگی کے اثر سے دل میں کوئی ذوق وشوق باقی نہیں رہا اور کسی بات میں دلچسپی نہیں رہی۔ ابھی حال ہی میں میری دو مشفق ترین ہستیوں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ یعنی میری دادی صاحبہ محترمہ اور میرے والد صاحب قبلہ کے انتقال فرما جانے کا جیسا

صدمہ متوقع تھا میرے قلب پر نہیں ہوا۔ ابتداء میں کچھ یونہی معمولی سی غم کی کیفیت رہی مگر پھر جلد ہی زائل ہو گئی۔ یا تو اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دولت صبر جمیل عطا فرمائی۔ جو ہر حال میں قابل ہزار شکر ہے۔ یا میرے قلب کی بے حسی ہے جو کسی ظلمت باطنی کی وجہ سے مجھ پر طاری ہے۔ یا یہ کہ قلب میں یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے خوشی و رنج کے تاثرات دیر تک قلب میں نہیں رہتے اور قلب متفرق خیالات میں اِدھر اُدھر مشغول ہو جاتا ہے۔

جواب:- مجھ کو تعجب ہے کہ امور غیر اختیاریہ کی فکر میں کیوں پڑا جاتا ہے۔ باقی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۴۸ جونپور مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۳۷ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضور والا کے مواعظ اور تربیت السالک میں اکثر و بیشتر سالکین کے احوال میں مختلف قسم کے مراقبات اور ان کی تعلیمات کا ذکر ہے اور مختلف قسم کے مجاہدات مثلاً پاس انفاس اور سلطان الذکر وغیرہ کا ذکر ہے مگر میں نے آج تک کبھی حضور والا سے ان کے متعلق کچھ دریافت نہیں کیا۔ میں ہمیشہ یہ خیال کرتا رہا کہ میں دنیا کے اشغال میں پھنسا ہوا ہوں۔ دن رات مجھے مختلف قسم کی سرگردانی رہتی ہے۔ مجھے ان چیزوں کے اختیار کرنے کی نہ فرصت ہے اور نہ اہلیت و قابلیت اور کبھی یہ خیال ہوا بھی تو حضور والا سے عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اب خیال ہوتا ہے کہ شاید اب تک میں نفس و شیطان کے فریب و قید میں مبتلا رہا اور قرب حق اور رضائے حق کے حصول کے جو ذرائع ہیں وہ میں نے اپنی کم ہمتی سے اختیار نہ کئے اور نہ حضور والا سے

اپنی طلب کا اظہار کیا۔ مجھے اپنی اس محرومی پر سخت افسوس و قلق محسوس ہوتا ہے۔

جواب:- السلام علیکم۔ بالکل غلط خیال۔ جب مقصود حاصل ہو تو خاص طریق کا حاصل نہ کرنا مضر نہیں۔

حال:- اسکے علاوہ میں بہت سی اصطلاحات تصوف سے بھی بالکل ناواقف ہوں اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کو میں اپنی فہم وادراک سے بھی بالاتر پاتا ہوں۔ تو خیال ہوتا ہے کہ آیا ان کا جاننا اور سمجھنا میرے لئے ضروری نہیں ہے یا مفید نہیں ہے۔

حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ اس امر میں جو کچھ میرے لئے مناسب ہو ارشاد فرمادیں تاکہ اس پر عمل کر کے حضور والا کے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہوں۔

جواب:- اصطلاحات ہی مقصود نہیں اس لئے وہ بھی قابل اہتمام نہیں۔ جس طرح مریض کو صحت مقصود ہے اور طبیب کو علاج کا طریق۔ خواہ وہ طریق کو صحبت سے جانتا ہو یا کتاب سے۔ خواہ اردو میں یا فارسی میں۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۴۹ جونپور مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۸ء

حال:- ایک عرصہ سے مطب میں آمدنی کم ہو گئی ہے۔ وہم ہوتا ہے شاید لوگ مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں یا میری بڑھتی ہوئی ترقی دیکھ کر لوگوں کو حسد ہوا اور ان کی نظر لگ گئی۔

جواب:- مہمل خیالات۔ رزق کی کمی بیشی تقدیر سے ہے۔

مکتوب نمبر ۱۵۰ جونپور مورخہ ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

حال:- ایک ذریعہ سے حضور والا کی ناسازی طبع کا حال معلوم ہو کر سخت تردد و تشویش خاطر ہوا ہے۔

جواب:- لوگوں کا یہ ہی مشغلہ ہو گیا۔ خبر پہنچانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بہرحال اب بفضل تعالیٰ بالکل تندرست ہوں۔ اطمینان فرمائیں۔

مکتوب نمبر ۱۵۱ جونپور مورخہ ۴ جنوری ۱۹۳۹ء

حال:- اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- آج کل میرے مطب میں مرجوعہ بہت کم ہے' آمدنی بھی کم ہے۔ میرے دماغ میں ہمیشہ یہ بات رہتی ہے کہ مطب میں مرجوعہ زیادہ رہے اور جو مریض آئے وہ ضرور صحت یاب ہو جائے۔ اگر کوئی مریض افاقہ نہ دیکھ کر علاج ترک کر دیتا ہے تو مجھے ناگوار ہوتا ہے اور برابر اس کا خیال لگا رہتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی میرے علاج کی ناکامی کا ذکر کرتا ہے تو ناگوار ہوتا ہے۔ میں ہر نماز کے بعد دعا بھی کرتا ہوں کہ جس کو دوا دوں وہ اچھا ہو جائے اور مطب سے کوئی ناکام واپس نہ جائے۔ اپنی اس حالت پر شبہ ہوتا ہے کہ کہیں جاہ پسندی یا حرص کا تو شائبہ نہیں ہے یا اور کوئی روحانی مرض ہے۔

جواب:- طبیعت کا ضعف ہے نہ جاہ ہے نہ حرص اور اگر ہے تو غیر اختیاری اور غیر اختیاری پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ ہمارے طریق کی اول تعلیم ہے۔ پھر کیا تردد۔

مکتوب نمبر ۱۵۲ جونپور مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۹ء

حال:- اختیاری وغیر اختیاری کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا شمع ہدایت ہے کہ اس کے استحضار سے بعون اللہ تعالیٰ بہت سے خطرات ووساوس خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔

جواب:- بے شک۔

مکتوب نمبر ۱۵۳ جونپور مورخہ ۸ فروری ۱۹۳۹ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم اعلیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجھے جونپور میں مطب کرتے ہوئے تقریباً ساڑھے تین سال ہوگئے۔ کم وبیش سو روپیہ ماہوار آمدنی کا اوسط ہے۔ اس سے زیادہ ترقی کی امید یہاں کے مقام میں نہیں ہے مگر پھر بھی اپنے لئے بہت مغتنم سمجھتا ہوں لیکن چونکہ اب میرے بچوں کی عمر بڑھ رہی ہے اس لئے ان کے مستقبل کے لحاظ سے بہت زیادہ اہم امور پیش نظر ہیں۔ اول یہاں دینداروں کا چرچا بالکل نہیں ہے۔ بدعتیوں اور رافضیوں کی زیادہ کثرت ہے۔ اور پھر نہ قابل اعتبار عربی مدارس ہیں جنہیں کچھ بھی ابتدائی تعلیم ممکن ہو اور نہ مدرس ہی موجود ہیں جن سے گھر پر تعلیم دلائی جاسکے۔

پھر نہ بچوں کی معاش کے لئے آئندہ زندگی میں امید افزا ذرائع یہاں موجود نہیں۔ اس شہر میں نہ کسی صنعت وحرفت کے امکان ہیں نہ تجارت کی کوئی صورت ہے۔ آب وہوا کے اعتبار سے بھی یہ شہر کچھ اچھا ثابت نہ ہوا۔

ان چند ضروری باتوں کے فقدان کی وجہ سے یہاں مستقلاً وطن بنا کر رہنے میں بچوں کی تعلیم وتربیت ومعاش کے بجز خرابی کے بہتری کی صورت نظر

نہیں آتی۔اس لئے خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسی جگہ منتقل ہو جاؤں جہاں یہ سب باتیں آسان ہوں گو میرے لئے اور میرے پیشہ کے لئے یہاں آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں لیکن لڑکوں کا مستقبل بالکل تاریک نظر آتا ہے اس لئے ارادہ ہوتا ہے کہ توکلاً علی اللہ ان شہروں میں جہاں مسلمانی آبادی زیادہ ہے جلد از جلد منتقل ہو جاؤں۔اس وقت خیال دہلی یا میرٹھ کے لئے ہو رہا ہے اس کے علاوہ جو اللہ کو منظور ہو۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ دعا فرمادیں کہ جہاں بھی میرے لئے اور لڑکوں کے لئے مستقبل میں بہتری ہو، بہبودی کی صورت ہو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب وذرائع پیدا فرمادیں اور ہمارے ظاہری وباطن صلاح وفلاح کے مقاصد پورے فرمادیں۔ آمین۔

جواب:۔ السلام علیکم۔چونکہ بہت اہم تغیر ہے اس لئے تجربہ کاروں سے مشورہ بہت ضروری ہے۔باقی دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۵۴ جونپور مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

حال:۔ اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں ایک عرصہ سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے معاملہ میں پریشان ہوں۔دو بچوں کی عمر اب کافی بڑی ہو رہی ہے۔باوجود احباب واعزہ کے اصرار کے میں نے ان کو انگریزی اسکول میں داخل نہیں کیا بلکہ مکان ہی پر ابتدائی دینی تعلیم دلاتا رہا۔ مگر اب وہ بھی مشکل نظر آرہی ہے۔اور چند در چند مجبوریوں کے باعث خاطر خواہ دینی تعلیم وتربیت کا انتظام بھی فی الحال دشوار ہو رہا ہے۔زمانہ کا رنگ دیکھ کر اور بھی وحشت ہوتی ہے۔ہر طرف شرور وفتن کا ظہور ہے۔ ہزاروں قسم کی ترغیبات فاسدہ ہر طرف موجود ہیں۔دینداری اور اسلامیت کا اثر بہت کم ہو رہا ہے۔اعزہ واحباب جن سے

دن رات کا سابقہ ہے انہیں کی حالت دیکھ کر اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے بڑی تشویشناک صورت نظر آتی ہے۔

اس لئے حضور والا سے خاص طور پر نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر میرے تمام بچوں کے لئے حضور والا کی دعا خاص و توجہ بزرگانہ ہو جائے تو یقیناً امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح کی ظاہری و باطنی سعادت سے مالا مال فرما دیں۔ پچھلی مرتبہ بھی میں نے اسی طمع اور لالچ سے سب بچوں کو تھانہ بھون حاضر ہو کر حضور والا کی خدمت بابرکت میں حاضر کر دیا تھا تاکہ حضور والا اپنا دست شفقت ان کے سروں پر پھیر کر ان کو صاحب اقبال بنا دیں۔

جواب:- السلام علیکم!

دعا اور دل سے دعا کرتا ہوں مگر کوئی عملی نظام بھی تو تجویز کرنا ضروری ہے۔ خواہ کسی معتمد کی نگرانی میں کسی مدرسہ کا داخلہ ' خواہ کوئی متقی معلم کا گھر پر تقرر اور دونوں صورتوں میں مصلحت سے مجھ سے بھی مشورہ کر لیا جائے کہ کون مدرسہ اور کون معلم۔

مکتوب نمبر ۱۵۵ جونپور مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۹ء

حال:- بچوں کی تعلیم کے متعلق یہی ایک لا ینحل سا مسئلہ میرے لئے ہے کہ یہاں کوئی صورت حسب دلخواہ دینی تعلیم کے لئے نہیں ہے اور ابھی بچوں کی عمر اس قابل نہیں ہے کہ وہ کہیں باہر مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے بھیجے جائیں۔اسی بناء پر میں چاہتا تھا کہ خود کسی ایسی جگہ مستقل طور پر منتقل ہو جاؤں جہاں بچوں کو دینی تعلیم اور آئندہ کے لئے ذرائع معاش میں آسانیاں ہوں۔اپنے اعزاء اور احباب سے اس امر میں مشورہ لیا مگر کسی نے فی الحال

جونپور سے منتقل ہونے کا مشورہ نہیں دیا۔ اب سوائے اس کے دوسری صورت نہیں کہ کسی دیندار متقی معلم کو گھر پر پڑھانے کے لئے مقرر کیا جائے۔ اور جب بچے باہر جانے کے قابل ہو جائیں تو کسی معتبر مدرسہ میں داخل کر دیا جائے۔ اس لئے حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ حسب ارشاد کسی ایسے معلم کو تجویز فرمادیا جائے کہ جن کی تنخواہ وطعام و قیام کا میں متحمل ہو سکوں۔ اور آئندہ تعلیم کے لئے اس مدرسہ کا نام بھی لکھ دیا جائے جو حضور والا کی نظر میں مناسب ہو تا کہ بوقت ضرورت بچوں کو وہاں بھیج سکوں۔

جواب:- ایک کارڈ ملفوف ہے اس پر ضروری شرائط واطلاعات لکھ کر ڈاک میں چھوڑ دیا جائے اور براہ راست معاملہ طے کر لیا جائے اور ان کو اپنا پتہ بھی لکھ دیا جائے۔

مکتوب نمبر ۱۵۶

جونپور مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۹ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر کہ کسی بدبخت نے حضور والا کی خدمت میں کوئی خط لکھا ہے جس میں بزدلانہ دھمکی دی ہے۔ طبیعت میں سخت ناگواری اور غصہ ہے۔ آج لوگوں کی عقلیں اس قدر مسخ ہو گئی ہیں کہ ہزاروں قسم کے فتنوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے کہ انشاء اللہ کوئی بدبخت ہرگز ایسی ہمت و جرأت نہیں کر سکتا۔ غلامان حضور والا بارگاہ خداوندی میں ہر وقت دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں حضور والا کو ہر طرح کی سلامتی اور حفاظت میں رکھیں اور صحت و توانائی مرحمت فرمادیں اور تا مدت دراز حضور والا کا سایہ ہم لوگوں

کے سروں پر قائم رکھیں۔ آمین۔

جواب:- السلام علیکم۔ بس صلحاء کی دعا انشاء اللہ کافی ہے۔

حال:- حضور والا کی خیریت مزاج درگاہ الٰہی سے نیک مطلوب ہیں۔

جواب:- بحمد اللہ خیریت سے ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۵۷ جونپور مورخہ ۳ جون ۱۹۳۹ء

حال:- تھوڑا سا خوشبودار تیل بذریعہ ریلوے پارسل ارسال خدمت کیا ہے اُمید ہے کہ حضور والا قبول فرمائیں گے۔ روغن مغزیات خوشبودار تو حضور والا کے واسطے ہے اور روغن چنبیلی حضور والا کے لئے اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کے لئے ہے۔

جواب:- بسر و چشم دعا اور شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ بے حد پسند کیا گیا اور اسی طرح تقسیم کر لیا۔ نہایت ضرورت کے وقت پہنچا۔

مکتوب نمبر ۱۵۸ جونپور مورخہ ۹ جون ۱۹۳۹ء

حال:- میری تمنا ہے کہ حضور والا ازراہ شفقت بزرگانہ میرے بچوں کی دینی تعلیم کا مکمل نصاب تجویز فرما دیں گے تاکہ ان کے لئے ہمیشہ باعث سعادت و برکت ہو۔ اگر کوئی ایسا نصاب جو حضور والا کا مجوزہ پسندیدہ موجود ہے تو جس ذریعہ سے وہ حاصل ہو سکے حضور والا ارشاد فرما دیں میں وہاں سے حاصل کرلوں اور اسی نظم و ترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دلاؤں۔

جواب:- جو نصاب مدارس عربیہ میں رائج ہے کافی وافی ہے۔ کسی نئے نصاب کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر پورا عالم بنانا مقصود نہ ہو صرف سب علوم و فنون سے تھوڑی تھوڑی مناسبت ہو جانا مقصود ہو تو نیا نصاب بن سکتا ہے۔

اڑھائی سال کا ایک نصاب میں نے تجویز کیا تھا اور کئی طالب علموں پر اس کا تجربہ بھی کیا مگر اس میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اس سے باقاعدہ پورا عالم نہیں ہوتا تھوڑی تھوڑی مناسبت سب علوم سے ہو جاتی ہے۔ دوسرے اس نصاب سے ایسا شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کی عمر پختہ ہو اور پہلے سے کسی زبان مثلاً انگریزی وغیرہ میں کافی استعداد۔

مکتوب نمبر ۱۵۹ جونپور مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء

حال:- وضع حمل کی سہولت کے لئے ایک تعویذ درکار ہے۔

جواب:- نقل کرتا ہوں اس کی ترکیب یہ ہے کہ دردزہ کے وقت اس کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر حاملہ کے بائیں ران میں باندھ دیا جائے۔ (یہ تعویذ بہشتی زیور میں درج ہے)۔

مکتوب نمبر ۱۶۰ جونپور مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء

حال:- پس غلامانہ التماس ہے ارادہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ کہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں ۲۴۔ ۲۵ تاریخ تک حاضر خدمت والا ہو کر سعادت قدم بوسی حاصل کروں۔ اطلاعاً عرض ہے اور مستدعی ہوں کہ حضور والا اس مقاصد کی کامیابی کے واسطے دعا فرمائیں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ بخیر ملادے۔ دعا کرتا ہوں۔

والدہ رشیدہ لکھواتی ہیں کہ رشیدہ کے بچوں کیلئے دست و کھانسی کی گولیاں لیتے آویں۔ نیز کوئی سفوف یا گولی ایام کھل کر ہونے کی بھی ضرورت ہے۔ بلا تکلف یہ بھی لکھا جائے کہ اگر ان چیزوں کی قیمت معمول سے زیادہ ہو تو دام بتلا کر لے لئے جائیں۔

مکتوب نمبر ۱۶۱ جونپور مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۴۰ء

حال:- رشیدہ سلمہا کے بچوں کے لئے دوا بھیجنے کا وعدہ کر آیا تھا وہ ارسال ہیں۔ پرچہ ترکیب استعمال ملفوف ہے۔

جواب:- سب مل گئیں۔ حوالہ کر دیں۔ شکریہ کے ساتھ دعا کی۔

مکتوب نمبر ۱۶۲ جونپور مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۴۰ء

حال:- یہ معلوم ہو کر حضور والا کی انگلیوں میں خدانخواستہ کچھ تکلیف پیدا ہو گئی ہے تعلق خاطر ہے۔

جواب:- کسی نے معالجہ کر دیا۔ تکلیف کچھ نہ تھی صرف سردی کے اثر سے انگلیاں دائیں ہاتھ کی کام نہ دیتی تھیں بفضلہٖ تعالیٰ علاج سے بالکل بحال ہو گئیں۔

مکتوب نمبر ۱۶۳ جونپور مورخہ یکم اپریل ۱۹۴۰ء

حال:- جن لوگوں کو یہ علم ہوتا ہے کہ مجھے شرف و نسبت خادمیت حضور والا کے ساتھ حاصل ہے تو ان لوگوں کی طرف سے حسن ظن اور عزت افزائی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس پر اپنی ظاہری و باطنی حالت دیکھ کر مجھے بے انتہا خجالت و شرمندگی محسوس ہوتی ہے اور اپنی حالت بالکل منافقانہ معلوم ہونے لگتی ہے۔ خصوصاً یہاں محلہ ٹولہ میں ایک پرانے بزرگ مولانا ابوالبشر صاحب قبلہ ہیں جو شاید مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ اکثر بنگال میں رہتے ہیں یہاں جونپور جب تشریف لاتے ہیں تو مجھ سے ملنے کے لئے میرے گھر پر قدم رنجا فرماتے ہیں اور مجھ سے حسن عقیدت صرف اس بنا پر رکھتے ہیں کہ میں بھی غلام غلامان حضور والا سے نسبت رکھتا ہوں۔ ایسے

وقت میں مجھے اپنی حالت ناکارہ و ناقص آئینہ کی طرح روشن ہو جاتی ہے اور شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔ اس وقت خیال ہوتا ہے کہ نہ معلوم ان حضرات کا میری طرف سے کیا خیال ہے اور میں نے تو سیراب ہو کر جیسا جی چاہتا تھا یا جیسا کہ شایانِ شان تھا باوجود حضور والا کے بے انتہا الطاف واکرام کے کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ ایسے وقت بے اختیار جی چاہتا ہے کہ بصد ادب حضور والا کی خدمت میں عرض کروں کہ میرے اعمال تو کبھی کچھ نہ تھے اور نہ آئندہ کچھ بن پڑنے کی امید ہے کیونکہ دن رات ایک غفلت میں مبتلا ہوں۔ میرا جو کچھ بھرم ہے وہ تمام تر حضور والا کی بے انتہا دعاؤں اور توجہات کا کرشمہ ہے۔ اس لئے حضور والا خاص طور پر میرے لئے ایسی دعائیں فرمائیں کہ دنیا و آخرت میں رسوائی نہ ہو۔ اور جو نسبت غلامی مجھے حاصل ہے اس کی اہلیت و قابلیت مجھ میں پیدا ہو جائے۔ اور آخرت میں موجب نجات ہو جائے۔ میرا ظاہر و باطن ایسا ہو جائے جیسا کہ حضور والا کے خادموں کا ہونا چاہئے۔ مجھے اسی توجہ خاص کی تمنا ہے جو بزرگان دین نے اپنے خادموں پر فرمائی ہیں اور خاک ناچیز کو اکسیر بنادیا ہے۔

جواب:- جو شرمندگی پیدا ہوتی ہے یہی مقدمہ ہے اصلاح حال کا۔ انشاءاللہ۔ دعا بھی کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۶۴ جونپور مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۴۰ء

حال:- بعد آداب غلامانہ التماس۔ حضور والا کی دعاؤں کی برکت سے پرسوں بروز شنبہ میرے گھر میں لڑکا تولد ہوا ہے۔ میرے سب بچوں کے نام حضور والا ہی کے تجویز کردہ ہیں۔ حسن، احسن، محسن، مستحسن اس کے بھائیوں کے نام ہیں۔

جواب:- میرے سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ یہ نام کیوں رکھے گئے۔ ان ناموں کے

مناسب احسان ہے۔

حال:- حضور والا سے بصد ادب استدعا ہے کہ اس بچہ کا نام بھی تجویز فرمادیا جائے۔ نام اُس کے لئے باعث اعزاز واقبال و موجب سعادت و برکت دین ودنیا ہو۔ نیز یہ بھی استدعا ہے کہ ان سب کے حق میں دعا فرمادی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین ودنیا میں ہر طرح کی صلاح وفلاح نصیب فرمادیں۔

جواب:- آمین۔

حال:- میں نے اپنے بچوں کو مدرسہ میں داخل نہیں کیا ہے۔ مکان ہی پر جو تعلیم ممکن ہے دلا رہا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ان سب کی تعلیم و تربیت ایسی ہو جائے جو ایک سچے مسلمان کے لئے موزوں ولازمی ہے۔ اس دور پر فتن میں یہ بچے مسلمانان سلف کا نمونہ ہوں۔ یہ سب تو میری دلی تمنا ہے مگر میرا ماحول، میری حیثیت ایسی ہے کہ میں نہ تو خاطر خواہ تعلیم دلا سکتا ہوں اور نہ کچھ تربیت ہی بن پڑتی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر ان بچوں کے مستقبل کے خیال سے مترد و متفکر رہتا ہوں۔ مگر میرا عقیدہ ہے کہ باوجود ان تمام موانعات کے امید ہے کہ حضور والا کی خاص شفیقانہ و بزرگانہ دعاؤں کی برکت سے انشاءاللہ تعالیٰ میرے بچوں کا مستقبل روشن وبامراد ہوگا اور یہ سب بچے ایسے ہی بن جائیں گے جیسا میرا جی چاہتا ہے۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۶۵ جونپور مورخہ یکم مئی ۱۹۴۰ء

حال:- حضور والا نے جو بچہ کا نام تجویز فرمایا ہے وہ ہم سب کو پسند آیا...... اب اُنکی والدہ کی استدعا ہے کہ حضور والا سے عرض کیا جائے کہ یہ نام مفرد ہیں ان کے اول یا آخر کوئی اور متبرک نام کا اضافہ اگر مناسب ہو تو کر دیا جائے۔

جواب:- محمد احسان۔ احسان الحق۔

مکتوب نمبر ۱۶۶ جونپور مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۴۱ء

حال:- بحمد اللہ اپنے معمولات پر کاربند ہوں۔

جواب:- بارک اللہ تعالیٰ۔

حال:- اپنا کوئی عمل بھی قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا اس لئے اپنی غفلت و بے حسی اور مؤاخذہ آخرت کے اندیشہ پر دل لرزتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر تقویت محسوس ہوتی ہے تو صرف اس خیال سے کہ حضور والا کی بزرگانہ دعائیں میرے شامل حال ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میرا کام ضرور بن جائے گا۔

جواب:- امید و بیم کا جمع ہونا ایمان ہے۔

السلام علیکم۔ کل ۵ جون کو لفافہ مع بلٹی اور اس کے ذریعہ سے پارسل روغنیات کا پہنچا۔ بہت مسرت ہوئی۔ دعائے برکت کرتا ہوں۔ البتہ مقدار کے زیادہ ہونے سے اور قیمت کے گراں ہونے سے شرمندگی ہے۔ قلیل اور ارزاں کافی تھا۔ وہ پرچہ رکھ لیا ہے کہ اس میں اجزاء روغن کے درج ہیں۔ آپ کی تحریر کے موافق تیل تقسیم کر دیا گیا۔ گھر میں بھی سلام و شکریہ اور زیادتی مقدار و قیمت سے خجلت۔ باقی خیرت ہے۔

مکتوب نمبر ۱۶۷ جونپور مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء

حال:- اس بار حضرت والا کی خدمت سے واپسی کے بعد بحمد اللہ اپنی حالت میں بہت بہتر تغیر محسوس کرتا ہوں۔

جواب:- بحمد اللہ۔

حال:- اس بار وہاں کی حاضری میں خصوصاً ملاقات کے دوران میں اور اس کے بعد

حضور والا کی پیہم دعاؤں اور توجہات سے میں اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ بہرہ اندوز ہوا۔ اور میرے دل کو بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ حضور والا کے فیوض و برکات سے توفیق وافر نصیب فرمادیں۔ میرا تو بے تحاشا ہر وقت یہی جی چاہتا ہے کہ میرا ہر شعبہ زندگی بالکل اسی سانچہ میں ڈھل جائے جس طرح حضور والا کی تعلیم و تربیت کا منشا ہے اور میرا ظاہر و باطن حضور والا کی اصلاح و تربیت کا صحیح نمونہ بن جائے تاکہ اس کی برکت سے سچا تعلق مع اللہ پیدا ہو جائے۔ اور ایمان کامل اور اعمال صالحہ کی توفیق میسر ہو۔ میں اپنی اس دلی تمنا کے پورے ہونے کے لئے حضور والا سے بصد ادب دعاؤں کے لئے مستدعی ہوں۔

جواب:- دل سے دعا بلکہ دعائیں کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۶۸ جونپور مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۴۱ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مدظلہم العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

کچھ عرصہ سے صحت کی خرابی کی وجہ سے ذکر چھوٹا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق استقامت و رسوخ عطا فرمائیں۔ بہت ہی کوتاہ عمل ہوں۔ جی بہت کچھ چاہتا ہے مگر بن کچھ نہیں پڑتا۔ اس لئے میرے احوال باطنی کبھی کوئی قابل اطلاع ہوتے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضور والا کی تعلیم و تربیت کی بدولت روزمرہ کی زندگی میں معاشرت و معاملات میں ایسے پاکیزہ اصول کا علم حاصل ہو گیا ہے کہ ہر طرح کی عافیت ہی عافیت نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے میں عمر مزید و صحت و تندرستی کے ساتھ حضور والا کا سایہ عاطفت ہم لوگوں کے سروں پر قائم رکھیں اور ہم سب کو حضور والا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضور والا سے بصد ادب جمیع مقاصد دارین کی دعا کے لئے مستدعی ہوں۔
جواب:- وعلیکم السلام میں جو لکھتا اس میں سب کچھ لکھا ہے۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۶۹
جونپور مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء
حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
بحمد للہ اپنے معاملات پر کاربند ہوں اور حضور والا کی دعاؤں اور فیوض کی برکت سے اکثر وبیشتر ظاہری وباطنی حالت بہت زیادہ قابل شکر پاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ توفیق وافر نصیب فرمائے کہ حضور والا کے ارشاد پر اور حضور والا کے نقش قدم پر چلتا اور عمل کرتا رہوں۔ بصد ادب مستدعی ہوں کہ میری دین ودنیا کی فلاح کے واسطے حضور والا دعا فرمادیں۔
جواب:- السلام علیکم۔ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۷۰
جونپور مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۲ء
حال:- جنگ جاپان میں کلکتہ پر بھی بم گرائے جارہے تھے۔ چونکہ جونپور قریب ہے اس لئے جونپور میں لوگ ہراساں ہو کر دوسری جگہ منتقل ہو رہے تھے۔ میں نے حضرت کو اس امر کی اطلاع کی کہ میرے لئے تو کہیں منتقل ہونا آسان نہیں ہے اس پر ارقام فرمایا۔
جواب:- "جونپور اور خارج جونپور میں ایک ہی خدا ہے۔"

مکتوب نمبر ۱۷۱
جونپور مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۴۲ء
حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اپنی حالت پر جب غور کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے دین

و دنیا کے ہر شعبہ زندگی میں حضور والا کے فیوض و برکات پاتا ہوں اور دل ہر وقت حریص رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں اور بھی زیادہ ترقی عطا فرمادیں اور حضور والا کے تعلیمات و مسلک پر کاربند ہونے کی زیادہ سے زیادہ توفیق نصیب فرمائیں۔ بصد ادب ملتجی ہوں کہ حضور والا میرے حق میں ان امور کے حصول کے لئے دعا فرمائیں۔

جواب:- السلام علیکم۔ خیریت سے ہوں۔ دعا کرتا ہوں۔ حالات سے دل خوش ہوا۔

مکتوب نمبر ۱۷۲ جونپور مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۴۲ء

حال:- ایک عرصہ سے حاضر خدمت اقدس ہو کر شرف قدم بوسی حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اپنی اس محرومی پر بعض وقت اس قدر قلق ہوتا ہے کہ زندگی بے کیف معلوم ہونے لگتی ہے۔ دل کو اکثر اس خیال سے تسکین دیتا ہوں کہ حضور والا کی توجہات حاضرین و غائبین سب کے ساتھ یکساں ہیں۔ خصوصاً مجھ پر تو میری حیثیت سے کہیں زیادہ حضور والا کی شفقت بزرگانہ رہی ہے۔ اور میں نے حضور والا کے فیوض و توجہات سے بہت سی دولتیں حاصل کی ہیں مگر دل کو کسی طرح سیری حاصل نہیں ہوتی اور یہی جی چاہتا ہے اور جانے کیا کیا مجھے حاصل کرنا چاہئے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ دعا فرمادیں کہ میرا خیال محرومی حقیقی کامیابی سے تبدیل ہو جائے اور مجھے حضور والا کے ساتھ قوی نسبت باطنی حاصل ہو۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۷۳ جونپور مورخہ ۹ جولائی ۱۹۴۲ء

حال:- حضور والا کی دعاؤں کی برکت سے الحمدللہ آج کل یہ حالت ہے کہ اپنے ہر

معاملہ زندگی میں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم پر نظر رہتی ہے اور قلب میں اطمینان رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ دینوی تعلقات و توقعات بہت ہی ضعیف و ناقابل اعتبار محسوس ہونے لگے ہیں۔ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ اور اہم سے اہم ضرورت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ پیش کرتا ہوں اور اس سے قلب کو بڑی تقویت محسوس ہوتی ہے۔ آخرت کے معاملہ میں بھی جب اپنی کوتاہ عملی اور بے حس زندگی پر نظر کرتے ہوئے طبیعت میں ہیجان اور پریشانی ہوتی ہے۔ اس وقت بھی اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کردیتا ہوں کہ آپ ہی فضل وکرم کے مالک ہیں۔ میرے امکان میں جہاں تک ممکن تھا میں نے اپنی عقل کے مطابق آپ کی پسندیدہ اور آپ کے رسول اکرم ﷺ کی بتلائی ہوئی راہ اختیار کرلی ہے۔ اب عمل کا نہ بن پڑنا اور نفس و شیطان کے اغوا سے غفلت میں مبتلا ہو جانا میری بد بختی ہے۔ اس کو معاف کرنے والا سوائے آپ کے کوئی نہیں۔ اس مراقبہ سے اکثر دل کو سکون ہو جاتا ہے۔ حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ دنیا و آخرت میں اپنے رحم وکرم ہی کا معاملہ فرمائیں۔ آمین۔

جواب:- نہایت مسرت کے ساتھ دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۷۴

جونپور مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ حضور والا کا مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

بصد ادب ملتجی ہوں کہ حضور والا ہم لوگوں کی عافیت و فراغت کے لئے دعا فرمائیں۔ آج کل طرح طرح کے فتنوں اور حوادث کا ظہور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں اور سلامتی عطا فرمائیں۔ آمین

جواب:- السلام علیکم۔ خیریت سے ہوں۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سب شرور و فتن سے محفوظ رکھے۔

مکتوب نمبر ۱۷۵ جونپور مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۲ء

حال:- اپنی ظاہری و باطنی حالات میں سراسر حضور والا ہی کے فیوض و برکات محسوس کرتا ہوں۔ جو بھی اشکال ظاہری و باطنی درپیش ہوتا ہے حضور والا کے تصور کے ساتھ اس پر غور کرتا ہوں۔ الحمد للہ خود بخود رفع ہو جاتا ہے اور دل کو سکون ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر وقت اپنی عاجزی اور شکستگی کا ہر معاملہ میں استحضار رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے طبیعت میں خلجان اور عقلی تشویش پیدا نہیں ہوتی۔ یہ سب کچھ حضور والا کی دعاؤں اور توجہات کی بدولت نصیب ہے۔ اللّٰھم زدْ فزدْ. مجھے ہر وقت اسی کی تمنا رہتی ہے کہ خدا کرے کہ حضور والا کی توجہ میرے حال پر زیادہ سے زیادہ ہوتی رہے تاکہ میری دنیا و آخرت میں صلاح و فلاح حاصل ہوتی رہے۔

حضور والا سے بصد ادب اپنے جمیع مقاصد کے لئے دعا کا طالب ہوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ ہمچناں میرو کہ زیبا میردی

مکتوب نمبر ۱۷۶ جونپور مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۳ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک عرصہ ہو گیا کہ حضور والا کے شرف قدم بوسی سے محروم ہوں۔ یوں تو ایک نہ ایک عذر حاضری آستانہ اقدس میں مانع ہوتا رہتا ہے لیکن آج کل تو اور بھی زیادہ سفر میں دشواریاں اور دقتیں درپیش ہوتی جاتی ہیں۔ اس لئے اس خیال محرومی سے ہر وقت دل میں ایک خلش سی رہتی ہے۔ کیونکہ جب

عرصہ تک حضور والا کی قدم بوسی حاصل نہیں ہوتی تو طبیعت میں ایک خاص قسم کا اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور ہر وقت چلتے پھرتے حضور والا ہی کا تصور اور یاد رہتی ہے۔ اب اس سفر کی مجبوریوں اور بندش نے دل میں اور بھی زیادہ ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ بعض وقت اپنی محرومی و مجبوری سے دل میں یہ بات محسوس ہونے لگتی ہے کہ میں تو حضور والا سے کچھ بھی حاصل نہ کر پایا۔ میں تو بہت ہی گھاٹے میں رہا۔ اور مجھے اپنے اطمینان سے بڑا دھوکا رہا۔ بہت لوگوں نے تو اپنی علمیت و قابلیت کی وجہ سے حضور والا سے فیوض حاصل کئے۔ بہت لوگوں نے مجاہدات و ریاضیات سے حضور والا سے باطنی ترقیاں حاصل کیں۔ بہت لوگوں نے حضور والا کی خدمت بابرکت میں حاضر اور مسلسل خدمات سے سعادت و برکات حاصل کئے۔ اور میں تو ان تینوں باتوں سے محروم ہی رہا۔ کیونکہ میں نے تو جو کچھ بھی حاصل کیا وہ حضور والا کی دعاؤں اور توجہات سے حاصل کیا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی سرمایہ نہیں۔ اس لئے دلی تمنا اور آرزو ہے کہ حضور والا اس ناکارہ نامراد کو اپنی دعاؤں اور توجہات اور نسبت روحانی سے اس قدر بہرہ اندوز فرمادیں کہ مجھ کو مقصود زندگی اور مقصود آخرہ دونوں باتمام وکمال حاصل ہو جائیں۔ اور اللہ جل شانہ کے ساتھ تعلق قوی پیدا ہو جائے۔ آمین۔

جواب:- "یہی اعتقادات علامت ہیں حصول مقصود کی امید کی۔ دعا بھی کرتا ہوں"۔

مکتوب نمبر ۱۷۷ جونپور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۴۳ء

حال:- حضور والا کی ناسازی مزاج معلوم ہو کر فکر لاحق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اب علاج سے بفضل تعالیٰ افاقہ ہو رہا ہو گا۔

جواب:- یہی ہے۔

حال:- اللہ تعالیٰ اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے صدقے میں حضور والا کو جلد از جلد صحت و توانائی عطا فرمائیں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائیں۔

مکتوب نمبر ۱۷۸ جونپور مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اللہ تعالیٰ سے ہر وقت حضور والا کی صحت و توانائی کے واسطے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ اب مزاج گرامی اچھا ہوگا۔

جواب:- السلام۔ علیکم بحمد اللہ اس وقت بجز ضعف کے کوئی شکایت نہیں۔

مکتوب نمبر ۱۷۹ جونپور مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۳ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
یہ معلوم ہو کر کہ حضور والا تھانہ بھون تشریف لے آئے ہیں (لکھنؤ بغرض علاج تشریف لے گئے تھے) اور اب بہمہ وجوہ حضور والا کا مزاج گرامی بخیر وعافیت ہے، نہایت مسرت ہوئی اور اس اطمینان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیشہ حضور والا کو صحت و توانائی کے ساتھ رکھیں اور وابستگان آستانہ عالی کو ہر طرح کی نعمتوں سے مالامال فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔

جواب:- جزاکم اللہ علی ھذہ المحبۃ.

مکتوب نمبر ۱۸۰ جونپور مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء

حال:- اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبۂ دارین مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پس از ادائے اداب غلامانہ التماس ہے۔ یہ معلوم ہو کر کہ اب بفضلہٖ تعالیٰ حضور والا کی صحت میں افاقہ ہو رہا ہے بڑی مسرت ہے۔ ہر وقت حضور والا کی صحت و توانائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ اب کی بار وہاں سے آنے کو جی نہ چاہتا تھا مگر کچھ مجبوریوں اور یہاں کی ذمہ داریوں کی وجہ سے بادلِ ناخواستہ آنا پڑا۔ مگر ہر وقت دل وہیں لگا رہتا ہے۔ اس بار یہ میری بہت بڑی خوش نصیبی تھی کہ حضور والا کی خدمت کا موقع ملا۔ جب تین دن کے علاج سے کوئی افاقہ حضور والا کو محسوس نہ ہوا تو سخت قلق ہوا مگر اللہ تعالیٰ کی اِسی میں کوئی مصلحت ہو گی۔ اور ضرور کوئی نفع ہو گا مجھے سب میں زیادہ خیال اور خوف اس کا ہے کہ حضور والا کا مزاج شناس نہ ہونے کے سبب سے میری کوتاہیوں اور کم نظری کی وجہ سے کہیں حضور والا کو تکلیف نہ ہوئی ہو اور میری نامعقول خدمت خاطر اقدس کے لئے باعث تکدّر نہ ہوئی ہو۔ اور یہ امر میرے خسران دنیا و آخرت کا سبب ہو جائے۔ یہ خلش ہر وقت دل کو بیتاب رکھتی ہے۔ اسلئے حضور والا سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ میری خامیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمایا جائے۔ اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی جائے۔ فقط

خادم کمترین محمد عبدالحیؒ

۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء

نوٹ:۔ آخری خط کا جواب اس لئے نہیں ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا انتقال ہو گیا۔

............☆☆☆............

حصہ دوم

مکاتبت مابین

حضرت عارفیؒ

اور

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ
حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ
حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندویؒ
حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحبؒ
حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ
حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ

حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوبؒ[1]

حضرت خواجہ صاحبؒ، حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ جون ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ سات سال بعد نصف تنخواہ پر محکمہ تعلیم میں اپنی خدمات منتقل کروالیں اور بعد ازاں انسپکٹر آف اسکولز کے عہدہ پر ترقی پائی۔ حضرت حکیم الامتؒ سے آپ کا تعلق ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں ہوا۔ حضرت حکیم الامتؒ سے آپ کا خاص تعلق تھا۔ مختصر وقت کی ملاقات کے لئے گھنٹوں سفر فرمایا۔ طویل چھٹیاں لے کر آپ کی خدمت میں اکثر حاضر باش رہے۔ اشرف السوانح اور حضرت تھانویؒ کے ملفوظات حسن العزیز، آپ ہی کے مرتب کردہ ہیں۔

حضرت عارفیؒ آپ کے متعلق اپنی یادداشتوں میں تحریر فرماتے ہیں:

"خواجہ صاحبؒ کے والد صاحب مرحوم کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ العزیز اور حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی قدس سرہ العزیز کے ساتھ تھا، اس لئے خواجہ صاحب ابتداء عمر ہی سے حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ العزیز کے معتقدین اور منتسبین میں سے تھے اور بہت ہی والہانہ تعلق تھا۔ حضرت خواجہ صاحب فطری شاعر اور بہت پر گو اور بہت ہی پرجوش اور سادہ طبع اور شریف المزاج مگر بڑے مستقل مزاج اور زبردست متقی تھے۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ العزیز کی بڑی مخصوص نظران سے وابستہ تھی بلکہ درجہ محبوبیت کا سا حاصل تھا اور خواجہ صاحبؒ بھی بہت ہی والہانہ تعلق حضرتؒ کے

---

(۱) ماخوذ: عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفیؒ، سوانح حیات و تعلیمات، ص: ۱۷۷ تا ۱۸۲۔

ساتھ رکھتے تھے۔ رات دن صرف حضرتؒ ہی کا ذکر اور یاد ان کا شغف تھا"۔

حضرت عارفیؒ کو حضرت خواجہ صاحبؒ سے والہانہ تعلق تھا اور آپ سے مکاتیب کا سلسلہ بھی تھا۔ جب کبھی حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت حکیم الامتؒ کے پاس حاضر باش ہوتے تھے تو حضرت عارفیؒ کے اصلاحی خطوط بنام حضرت حکیم الامتؒ میں اپنی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ تحریر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الامتؒ کے وصال کے بعد حضرت عارفیؒ بہت مغموم اور مضطرب تھے، اس وقت حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت عارفیؒ کی ان الفاظ میں تسکین خاطر فرمائی اور ہمت کی تلقین کی:

کوئے نومیدی مرد امید ہاست
سوئے تاریکی مرد خورشید ہاست

یہ (شعر) حضرت (حکیم الامت) اقدس رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا بھی کرتے تھے اور جواباً تحریر بھی فرمایا کرتے تھے، حضرت اقدس کے فیوض کو پائندہ سمجھئے اور جو فرما گئے ہیں ان پر پہلے سے زیادہ کاربند رہئے انشاء اللہ تعالیٰ وہی برکات حاصل ہوں گے۔ ہمت، اذن، عمل واستقامت، ہی درکار ہے۔ حضرت نے ایک ملفوظ میں فرمایا ہے کہ سارے طریق کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں۔ خلوص اور ہمت بلکہ ان میں بھی ہمت اصل ہے۔ کیونکہ خلوص کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہو گی۔ تو گویا ہمت ہی پر سارا دار ومدار ہے اور فضل خداوندی تو بہر حال درکار ہے۔

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے، ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہرو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت کی توفیق عطا فرمائے۔ بس اللہ سے لو لگائے رکھئے اور اسی

کی تعلیم حضرت دے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو حیی اور قیوم ہیں وہ تو موجود ہیں اور حضرت اقدس کی نسبت موجود ہے پھر کیوں ہم لوگ مایوس ہوں۔ ان سب تخیلات کو چھوڑ کر کام میں لگئے وہی مقصود ہیں اور وہی ان فضول کی پریشانیوں کا دافع بھی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعضوں کو توحیات سے زیادہ برکات کا اب مشاہدہ ہو رہا ہے اور اس کو احقر نے یوں نظم کیا ہے۔

شام شب فرقت میں بھی انوار سحر ہیں
اے نور مجسم یہ تیری یاد کا عالم
دل نور جگر نور سخن نور نظر نور
یہ کیا ہے میری خاطر ناشاد کا عالم

میں نے حسب ارشاد دعا کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ میرے لئے (دعا) کر دیجئے میں تو نالائق ترین خادم ہوں اور یہ واقعہ ہے تکلف یا تواضع نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اب توفیق دے اور ذرہ اپنی اور حضرت کی محبت صادقہ نصیب فرمادے۔"

(مکتوب مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۳ء)

حضرت حکیم الامت کے وصال کے بعد حضرت عارفیؒ اپنی زندگی میں ایک بڑا خلا محسوس فرمارہے تھے۔ اور کسی سے دستگیری کی تمنا آپ کے دل میں موجزن تھی۔ حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء کی تعداد اچھی خاصی تھی اور خود حضرت عارفیؒ بھی ان میں شامل تھے مگر اس کے باوجود اپنی اصلاح کے لئے آپ نے حضرت خواجہ صاحب سے رجوع فرمایا اور اس طرح درخواست کی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تعلق کو کیسے برقرار رکھوں۔ صبح سے شام تک تو دنیا ہی کے معاملات وانہماک میں ختم ہو جاتے ہیں۔ بڑا خسران محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے جو تحریر فرمایا کہ بعض حضرات توحیات سے زیادہ اب برکات محسوس کر رہے ہیں اس سے اور بھی زیادہ اضطراب اور تحیر طبیعت میں پیدا ہو گیا ہے۔ اب میں کیا کروں۔

میں کس طرح اب حضرت اقدس کی روحانیت سے فائدہ حاصل کروں۔ سوائے اس کے آپ ہی میری مشکل آسان فرمادیں۔ میری نظر میں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے واقف اسرار اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و تعلیمات کا حامل بنایا ہے اب آپ ہی مجھ پر نظر مخصوص فرمادیں اور میرے خواب کی تعبیر کو پورا فرمادیں۔ میں ۱۹۲۷ء میں حضرت اقدس سے بیعت ہوا تھا جب سے برابر ان سترہ برس میں ہر مہینہ تین چار عریضے التزاماً لکھا کرتا تھا۔ اب ان تین مہینوں میں جو خط بند رہے، دل ہی جانتا ہے جو حالت ہے کسی طرح تسکین نہیں ہوتی۔ دل کی بھڑاس نہیں نکلتی۔ کس کو حال لکھوں اور کیا لکھوں آپ سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا اس وقت کوئی موجود نہیں ہے اس لئے آپ ہی کو لکھ رہا ہوں"۔

(مکتوب مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

اس مکتوب پر جواباً حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا۔

"میں تو واللہ اپنا نفع اس میں دیکھتا ہوں کہ آپ جیسے صلحاء سے خط وکتابت رہے۔ ضرور ایسا کیجئے اجازت نہیں بلکہ درخواست ہے"۔

اس کے بعد خطوط کا سلسلہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے انتقال تک جاری رہا۔

حضرت حکیم الامتؒ کے وصال کے بعد خواجہ صاحبؒ کی بیقراری ناقابل بیان تھی۔ ایک سال اور ۲۸ دن زندہ رہنے کے بعد آپ ۲۷ اگست ۱۹۴۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

جب کبھی بزم اشرف کے شواہد گان عشق کا ذکر چھڑتا ہے تو خواجہ صاحبؒ کا نام سر فہرست ہوتا ہے۔

حضرت عارفیؒ کے ذخیرہ خطوط میں سے حضرت مجذوبؒ کے جو خطوط دستیاب ہوئے اُن میں سے کچھ خطوط کے اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

مکاتبت مابین حضرت عارفیؒ و حضرت خواجہ عزیزالحسن غوری صاحب مجذوبؒ

مکتوب نمبرا ۴ دسمبر ۱۹۴۳ء

حال: مکرمی و مشفقی۔ زاد لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سفر خانقاہ کے ذوق و شوق کے اشعار مجھے بیحد پسند آئے۔ بس ایسی شاعری ہی اب کیا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اور اس ناکارہ کو بھی حضرت اقدس سے کامل طور پر فیضیاب فرمائے۔ حاجی بشیر صاحب کو اسقدر پسند آئے کہ فوراً مجھ سے لے لئے پھر مجھے بوجہ دورۂ مسلسل اُن سے لینے کا موقع نہ ملا۔ اورئی جانا ہوا تو خان بہادر صاحب کو سنائے۔ اب یاد بھی نہیں رہے۔ لکھنؤ سے ۷ دسمبر کو انشاء اللہ تعالیٰ واپس ہونگا اس وقت حاجی جی سے لے لوں گا۔ میں نے تو اب الحمد للہ شاعری بالکل چھوڑ دی ہے ؎

بس اب ایک ہی آشنا چاہتا ہوں
ہٹو دوستوں راستہ چاہتا ہوں
بتوں کو برائے خدا چاہتا ہوں

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں
جو مرضی ہو تیری وہی میں بھی چاہوں یہی اب تو بس اے خدا چاہتا ہوں

یہ گویا آخری اشعار ہیں اور سب سے آخری آخر کا شعر ہے خاتمہ بخیر ہے انشاء اللہ۔ آپ کی علالت کی خبر سننے میں آئی تھی جس سے تردد پیدا ہو گیا تھا۔ حال لکھئے۔ کتابیں تقسیم کرا کے علی سجاد صاحب اور وحشی صاحب کے حصے کے اپنے اسباب کے ساتھ اورئی خان بہادر صاحب کے یہاں رکھوانے کی غرض سے لیجانیکا قصد ہے۔ اگر اور کوئی تجویز ہو علی

سجاد صاحب سے پوچھ کر لکھئے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ بڑے دن کی چھٹی سے غالباً ۲۵ دسمبر کو تھانہ بھون سوا دو برس کی چھٹی پر چلا جاؤنگا۔ گھر کے لوگ غالباً بعد عید پہنچیں گے۔ علی سجاد صاحب کی خدمت میں سلام شوق اور استدعائے دعائے خیر۔ اپنی وکالت کا بھی حال لکھئے گا۔

والسلام
نیاز مند عزیزالحسن عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲ ازاورئی ۸ جنوری ۱۹۳۴ء

حال: مخدومی و محترمی مکرمی و مشفقی زاد مجدکم وعرفانکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ نے ممنون ومسرور یاد آوری فرمایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔ میں اس درمیان میں کانپور لکھنؤ شاہجہانپور سیتاپور مسلسل سفر میں رہا۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مستقر پر پہنچ گیا ہوں۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں۔ اب تو آخری عمر ہے۔ اسوجہ سے بظاہر بھی زیادہ دن دنیا میں رہنا نہیں ہے۔ جوانوں کو تو توقعات بھی ہیں یہاں بڑھاپے میں وہ بھی نہیں۔ خدا کرے بقیہ مہلت زندگی کی قدر ہو اور اسکا مصداق نہ ہوں۔

جو کھیلوں میں تونے لڑکپن گنوایا تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی

....

دفعۃً سر پر جو آ پہنچی اجل کے پھر کہاں تو اور کہاں دار العمل
جائیگا یہ بے بہا موقع نکل پھر نہ ہاتھ آئیگی عمر بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

والدہ محبوب الحسن کانپور میں اب بھی زیر علاج ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ہیں۔ شروع میں کچھ نفع محسوس ہوا تھا لیکن میرے آنے کے وقت پھر تکلیف بڑھ گئی تھی غرض معتدبہ قیام کا خیال ہے میں نے اپنے بقیہ دانت بھی نکلوادیئے۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ بعد پھر جاؤں گا اسوقت دانت بنواؤنگا۔ اور گھر میں سے بھی ہمراہ لیتا آؤنگا۔

علی سجاد صاحب کانپور ملے تھے۔ اورئی آنیوالے ہیں۔ سنا ہے علی شاکر صاحب کو بھی بلوایا گیا ہے۔ خدا کرے شرعی تقسیم ہو جائے اور سب اختلاف وشکایات رفع ہو جائیں۔

حکیم صاحب کے انتقال کا بیحد قلق ہے دل افسردہ ہو گیا۔ ادھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال نے زندگی کو بے حلاوت کردیا اللہ تعالیٰ ذکر آخرت کما حقہ عطا فرمائے۔

آج سید سلیمان صاحب، مولوی عبدالباری صاحب، مولوی مسعود علی صاحب ندوی اورئی سے گذر رہے ہیں۔ ان کی زیارت کو اسٹیشن جارہا ہوں۔ محبوب اور ولی سلمہما دونوں بہت بہت سلام عرض کرتے ہیں اور دعا کے طالب ہیں۔ والسلام

عزیزالحسن عفی عنہ

مکتوب نمبر ۳

حال:- مکرمی و مشفقی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گھر میں میں نے سنا تھا کہ خدا نہ کردہ آپ کو پھیپھڑے کی شکایت ہو گئی اس لئے پہاڑ پر چلے گئے۔ سناٹا نکل

گیا۔ حسن اتفاق سے آپ کا خط نظر پڑا۔ اللہ کا شکر کیا کہ آپ کو محض کمزوری ہے اور عزیزی عباد سلمہٗ بھی بفضلہ اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔ احتیاط اور پرہیز بہت رکھئے۔ آپ پہاڑ کے مزے اڑا رہے ہیں اور میں یہیں بیٹھا اپنا یہ شعر پڑھ رہا ہوں

"تصور سلامت تحیّر سلامت"
"میں بیٹھا ہوں اپنی جگہ طور ہو کر"

اورئی میں مشاعرہ ہوا تھا اس کی غزل کا شعر ہے۔

جاذب حسن میری چشم تماشائی ہے
لوح دل پر تیری تصویر اتر آئی ہے
عالم عشق و محبت میں بہار آئی ہے
آنسوؤں کی ہے جھڑی غم کی گھٹا چھائی ہے

....

چمکنے لگا سر بہ سر نور ہو کر
میں جل جانیوالا نہیں طور ہو کر
تری یاد میں خود سے بھی دور ہو کر
میں بس رہ گیا نور ہی نور ہو کر

....

نہ پاس آؤ اتنے ملو دور ہو کر
میں کچھ اور کہہ دوں نہ منصور ہو کر
حدیں عشق کی کر رہے ہیں وہ قائم
کبھی پاس آکر کبھی دور ہو کر

اب اتنی رعایت تو اے آسمان ہو
نئے غم ملیں پچھلے غم دور ہو کر

....

بیان ادنیٰ سا فیض بیعت پیر مغان کر دوں
جو گر جاؤں میں سجدہ میں زمین کو آسمان کر دوں
نہ دنیا ہی کے میں لائق نہ عقبیٰ ہی کے میں قابل
کہاں اپنے کو غائب اے زمین و آسمان کروں

مکتوب نمبر ۴ الہ آباد مورخہ ۱۴ مارچ

حال:- مکرمی و مشفقی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی محبت اور آپ کے خلوص کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ میری طرف سے اتنی کوتاہ قلمی کے باوجود آپ اکثر از خود یاد ہی فرماتے رہتے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اتنا مجذوب ہونا بھی ٹھیک نہیں۔ سالک مجذوب بجائے مجذوب محض ہونے کے بسا غنیمت ہوتا ہے لاحول ولا قوۃ یہ میں کیا اپنے جیسے دنیادار محض کے متعلق کہنے لگا۔ بھلا میں کہاں اور یہ مقامات سلوک کہاں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ مجھ کو طاعت اور راحت کی زندگی نصیب فرمائے۔ اسی طمع میں ایک سال کی رخصت لی ہے۔ میں نے تو واقعی پنشن تک کی رخصت کی درخواست دی تھی لیکن افسران نے خود خاص طور سے کہہ کر وہ درخواست تبدیل کرادی اور وعدہ کیا کہ بعد واپسی انسپکٹری کا انشاء اللہ موقع مل سکے گا۔ چونکہ بعد کو ۸ ۱/۴ ماہ باقی رہ جاتے ہیں جس میں سے ۳ ماہ کی رخصت پوری تنخواہ پر پھر بھی مل سکے گی اسطرح گویا صرف ۵ ۱/۴ ماہ کی ملازمت بعد واپسی اور کرنا ہوگی۔ اس میں

یہ نفع ہے کہ بجائے ایک سال کی نصف تنخواہ کے صرف چار ماہ نصف تنخواہ کی رخصت رہی اور آٹھ ماہ کی نصف تنخواہ کے نقصان سے اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوا تو بچ جاؤں گا گو یکسوئی جو پہلے ہو گئی تھی اس میں بہت فرق آگیا۔ بہر حال ہم دنیاداروں کے لئے شاید عنداللہ یہی مصلحت ہو کہ مشغول رہیں ورنہ ؎ خانۂ خالی را دیو میگرد کے مصداق ہو جاتے۔ دعائے خیر کا طالب ہوں۔ میں نے آپ کے ہر محبت نامہ کو نہایت مزے لے کر پڑھا ہے اور بہت جذبات محبت و تعلق قلب میں موجزن ہوتے رہے ہیں لیکن برا ہو بد نظمی طبعی کا کہ اظہار کی نوبت ہی نہ آسکی باوجود ہمیشہ قصد کرنے کے۔ امید ہے کہ آپ خدا کے لئے معاف فرمادیں۔ اب غالباً زیادہ وقت مل سکے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ احباب سے کوتاہ قلمی نہ کروں جس سے مجھ کو نیز احباب کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

آپ کا وہ والہانہ کارڈ جو اشرف السوانح کو پڑھنے کے بعد صادر ہوا تھا شذرات السوانح میں بھی نقل کرا دیا گیا اور عنقریب شائع ہوگا اسی سے اندازہ فرمالیجئے کہ میں نے اس والا نامہ کو کتنا محفوظ رکھا اور کتنی اس کی قدر کی۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ میرا لکھنا بیکار ہی گیا۔ غرض میں مجذوب تو ہوں لیکن الحمد للہ احباب سے غافل نہیں ہوں ؎

مطلب کا ہوشیار ہے دیوانہ آپ کا
درپردہ خوب لوٹ رہا ہے بہار دل

جی بہت دن سے ترستا ہے کہ لطف صحبت و شعر و شاعری رہے لیکن نہ آپ فارغ نہ میں فارغ۔ اجی میں تو دل کو اور احباب کو یہ کہہ کر سمجھالیا کرتا ہوں کہ اصل ملاقات اور لطف کی جگہ تو انشاء اللہ جنت ہوگی اللہ تعالیٰ وہاں ہم سب کو مجتمع فرمائیں اور ابدی لطف و راحت نصیب فرمائے۔ آمین۔ اس

وقت بھی جو لکھنے کی نوبت آئی وہ اس طرح کہ میں آپ کے خط کو کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں کئی بار یاد کیا پتہ بھی یاد نہ تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کاغذات میں ڈھونڈوں جن میں ضرور بہت محفوظ طور پر رکھا ہو گا لیکن اس کی فرصت کہاں۔ خیال تھا کہ علی ساجد صاحب سے مل کر پتہ دریافت کروں۔ حسن اتفاق سے مسجد میں یہ خیال آیا۔ وہاں سے واپسی پر کیا دیکھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب خود تشریف لا رہے ہیں

کیا جب کبھی یاد مجذوب ان کو
کیا دیکھتا ہوں چلے آرہے ہیں

بہر حال بہت مختصر لکھنے کا قصد تھا اتنا طویل عریضہ ہو گیا پھر یہی وجہ ہے کہ ہمت ہی قلم اٹھانیکی نہیں ہوتی۔

میں نے کمبخت طبیعت ہی عجب پائی ہے
یہ جدھر آئی ہے بس ہو کے بلا آئی ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی محبت اور معرفت کامل نصیب فرمائے اور دنیا میں بھی بفراغت و صحت عطا فرمائے آمین۔

پرسوں علی الصباح اورئی مع بال بچوں کے جا رہا ہوں۔ اسباب سب تیار ہے۔ کل مال گاڑی کے ڈبہ میں لادا جائے گا۔ پورا ڈبہ لے لیا ہے۔ رجب سے ٦ ماہ حرمین شریفین میں انشاء اللہ تعالیٰ گذاروں گا اس سے قبل چار ماہ تھانہ بھون میں رہوں۔ شروع میں اورئی میں رہنا ہو گا۔ دعائے اصلاح اور فلاح دارین فرمائیں۔ والسلام۔

دعا گو دعا جو عزیزالحسن عفی عنہ

مکتوب نمبر ۵ از خواجہ صاحبؒ مورخہ اپریل ۱۹۳۵ء

مکرمی عبدالحیؒ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھاگئے مگر ایک پہلو مسرت کا بھی کہ آگے چل کر جو رنگ زمانہ کا ہورہا ہے اس کے لحاظ سے نہ جانے کن کن مکروہات میں دھنستے جانا تو تھا ہی اچھے وقت چلے گئے۔ بالخصوص جب مشیت خداوندی بھی تھی۔ پھر تو سراسر مصلحت ہی مصلحت تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر واجر دے اور مرحوم کو جنت کی اور ہم سب کو توفیق اعمال صالحہ اور حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ بہت عجلت ہے ؎

اگر تھوڑی سی حب حق بفیض پیر مل جاتی
تو ہاتھ آتی بڑی دولت بڑی جاگیر مل جاتی
ہو کے مجذوب اب اتنی تو سمجھ آئی ہے
جو نہ دیوانہ ہو تیرا وہی سو دائی ہے
عالم عشق ومحبت میں بہار آئی ہے
آنسوؤں کی ہے جھڑی غم کی گھٹا چھائی ہے

آپ اپنی صحت کی بہت دیکھ بھال اور احتیاط رکھئے۔ دواءً بھی غذاءً بھی تفریحاً بھی۔ غموں کو پاس نہ بھٹکنے دیجئے راضی برضارہ کر۔

مکتوب نمبر ۶ اور ئی مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۶ء

حال: مخدومی ومحترمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دونوں ترجمے اور یہ والا نامہ بھی پہنچا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ خیر اب ماشاء اللہ ترجمہ یوں پڑھنے میں بہت اچھے معلوم ہوئے البتہ کہیں کہیں یہ

محسوس ہوا کہ شاید سختی کے ساتھ لفظی نہ ہو مگر خیر اس کا حرج بھی نہیں اور ادنیٰ تغیر سے انشاء اللہ ٹھیک بھی ہو سکے گا۔

آپ کی خوشحالی ظاہری و باطنی کیلئے دل سے دعا گو ہوں مگر اسکی تدابیر بھی ضرور جاری رکھی جائیں۔ مجھے یہی تجربہ ہے کہ جب تک ملکۂ یادداشت بجد وجہد اور بکثرت ذکر و فکر نہ حاصل کی جائے فارغ نہ سمجھیں کیونکہ پھر اسپر انجذاب غیبی ہوتا ہے جو اصل دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ سہل فرمائے اور اسکی تحصیل میں منہمک رکھے۔ سرسری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہمہ وقت رکھنے کی بالخصوص ذکر و عبادت کے وقت اپنے اوپر لازم کرلیجئے۔ اسی سے رفتہ رفتہ بفضلہٖ تعالیٰ ملکۂ یادداشت بھی ہو جاتا ہے پھر انجذاب غیبی ہوتا ہے۔ اس کو معمولی بات یا سرسری چیز نہ سمجھیں۔ قوی اور صحیح نسبت مع اللہ پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے مع اجتناب معاصی کے جو اسپر بھی مقدم ہے۔

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا بڑا جو ہو گناہ
اس سے بچ اے راہرو تو سخت ہے وہ سدِّ راہ
لب پہ ہر دم ذکر بھی ہو دل میں ہر دم فکر بھی
پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تا دربارِ شاہ
لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ کرلے تو اگر حاصل دوام
پھر تو بس کچھ دن میں بیڑا پار ہو

کاوش تو مضر ہے مگر سرسری توجہ آسان بھی ہے اور بیحد مفید بھی۔

جب سو کر اٹھئے اس وقت سے استحضار شروع کر دیجئے۔ کبھی کبھی کام کے دوران میں بھی توجہ کرتے رہنا چاہئے۔ ۹ جون کو تھانہ بھون پہنچوں گا۔ آج

مولانا عبدالباری صاحب اور مولانا مسعود علی صاحب آئے ہوئے ہیں۔

والسلام

عزیزالحسن

جمعہ ۲۶ جون ۱۹۳۶ء۔از اورئی

مکتوب نمبر ۷

لکھنؤ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۷ء

مکرمی و مشفقی مدفیوضہم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کیا عرض کروں سخت محجوب ہوں کہ جناب کس محبت و کرم کے ساتھ یاد فرماتے ہیں اور مجھ کو اظہار ممنونیت کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔اول تو فطری بد نظمی پھر سخت ہجوم مشاغل مانع ترسیل جواب ہوتے رہے۔اور جناب کی شان کریم سے یہ بھی توقع رہی کہ برانہ مانیں گے ورنہ ڈر کے مارے ضرور لکھتا لیکن نہ لکھنا زیادہ قرین خلوص تھا بہ نسبت لکھنے کے۔ آپ میری عدیم الفرصتی کا صحیح اندازہ بھی نہیں لگا سکتے، دم مارنے کی بھی فرصت بعض اوقات مشکل سے ملتی ہے۔ آپ کی خوشحالی ظاہری وباطنی کے حالات سنتا رہتا ہوں اور مسرور ہوتا رہتا ہوں۔ اللّٰھم زِدْ فزِدْ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں کی نعمتوں سے مالا مال اور دونوں جہان میں خوشحال وخوش اقبال رکھے۔ آمین ثم آمین۔ بہت ہی مسرت ہے کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت اقدس مدت فیوضہم کی دعاؤں کی برکت سے بہ نسبت وکالت کے دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے بہتر حالت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ روز افزوں برکات عطا فرمائے۔ مجھ بد کردار کی اصلاح عقیدہ و عمل کیلئے بھی دعا فرمائیں۔

اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت

روزے تفقدے کن درویش بے نوا را

آپ ہی جیسے حضرات کیلئے میں نے کہا ہے ؎

تصور عرش پر ہے وقفِ سجدہ ہے جبیں میری
مرا اب پوچھنا کیا آسماں میرا زمین میری

خدا شاہد ہے سچ کہتا ہوں میں دن رات روتا ہوں
نہ نم ہیں گو مری آنکھیں نہ تر ہے آستیں میری

طلب تا حدِّ امکان ہی ہے پایانِ رہ الفت
جہاں پر بیٹھ جاؤں تھک کے میں منزل وہیں میری

کسی کی یاد ہی سے اب تو میرا جی بہلتا ہے
اسی سے اب تو پاتی ہے سکوں جانِ حزیں میری

بایں ریش وعمامہ شرکتِ بزم بتاں تُف تُف
یہ نفریں کررہی ہے مجھ پہ پیہم وضع دیں میری

نسخہ پائریہ ودندانِ لرزاں ایک صاحب کو ایک حکیم صاحب نے لکھم پور میں لکھ کر دیا تھا انہوں نے اس کی بہت تعریف کی تھی کہ خود ان کو بے حد نافع ہوا۔ آپ بھی آزمالیں اللہ تعالیٰ نافع فرمائے۔ نسخہ یہ ہے۔

ہو الشافی۔ ساق بز سوختہ دال ارہر نمک طعام مرچ سرخ کاتِ سفید بہلا دان کچلہ تمباکو خوردنی (پتی دار) ہم وزن گرفتہ باریک نمودہ در ظرف گلی انداختہ یک سوراخ در شتہ دہان بستہ پنج سیر پاچک دشتی خاکستر نمایند بودہ در یک پاؤ سیر ادویہ بالا ایک تولہ سنگ مقناطیس جبتک سیاہ دھواں نکلتا رہے جلایا جائے جب سفید دھواں شروع ہو نکال کر پیس لیا جائے۔

اب دفتر کو دیر ہو رہی ہے لہٰذا دفعۃً ختم کرتا ہوں۔ والسلام

دعاگو دعاجو احقر عزیز الحسن عفی عنہ

اُن سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
ہر وقت ہیں باتیں مگر آواز نہیں ہے
یہ نغمۂ دلکش میرا بے ساز نہیں ہے
وہ بول رہے ہیں مری آواز نہیں ہے
جانباز ہے مجذوب سخن ساز نہیں ہے
پروانہ ہے بلبل کا سا انداز نہیں ہے
ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے
مجذوب ہوں پیتا ہی چلا جاتا ہوں پیہم
کتنی مجھے پینا ہے یہ انداز نہیں ہے

مکتوب نمبر ۸ تھانہ بھون مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۳ء

مخدومی و محترمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ نے ممنون و مسرور یاد آوری فرمایا ؎

کوئے نومیدی مرد کامید ہاست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

؎ ناامیدی راخدا گردن زدہ ست

یہ اشعار حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا بھی کرتے تھے اور جواباً تحریر بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس کے فیوض کو پائندہ سمجھئے اور جو جو دے گئے ہیں ان پر پہلے سے زیادہ کاربند رہئے انشاء اللہ تعالیٰ وہی برکات حاصل ہوں گی مگر ہمت استحسان عمل واستقامت دین درکار ہے۔ حضرت نے ایک ملفوظ میں فرمایا ہے کہ سارے طریق کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں۔ خلوص اور ہمت۔ بلکہ ان میں بھی ہمت اصل ہے کیونکہ خلوص کیلئے بھی ہمت ہی

کی ضرورت ہو گی۔ تو گویا ہمت ہی پر سارادارومدار ہے اور فضل خداوندی تو بہر حال درکار ہے۔

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہر وکھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

اللہ تعالیٰ بس ہمیں ہمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ بس اللہ سے لولگائے رکھئے اور اسی کی تعلیم حضرت دے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو حیّ اور قیوم ہیں۔ وہ تو موجود ہیں اور حضرت اقدس کی نسبت موجود ہے پھر کیوں ہم لوگ مایوس ہوں۔ ان سب تخیلات کو چھوڑ کر کام میں لگئے وہی مقصود بھی ہے اور وہی ان فضول کی پریشانیوں کا دافع بھی انشاء اللہ تعالیٰ۔ بعضوں کو تو حیات سے زیادہ برکات کا اب مشاہدہ ہو رہا ہے اسی کو احقر نے یوں نظم کیا ہے ؎

شام شب فرقت میں بھی انوار سحر ہیں
اے نور مجسم یہ تیری یاد کا عالم
دل نور جگر نور سخن نور نظر نور
یہ کیا ہے میری خاطر ناشاد کا عالم

میں نے حسب ارشاد دعا کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ میرے لئے (دعا) کر دیجئے۔ میں تو نالائق ترین خدام ہوں اور یہ واقعہ ہے تکلف یا تواضع نہیں۔ اللہ تعالیٰ اب مجھے توفیق دے کہ اپنے کو حضرت کا خادم صادق بناؤں تاکہ قیامت میں رسوائی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے اور ذرہ آپ کی اور حضرت کی محبت صادقہ نصیب فرمائے۔ بعد رمضان ہفتہ عشرہ بعد اورئی چلا جاؤں گا میں خاتمۃ السوانح لکھ رہا تھا، تاخیر معاف، اب فارغ ہوں، گولیاں کھا

رہاہوں پانچ پانچ دو مرتبہ دن رات میں غالباًکافی ہوں گی۔ یہی شاید آپ نے بتایاتھا۔

محتاج دعائے تکمیل و تعجیل صلاح و تصحیح و تقویت تعلق مع اللہ۔

احقر عزیزالحسن

از تھانہ بھون ۲۷ر مضان المبارک سہ شنبہ

مکتوب نمبر۹ جونپور مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء

محترمی و معظمی دامت فیوضہم ومد ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحیفۂ گرامی جان حزین کے لئے سرمایۂ تسکین بن کر موصول ہوا آپ نے جس شفقت اور محبت کے انداز میں تحریر فرمایاہے اس کا قلب پر خاص اثر ہوا۔

جواب:۔ یہ خود آپ کے صدق طلب کی برکت تھی اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے انفاس قدسیہ کی کرامت تھی۔

حال:۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائیں اور آپ حضرات کے صدقے میں میرا انجام بھی بخیر فرمادیں آمین۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے اس نسخۂ کیمیاء کو بار بار پڑھونگا اور حرز جان بناؤں گا۔

جواب:۔ ماشاء اللہ حضرت اقدس کے کلمات طیبات کی برکت ظاہر ہے۔

حال:۔ تقریباً ایک ماہ کا عرصہ ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خانقاہ میں حاضر ہوا ہوں مدرسہ اور خانقاہ میں بہت سے لوگ قرآن شریف کی تلاوت کررہے ہیں۔ سہ دری میں دیکھا کہ مغربی گوشہ میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کتھی رنگ کا کمبل اوڑھے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت فرمارہے ہیں لیکن چہرۂ مبارک دوسری طرف ہے سامنے نہیں ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ جب سب تلاوت کررہے ہیں (تو) میں بھی تلاوت کروں۔ چنانچہ

مہمان خانہ کے سامنے والے دالان میں جہاں اور لوگ تلاوت کر رہے تھے ایک رحل پر ایک کھلا ہوا قرآن شریف رکھا ہوا تھا، میں نے لیکر پڑھنا چاہا مگر دیکھا کہ اسمیں قرآن شریف کی عبارت نہیں ہے بلکہ اردو میں کچھ متفرق الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر اس خیال سے حضرت اقدس کی سہ دری کی طرف چلا کہ حضرت کی زیارت کروں۔ قریب پہنچ کر وہاں دیکھا تو حضرت نہیں ہیں بلکہ مسجد کے اندرونی دالان میں ایک گوشہ میں وہی کمبل اوڑھے بیٹھے ہیں۔ باہر ہی سے میں نے اس طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت نہیں ہیں بلکہ خواجہ صاحب قبلہ ہیں یعنی آپ ہیں۔ ایک صاحب اور وہیں صف میں کچھ فاصلہ پر چادر اوڑھے بیٹھے ہیں۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھئے ان عبدالمجید صاحب کو وہ بات اسی طرح بتلا دیجئے جس طرح حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ بتایا کرتے تھے۔ فقط اس کے بعد کچھ یاد نہیں رہا۔ آنکھ کھل گئی۔

جواب:۔ تعبیر تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کیا ہے لیکن بظاہر انشاء اللہ ہم دونوں کیلئے بہت مبارک خواب معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو علم اور عمل کی توفیق اور حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کے طریق تعلیم سے مناسبت تام نصیب فرمائیں۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات مکمل طور پر حضرت اقدس کی تصنیفات میں موجود ہیں اور ہم میں سے ہر شخص کو خاص ہدایات بھی بالکل کافی مل چکی ہیں اب تو بس کوشش مسجد میں بیٹھنے کی یعنی عمل کی ہونی چاہئے جیسا کہ آپ نے خواب میں دیکھا ہے۔ اس جگہ ایک عرض کی جرأت کرتا ہوں کہ بعض نے آپ کے عمل سے اسپر استناد کیا کہ شیروانی اچکن اور پمپ جوتہ جائز ہے حالانکہ حضرت اقدس مجھے منع فرماتے تھے۔

حال:۔ دوسرا خواب ابھی دو تین روز ہوئے یہ دیکھا کہ میں خانقاہ میں ہوں۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ بھی وہیں خانقاہ میں کہیں مقیم ہیں۔ میں عجیب طرح کے خیال میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اپنی محرومی قسمت پر افسوس کر رہا ہوں کہ حضرت اقدس سے کچھ بھی تو حاصل نہ کر سکا بڑی غفلت رہی۔ دنیا کے معاملات میں اس قدر انہماک رہا کہ قلب بالکل گندہ ہو رہا ہے۔ اسمیں کسی قسم کی اصلاح ہوئی ہی نہیں، حالت بد سے بدتر ہی ہوتی گئی۔ میرا کیا حشر ہوگا۔ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضرت کی خدمت میں رہ کر فیوض وبرکات حاصل کئے۔ دنیا کے ہنگاموں سے علیحدہ ہو کر اطمینان کے ساتھ حضرت کے سامنے موجود رہ کر ریاضات وعبادت کر کے نورانیت وروحانیت حاصل کی۔ ان خیالات کے بعد دل میں یہ خیال آیا کہ آپ کے پاس چل کر عرض کروں گا کہ آپ نے تو حضرت اقدس کی خدمت میں رہ کر بڑی نورانیت حاصل کی ہے لِلّٰہ میرے قلب پر ایسی نظر فرما دیجئے کہ میں بھی منور ہو جاؤں۔ فقط۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کی اصلاح اور تعلق مع اللہ کی تکمیل فرمائے۔ جسکی اب یہی صورت ہے کہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں اور تعلق مع اللہ کی تجدید و تقویت کرتے رہیں۔

حال:۔ خدا کرے کہ ان دونوں خوابوں کی تعبیر میرے حق میں بہتر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قدر طبیعت میں اضطراب ہے کہ میں تو تشنہ کام ہی رہ گیا اور حضرت تشریف لے گئے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی گندگیوں اور غفلت کی وجہ سے مجھے حضرت اقدس کے ساتھ کبھی صحیح تعلق پیدا ہی نہیں ہوا ورنہ کیوں محروم ہوتا۔

جواب:۔ محروم نہیں رہے۔ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ بڑھنا ہم لوگوں کا کام ہے۔

حال:۔ اب ہر وقت یہ خوف اور اندیشہ غالب رہتا ہے کہ جب زندگی میں کوئی فیض اخذ نہ کر سکا تو اب خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ حضرت کا تعلق جو کچھ برائے نام ظاہر تھا وہ بھی مفقود ہو جائے۔

جواب:۔ اسکی حفاظت ضروری ہے اور اسکی صورتیں وہی ہیں جو اوپر عرض کی گئی ہیں۔

حال:۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تعلق کو کیسے برقرار رکھوں۔ صبح سے شام تک تو دنیاوی معاملات وانہماک میں ختم ہو جاتے ہیں۔ بڑا خسران محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے یہ جو تحریر فرمایا کہ بعض حضرات تو حیات سے زیادہ اب برکات محسوس کر رہے ہیں اس سے اور بھی زیادہ اضطراب اور تحیر طبیعت میں پیدا ہو گیا ہے کہ ہائے میں کیا کروں۔ میں کس طرح اب حضرت اقدس کی روحانیت سے فائدہ حاصل کروں۔ سوائے اس کے آپ ہی میری مشکل آسان فرمادیں میری نظر میں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

جواب:۔ محض حسرت سے کام نہیں چلتا ؎

قدم باید اندر طریقت شروع
کہ ندا رو زم سقدم

بس اس حسرت سے آپ یہ کام لیں کہ عمل مستعدی اور استقامت سے کریں اور اپنے حالات کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہیں بے فکر نہ رہیں۔ جب عمل ہو گا حسرت کم ہونا شروع ہو جائیگی کیونکہ حسرت بھی چونکہ مشوش قلب ہے یہ بھی مضر ہے عمل سے اعتدال نصیب ہو گا۔

حال:۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے واقف اسرار اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وتعلیمات کا حامل کامل بنایا ہے۔ اب آپ ہی مجھ پر نظر مخصوص فرما دیں اور میرے خواب کی تعبیر کو پورا فرمادیں میں ۱۹۲۷ء میں حضرت اقدس سے بیعت ہوا تھا جب سے برابران سترہ برس میں ہر مہینہ تین چار

عریضے التزاماً لکھا کرتا تھا اب ان تین مہینوں میں جو خط بند رہے دل ہی جانتا ہے جو حالت ہے کسی طرح تسکین نہیں ہوتی دل کی بھڑاس نہیں نکلتی۔ کس کو حال دل لکھوں اور کیا لکھوں آپ سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا اس وقت کوئی موجود نہیں ہے اس لئے آپ ہی کو لکھ رہا ہوں۔

محمد عبدالحیؒ ۹/اکتوبر ۴۳ء جونپور

جواب:۔ ''میں تو واللہ اپنا نفع اس میں دیکھتا ہوں کہ آپ جیسے صلحاء سے خط و کتابت رہے۔ ضرور ایسا کیجئے۔ اجازت نہیں بلکہ درخواست ہے''۔ طالب توجہ خاص

جواب:۔ مخدومی و محترمی مکرمی و مشفقی زاد اللہ عرفانکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بہت دن کے بعد جواب دے رہا ہوں۔ میں سخت علیل ہو گیا تھا۔ اب بحمد اللہ اچھا ہوں۔ ضعف بھی جواب کی بار بہت ہی زیادہ ہو گیا تھا اب کم ہو چلا ہے بلکہ بہت کچھ کم ہو گیا ہے۔ دوسرا کارڈ بھی پہنچ گیا۔ اس خاص توجہ اور محبت پر اللہ اپنی خاص محبت آپ کو نصیب فرمائے اور اپنا سچا محبؒ اور محبوب بنالے۔ آمین ثم آمین۔

عزیز الحسن

مکتوب نمبر ۱۰ اورئی مورخہ ۷ فروری ۱۹۴۴ء

حال: مکرمی و مشفقی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کھجلی کی تکلیف کی خبر سے بہت تکلیف ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب کو جلد از جلد صحت کلی عطا فرمائے اور جملہ تکالیف اور پریشانیوں سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یہ دنیا عجیب جگہ ہے مگر حق تعالیٰ جس حالت میں رکھیں اسی پر صابر و شاکر رہنا ویسے بھی ضروری ہے اور یہ نہ کرے تو کیا کرے پھر اجر بھی کیوں کر ہو۔ سبحان اللہ حضرت اقدس رحمۃ

اللہ علیہ نے کسی ناگواری کی اطلاع پر ایک اہل علم طالب کو تحریر فرمایا تھا۔
"یہ سب تربیت ہو رہی ہے جو کبھی نشاط کی صورت میں ہوتی ہے جس پر شکر مامور بہ ہے کبھی کراہت کی صورت میں جس پر صبر مامور بہ ہے وفی کلٍ خیر یتفاضل باختلاف الحالات والساعات" سبحان اللہ اسمیں عمر بھر کیلئے پورا پورا دستور العمل ارقام فرمادیا۔ کیونکہ دو حال سے انسان خالی نہیں یا تو خوشگوار واقعات ہوتے ہیں یا ناگوار۔ ایک حالت میں شکر واجب ہے ایک میں صبر اور ہیں دونوں طاعت۔ اللہ تعالیٰ ہمت، توفیق اور فہم سلیم نصیب فرمائے، اور چونکہ ہم لوگ ضعیف ہیں ہمارے ساتھ راحت اور سہولت ہی کا معاملہ فرمائے۔ اور میں تو اپنے ساتھ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے یہی معاملہ دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ رکھے۔ حضرت اقدس کی برکات و توجہات احقر تو پہلے سے بھی زیادہ قلب میں محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذریعہ عمل خیر کا بنائے ورنہ الٹے مؤاخذہ کا اندیشہ ہے۔

بھائی علی سجاد صاحب آئے تھے آپ بھی یاد آئے۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ سب مع الخیر ہیں۔ سبکی طرف سے سلام نیاز

مکرر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو صحت و عافیت دارین کے ساتھ رکھے بطفیل حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ۔ دعا گو دعا جو۔

عزیز الحسن

مکتوب نمبر ۱۱ اورئی مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۴۴ء

مخدومی و محترمی مکرمی و مشفقی سراپا عنایت و محبت جناب ڈاکٹر صاحب زاد اللہ فضلکم و مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ ہمیشہ اس ناکارہ پر جو عنایتیں بر بنائے تعلق خاص فرماتے رہتے ہیں اور
جس خلوص و محبت سے ہمیشہ اس نااہل...... کو یاد فرماتے رہتے ہیں اُس کا دل
سے ممنون و دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو مع متعلقین ہمیشہ تندرست
و خوشحال و مطمئن و فارغ البال اور دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال
رکھے۔ آمین ثم آمین۔

میں ایک ماہ خانقاہ شریف میں قیام کی برکات سے سعادت اندوز ہونے کے
بعد حضرت اقدس مولانا محمد حسن صاحب کے ارشاد پر دو تین دن کے ارادہ
سے امرتسر گیا تھا۔ وہاں دوسرے ہی دن یعنی ۱۹ جولائی بدھ کو بعد ظہر
سخت بخار واستفراغ میں مبتلا ہو گیا اور دوسرے دن سے فم معدہ کے اوپر جو
پسلیوں کے درمیان نالی سی ہے اس میں درد محسوس ہونے لگا جس سے
سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی اور داہنی کروٹ لینا شدت تکلیف کی وجہ
سے ناممکن ہو گیا۔ ڈاکٹری علاج سے بجائے ۱۰۳ سے زائد بخار ہونے کے
سہ پہر کو کبھی ۱۰۰ کبھی ۱۰۱ کبھی ۱۰۲ بخار رہنے لگا۔ اور صبح عموماً ۹۹۔ وہاں اٹھارہ
روز تک عموماً یہی کیفیت رہی اور درد میں بخار زیادہ ہونے کے وقت اضافہ
ہو جاتا تھا۔ بالآخر چھٹی اگست کو ایک صاحب کے ہمراہ یہاں واپس آ گیا۔
یہاں بھی بخار اور درد کی تقریباً وہی کیفیت رہی۔ ڈاکٹر صاحب کے کئی
خیال ہیں۔ لیکن زیادہ خیال ملیریا یا RHEUMATIC FEVER کا ہے اور
اس خیال سے شاید فیضاوی ہو گو اس کے آثار زیادہ نہیں پائے جاتے۔
سکوت و سکون سے پڑے رہنے کی تاکید کر رکھی ہے۔ اور غذا سوائے دودھ
اور چائے کے سب بند ہے۔ جس سے علاوہ ضعف کے قبض شدید لاحق
ہے۔ چار پانچ روز سے باوجود پیرافیس دینے کے اجابت نہیں ہوئی۔ جس
سے علاوہ تکدر طبع کے غالباً بوجہ ریاح درد سینہ میں جو اب نالی سے بائیں

پستان کے قریب معتد بہ مدت تک رہنے کے قلب کے اوپر کی پسلیوں میں پہنچ گیا ہے اور غالباً بوجہ قبض وریاح اسمیں رات سے زیادتی شروع ہو گئی ہے۔ ابھی ابھی خط لکھوانے کے دوران میں کسی قدر سکون محسوس ہو چلا ہے۔ نہیں معلوم یہ ریاحی درد ہے جیسا کہ اس کے منتقل ہونے سے مظنون ہوتا ہے یا کسی اور قسم کا درد ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے تھے گھٹیا کے مادے کے بخار میں بھی قلب پر کچھ اثر اسی قسم کے درد وغیرہ کا ہو جاتا ہے۔ ملیریا کے احتمال غالب کی بناء پر ڈاکٹر صاحب کونین کافی مقدار میں دے رہے ہیں۔ اب ارادہ ہے کہ کل سات دن ہو جائیں گے اس کے بعد مکرر غور کریں گے۔ چونکہ اب تین چار روز سے صبح کے ٹمپریچر میں بھی اور شام کے میں بھی بہ نسبت سابق کمی آگئی ہے یعنی صبح بجائے ۹۹ کے ایک دو دن ۹۸ سے کچھ کم اور آج غالباً درد کی شدت کی وجہ سے ۹۸/۲/۱ تھا پہلے کبھی صبح کے وقت بھی ۹۹ سے کم رہتا تھا۔ بظاہر کوئی بہت مخدوش قسم کا بخار تو نہیں معلوم ہوتا کیونکہ شام کو زیادتی کے بعد جلدی ہی کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ شب کو پسینہ آکر صبح طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ دعائے صحت فرمائیں۔ عزیز الحسن۔ از اورئی

۱۴ اگست ۱۹۴۴ء دوشنبہ (آخری خط)

حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ[1]

مجازِ بیعت حکیم الامتؒ

حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بہ چھاؤں میں ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) میں پیدا ہوئے۔ چونکہ عمر کا بیشتر حصہ پھولپور میں گزارا تھا اس لئے پھولپوری کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے جونپور میں حضرت مولانا ابوالخیر مکی صاحبؒ کے پاس بھیج دیا۔ دو سال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا سید احسن الدین نصیر آبادی صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ عالیہ رامپور تشریف لے گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ، سیتاپور میں کچھ عرصہ کے لئے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد جونپور میں تقریباً پانچ سال تک ایک مدرسہ کے صدر مدرس رہے۔ ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) میں حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت حکیم الامتؒ کے مشورہ پر پھولپور میں ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) میں مدرسہ روضۃ العلوم قائم کیا۔ حضرت پھولپوری نے قصبہ سرائے میر میں ایک مدرسہ بیت العلوم بھی قائم فرمایا۔ آپ نے کبھی بھی اس مدرسہ سے کوئی تنخواہ لی اور نہ ہی وہاں کا کھانا کھایا۔ آپ کو فن سپاہ گری سے بھی گہرا تعلق تھا۔

حضرت حکیم الامتؒ سے آپ کا والہانہ تعلق تھا اور اسی تعلق کی بناء پر آپ کے حکم پر چند کتب تحریر فرمائیں۔ حضرت حکیم الامتؒ بھی آپ سے بے حد محبت

---

(۱) ماخوذ: عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفیؒ، سوانح حیات وتعلیمات ص: ۱۸۲تا۱۸۶

فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

"میں بلا تصنع کہتا ہوں کہ مجھے اعظم گڑھ والوں سے خاص محبت ہے۔ مولوی عبدالغنی کے آنے سے میری ایک خاص کیفیت ہوتی ہے"۔

حضرت عارفیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے وصال کے بعد اپنا اصلاحی تعلق حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوبؒ سے قائم فرمایا تھا جو صرف ایک سال بر قرار رہا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی رحلت کے بعد حضرت عارفیؒ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء کے ذریعہ حضرت پھولپوریؒ سے اپنی اصلاح اور رہبری کیلئے رجوع کیا۔ بعد ازاں حضرت عارفیؒ کی مکاتیب اور اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ کے وصال تک جاری رہا۔

حضرت پھولپوریؒ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۸ء کو حضرت عارفیؒ کی دعوت پر، کراچی تشریف لائے اور آپ کے پاس ایک ماہ قیام فرما کر ۱۹ جنوری ۱۹۵۹ء کو واپس تشریف لے گئے حضرت عارفیؒ کو اس ایک ماہ کے قیام پر بھی تشنگی رہی۔

حضرت پھولپوریؒ کو حضرت عارفیؒ سے کس طرح کا خصوصی تعلق تھا اس کی ایک جھلک حضرت عارفیؒ کی یادداشتوں میں تحریر شدہ حسب ذیل واقعہ سے دیکھی جا سکتی ہے۔

"میں حضرت مولانا عبدالغنی صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ عصر اور مغرب کے درمیان حضرت ملفوظات فرمارہے تھے۔ میرا معمول ہے کہ میں بعد نماز مغرب حضرت سے اجازت لے کر رخصت ہو جاتا ہوں۔ اس روز حضرت نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ کو رک جانے کے لئے اشارہ فرمایا اور بھی چند لوگ موجود تھے۔ فرمایا کہ درویشی سوائے تعلق مع اللہ کے اور کچھ نہیں ہے اور وہ سب منحصر ہے احکامات شرعیہ کی بجا آوری پر۔ جس قدر اہتمام کے ساتھ اس کو انجام دیا جائے اسی قدر زیادہ اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی پڑھا ہے ہم بھی عالم ہیں مگر یہ

بات تو حضرت مرشدی مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز ہی کے دامن پکڑنے سے سمجھ میں آئی۔ یہ سب انھوں نے ہی سمجھایا کہ تصوف کیا ہے اور درویشی کیا ہے۔ ورنہ صرف کتابیں پڑھ لینے اور عالم ہو جانے سے کہیں یہ باتیں سمجھ میں آتی ہیں؟ اس قدر فرمانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اب جاسکتے ہو۔ میں نے سوچا کہ اس ملفوظ کے سنانے کے لئے مجھ کو خاص طور پر کیوں روکا۔ یہ بات کوئی نئی بات بھی نہ تھی بیسیوں بار کی سمجھی ہوئی اور ان حضرات سے سنی ہوئی ہے اور پھر خاص طور پر مجھ کو کیوں روکا اور کیوں مخاطب کیا۔

غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس میں بڑی اہمیت ہے یوں سمجھو کہ ایک اسی سال کا معمر بزرگ اپنی ساری زندگی کے علم اور عمل کا نچوڑ اور حضرت حکیم الامت مرشد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری تعلیم و تربیت کا حاصل بتا کر اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے کہ تم خود اس ملفوظ کو سمجھو اور عمل کرو اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرو۔ کہ بس سارا راز بندگی کا، معارف اللہ کا، تعلق مع اللہ کا، نسبت مع اللہ کا اور تمام مقامات باطنہ کا حاصل اور تمام روحانیت، کیفیات و حالات باطنہ کا سر چشمہ یہی اعمال شرعیہ ہیں، یہی اوامر و نواہی پر عمل ہے، یہی محض احکامات شرعیہ اور سنت نبویہ ﷺ کی اتباع ہے اور کچھ نہیں۔

حضرت پھولپوریؒ نے ایک طویل عمر پانے کے بعد ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ (۱۲/اگست ۱۹۶۳ء) بروز دوشنبہ کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ پاپوش نگر، ناظم آباد کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عارفیؒ نے پڑھائی۔

حضرت عارفیؒ کے ذخیرہ خطوط میں سے حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ سے حضرت عارفیؒ کی مکاتبت کے کچھ خطوط دستیاب ہوئے جن میں سے کچھ کے اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

مکاتبت مابین حضرت عارفیؒ اور حضرت شاہ مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ

مکتوب نمبر ۱ جونپور مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء

حال:- مخدومی و معظمی و محترمی دامت برکاتہم ومد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مزاج گرامی اور جملہ متعلقین بخیر وعافیت ہوں گے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں ہم سب بھی بخیریت ہیں۔ احسن سلمہ کو بھی حسن سلمہ کے پاس بھیجدیا ہے۔ دعا فرمائیے گا کہ اللہ تعالیٰ معاملات معاش اور دیگر امور ومقاصد میں اپنی رضا کے ساتھ کامیابی نصیب فرمادیں۔ میں عرصہ سے اپنا کچھ حال آپ کی خدمت میں لکھنا چاہتا تھا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا عنوان اختیار کروں۔ میری عدیم الفرصتی کا تو آپ کو اچھی طرح علم ہے اس لئے دل ہر وقت پراگندہ اور منتشر سا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معمولات اور دیگر امور دینیہ محض ضابطہ کی خانہ پری کی کیفیت کے ساتھ ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اور اسی کا اثر ہے کہ آج تک فراغت قلب کی دولت یا ذکر مع الفکر کی دولت نصیب نہیں ہوئی۔

حصول ملکات حسنہ کی تو توفیق بڑی بات ہے رذائل نفسانی کا بھی احساس نہیں ہے اس لئے ان کے ازالہ کی کیا کوشش ہوتی۔ بس اسی گرداب خودی میں غوطہ لگاتا رہتا ہوں۔ جب کبھی سوچنے کا موقع ملتا ہے تو بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ وقت گذرتا چلا جارہا ہے اور میں تہی دست کا تہی دست ہوں۔ آپ اس معاملہ میں میری رہنمائی فرمادیں اور میرے قلب سے اس تشویش کو رفع فرمادیں اور حصول رضاء الٰہی کا طریقہ تجویز فرمادیں۔ اسکے علاوہ نہایت

ادب کے ساتھ یہ بھی استدعا ہے کہ مجھے عرصہ دراز سے جناب والا کی خدمت میں شرف تعلق حاصل ہے میری اوقات، میری عادات میرے اخلاق، میرے معاملات وغیرہ کا جناب والا کو اچھی طرح علم ہے اسلئے للّٰہ مجھے وہ تمام عیوب امور مذکور بالا میں جو جناب نے ملاحظہ فرمائے ہوں ان سے مطلع فرمادیں تاکہ مجھ کو تنبہ ہو جائے اور ان کو دور کرنے کی فکر کروں آخر میں استدعا ہے کہ میرے لئے ایمان کامل اور اعمال صالحہ کی توفیق کی دعا فرمائیں۔ فقط والسلام

احقر عبدالحیؒ عفی عنہ

جونپور۔ ۲۳ دسمبر ۴۵ء

جواب:- عزیزم سلمک اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آنعزیز کا انکسار ہے کہ مجھ جیسے سراپا بد عمل سے اپنی رہنمائی چاہتے ہیں۔ محض تعمیل حکم عزیز کی بناء پر کچھ کلمات لکھے دیتا ہوں جو کہ اپنے نزدیک سچ ہیں۔

میری نگاہ میں بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے معاملات وعادات واخلاق وغیرہ جو کہ ایک بھلے انسان کیلئے ضروری ہیں آپ میں موجود ہیں اور حضرت اقدس قدس سرہ العزیز نے جس جوہر کی بناء پر آپ کو اپنا خلیفہ مجاز بنایا کیا کوئی معمولی بات ہے۔

آپ کا کسب حلال وطیب ہے جس کے کھانے سے نور معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کو دنیا نہ سمجھیں۔ جس کو آپ نے دنیا سمجھا تھا اس کو بفضلہٖ تعالیٰ طلاق مغلظ دے دی۔ آپ اپنی بے قدری نہ کریں بس آپ کے ذمہ صرف یہ بات ہے کہ جب جب فرصت ملتی رہے ذکر اللہ وتوبہ واستغفار میں مصروف رہیں۔ بس تسبیح ہر وقت سامنے موجود رہے۔ بعد فراغت تسبیح پر

ہاتھ پڑ تا رہے۔ والسلام

عبدالغنی

مکتوب نمبر ۲ ۸ جون ۱۹۴۶ء

حال:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مندرجہ سے مطلع ہوا آپ کیلئے میرے ہر بُن مو اور دل وجان دعاگو ہیں جس "انہماک" کو آپ نے لکھا ہے۔ یہاں کس انہماک سے کھانے کی تیاری میں روپے وغیرہ کی ضرورت اَمر ضروری ہے مگر کھانا بعد میں ملتا ہے مگر شمار سب کا کھانے میں ہوتا ہے۔ بس انہماک مذکور سب انشاء اللہ تعالیٰ کام ہی میں شمار ہوگا۔ بے فکر رہا کیجئے۔ فرصت کے وقت البتہ تسبیح فوراً ہاتھ میں لے لیا کیجئے اور مشغول بھی ہو جایا کیجئے والسلام

عبدالغنی

مکتوب نمبر ۳ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۹ء

جواب:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آنعزیز کیلئے اور نیز متعلقین کے لئے دعا دل سے کر دی ہے اور حسب موقع انشاء اللہ دعا کرتا رہوں گا مطمئن رہیں۔ ایک نہایت مجرب دعا پریشانی قلب کے دفعیہ کیلئے لکھتا ہوں اسپر عمل کیجئے۔ وہ دعا یہ ہے۔ یاحی یاقیوم یالا الٰہ الاانت۔ چالیس مرتبہ پڑھنے سے قلب مضمحل بلکہ مردہ تروتازہ اور زندہ ہو جاتا ہے۔ بوقت ضرورت اس کو پڑھ لیا کیجئے۔ عجیب اکسیری ہے۔ میرا خود کا آزمودہ ہے۔ بلکہ بوقت تنہائی اس کا ورد ہمیشہ کچھ نہ کچھ رکھا کیجئے۔

عبدالغنی

مکتوب نمبر ۴ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء

جواب: عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد للہ تعالیٰ ہم لوگ بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ مطب کا حال معلوم ہو کر دل خوش ہوا اور باطنی کشاکش سے نجات پر بے حد دل باغ باغ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ یوماً فیوماً ترقی عطا فرمائیں اور جمیع مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائیں۔ والسلام

دعا گو و دعا جو عبد الغنی ۲ صفر ۱۳۷۲ھ

اگر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیجئے اور حج کی مبارک باد بھی پیش کر دیں۔

کراچی مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۵۸ء

مکتوب نمبر ۵ کراچی، مورخہ ۸ نومبر ۱۹۵۲ء

حال:- معظمی و محترمی مد ظلہم ودامت فیوضہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یوں تو اکثر جناب والا کی یاد رہا کرتی ہے۔ آج ایک خاص عنوان سے یاد آ رہی ہے۔ یوں تو الحمد للہ مجھے ابتداء ہی سے آپ کے ساتھ عقیدت و محبت ہے۔ اور برابر یہ بھی محسوس کرتا رہا کہ آپ بھی میرے ساتھ تعلق خاص و توجہ خاص کے ساتھ محبت فرماتے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً میرے لئے سرمایۂ آخرت ہو گا۔ مگر یہ بھی خاصۂ محبت ہی ہے کہ دل کو کسی طرح تسکین نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تنہائی میں یہی عرض کیا تھا اور اپنے دل کی اضطراری کیفیت کا اظہار کیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ حوصلہ افزا بات فرمادی تھی۔ آجکل پھر دل اسی طرح طالب تسکین ہے۔ کیا اس تعلق محبت کا اظہار شیخ کی طرف سے القائے نسبت کہا جاتا

ہے؟
بہر کیف جرأت کر کے عرض کرتا ہوں کہ اپنے دل پر نور میں سے جس میں اللہ اور اللہ کی محبت موجزن ہے ایک شمہ جس طرح بھی ممکن ہو اس دل تشنہ کام کو بھی عطا فرما دیجئے۔ میں نے اپنی نادانی اور کوتاہ ظرفی کی وجہ سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ ضابطہ ہی کا تعلق رکھا۔ مجھے سلیقہ ہی نہ تھا کہ اتنے بڑے منبع فیض سے دامن مراد کس طرح بھرا جاتا ہے۔ لوگوں نے جانے کیا کیا چاہا اور انہیں جانے کیا کیا ملا۔ میں یوں ہی رہ گیا۔ اب بھی کوئی عنوان طلب بن نہیں پڑتا کہ آپ کے سامنے اپنے دل کی پیشکش کر سکوں۔ مگر آپ خود ہی میری محرومیوں اور تشنہ کامیوں کا اندازہ فرما کر مجھے سیراب فرمادیں۔

میں اور تشنہ کام رہوں تیری بزم میں
اے چشمۂ حیات جہاں جان میکدہ

آج بیساختہ کچھ انہی معروضات کو دل چاہا۔ فقط والسلام احقر عبدالحیؒ

۸ نومبر ۵۲ء

مکتوب نمبر ۶ کراچی مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۲ء

حال:- معظمی و محترمی دامت فیوضہم و مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت گرامی نامہ پڑھ کر جان و دِل میں تازگی پیدا ہو گئی۔ آپ نے بڑی محبت سے دِل جوئی فرمائی ہے۔ یہاں پہنچ کر اتنا عرصہ یعنی تقریباً دو سال زائد کی مدت تو انقلابی ہیجان میں گزر گیا۔ اب زندگی جب کچھ ہموار ہو رہی ہے تو جناب والا سے دوری کا احساس بعض وقت بہت ستاتا ہے۔ خصوصاً اس تاسف کے ساتھ کہ جب حضوری تھی اس وقت بھی کوئی فیض محبت

حاصل نہ کیا محض اس ناز ہی میں وقت گزر گیا کہ آپ کے ساتھ تعلق محبت کا ہے۔ اب جب کہ اتنی دور ہوں اور ملاقات کے امکانات بھی بعید تر ہیں بڑی تکلیف دہ محرومی محسوس ہوتی ہے۔ اس خیال سے کہ میں نے کیسی کیسی نعمتوں کی ناقدری کی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر سرمایۂ تسکین یہ خیال ہے کہ دست شیخ از غائبان کوتاہ نیست آج پھر کچھ اسی طرح کی معروضات کو دل چاہا تو یہ چند سطریں تسکین طلبی کے لئے خدمت اقدس میں عرض کردیں۔ مستدعی ہوں کہ دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماضی کے نقصانات کی تلافی اپنی رحمت کاملہ سے فرمادیں اور میرے مستقبل کو اپنے مرضیات پر کاربند ہونے کے قابل بنادیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین بخیر وعافیت ہوں گے۔ گھر میں عرصہ سے پھر کچھ علالت کا سلسلہ ہے۔ جس کی اطلاع اس سے ماقبل عریضہ میں کی ہے اور دُعا کی درخواست کی ہے۔ اُن کی صحت کے لئے دُعا فرمادیں۔ والسلام

احقر عبدالحیؒ عفی عنہ

مکتوب نمبر ۷ کراچی مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۳ء

حال : معظمی و محترمی دامت فیوضہم مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بحمد اللہ ہم لوگ مع الخیر ہیں۔ آپ کی اور آپ کے متعلقین کی خیریت درگاہ الٰہی سے نیک مطلوب ہے۔ حسن سلمہ مزید امتحان انجینری کا پاس کرنے کیلئے چند ماہ کیلئے پھر لندن گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے سلامتی دین وایمان وحفاظت جان ومال اور مقاصد میں کامرانی وکامیابی کیلئے دعا فرمادیں خاص طور پر مستدعی ہوں۔ امید ہے کہ جناب کا مزاج گرامی اب بفضلہٖ

تعالیٰ بالکل اچھا ہو گا تمام متعلقین کی خدمت میں سلام مسنون اپنے لئے اور اپنے متعلقین کیلئے دعا کا طالب ہوں۔ احقر عبدالحیؔ عفی عنہ۔ ۱۳ اکتوبر ۵۳ھ

جواب:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ درجہ کی کامیابی نصیب فرمادیں اور آپ کے جملہ متعلقین کے لئے دل وجان دعاگو ہیں۔

عبدالغنی از پھولپور

۲۴ اکتوبر ۱۹۵۳ء

مکتوب نمبر ۸ کراچی مورخہ ۹ نومبر ۱۹۵۳ء

حال:- معظمی و محترمی دامت فیوضہم ومدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
گرامی نامہ باعث تسکین خاطر ہوا۔ بہت جی چاہتا ہے کہ جلد از جلد خدمت اقدس میں عریضے لکھتا رہوں اور آپ کی توجہات خاص اور دعاؤں کی سعادت حاصل کرتا رہوں۔ لیکن کچھ بن نہیں پڑتا۔ مکان سے مطب کافی فاصلہ پر ہے۔ دو وقت آنے جانے میں کافی وقت خرچ ہو جاتا ہے۔ مطب میں بھی مصروفیت رہتی ہے۔ تندرستی بھی کچھ اچھی نہیں رہتی۔

جواب:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ تندرستی کامل عطا فرمائیں۔

حال:- خلوت وفرصت کا وقت بھی نہیں ملتا۔ مختصر سے معمولات جو عادتاً جاری ہیں بس وہی کچھ ہو جاتے ہیں۔ دل اس قدر خوگر غفلت ہو گیا ہے کہ استحضار وہمت اور استحسان عمل کی نوبت ہی نہیں آتی۔

جواب:- سوتے وقت کم سے کم سو بار (۱۰۰) استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی

القیوم واتوب الیہ دل لگا کر پڑھ لیا کریں۔

حال:- بس اس کے فقدان پر حسرت سی اور مزید مراقبات اور اذکار کی تمنا ہی دل میں رہا کرتی ہے۔ وقت ہے کہ گذرتا چلا جارہا ہے اور خوب معلوم ہے کہ "ناکردہ رنج گنج میسر نمی نشود" اس قلق کی بھی تلافی کی توفیق نہیں ہوتی۔

جواب:- اوپر لکھدیا۔

حال:- آپ کے قریب رہ کر جو فیوض و توجہات مجھے حاصل کرنا چاہئے تھے اب خط وکتابت کے ذریعہ سے حاصل کرتا رہوں مگر اسمیں بھی کوتاہی ہورہی ہے۔ جب عریضہ لکھنے بیٹھتا ہوں دل ملامت کرتا ہے پہلے کچھ عمل تو ہو پھر دعاؤں کی درخواست کی جائے۔ بے عملی کے ساتھ محض قلق اور حسرت کس کام کی۔

جواب:- اللہ تعالیٰ مددگار ہیں۔

حال:- اور صرف تمناؤں کے ہجوم سے کیا فائدہ۔

جواب:- گھبرائیں نہ یہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ گھر والوں کے نان و نفقہ کیلئے جو کچھ طلب کیا جائے سب عبادت اور حسرت کا ثواب الگ ہے۔ مطمئن رہیں۔

حال:- اس لئے عریضہ لکھتے وقت کوئی مضمون ہی نہیں بن پڑتا۔ جو مضمون سوچتا ہوں، جو حال لکھنا چاہتا ہوں وہ بے معنی سا معلوم ہوتا ہے۔ دل افسردہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ مختصر سی بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ بس دعاؤں کیلئے استدعا کروں۔ یقین یہ ہے کہ انشاءاللہ اپنا عمل کوئی نہ سہی اپنے بزرگوں کی دعائے خیر ہی کا ذخیرہ سرمایۂ نجات آخرت بن جائیگا۔ اس لئے مؤدبانہ عرض ہے کہ ظاہر و باطن کے ہر خیر کیلئے خاص دعائیں اور بہت سی دعائیں فرمادیجئے۔

احقر عبدالحئی عفی عنہ

جواب:- میرے دل و جان آنعزیز کیلئے دعاگو ہیں۔ عبدالغنی

میرے ایک عزیز خاص حافظ حامد علی ساکن باقی کلاں ضلع جونپور اس نسخہ کیلئے مصر ہیں جو آپ ہردوئی میں بناتے تھے اور بنارس بنا کر لے گئے تھے اور جونپور میں کچھ دکھایا تھا۔ اگر ڈپٹی علی سجاد صاحب کو معلوم ہو تو لکھیں ورنہ آپ نسخہ ہرگز نہ لکھیں۔

مکتوب نمبر ۹ کراچی مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۳ء

حال:- معظمی و مخدومی دامہ فیوضہم مد ظلہم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب:- عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حال:- صحیفہ گرامی موصول ہوا۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہم لوگ مع الخیر ہیں۔ باطن کی درستی کے لئے جس قدر سعی ممکن ہے کرتا رہتا ہوں۔

جواب:- ماشاء اللہ تعالیٰ۔

حال:- لیکن اب تک تو کچھ کامیابی ہوئی نہیں۔

جواب:- بفضلہٖ تعالیٰ بہت کچھ ہوئی۔ شکر ادا کیجئے۔

حال:- اب آپ ہی اپنی توجہات گرامی سے اس ناکارہ قلب کو درست فرمادیں تو امید کامیابی ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔

حال:- اگر مشائخ کا یہ دستور رہا ہے کہ اپنے ناقص طالبین کو القائے نسبت سے شرف فرما کر کامل بنادیا کرتے تھے تو بصد ادب ملتجی ہوں کہ مجھ تشنہ کام کو آپ محروم نہ فرماویں۔

جواب:- بس فقیر کے پاس تو دعا ہے اُس سے کب دریغ ہے اور آپ تو بفضلہٖ تعالیٰ صاحب نسبت ہیں۔ ہاں اس میں ترقی کی دعا کرتا ہوں اور امید قبولیت رکھتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۰ کراچی مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۵۴ء

حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی۔

جواب:- عزیزم مشفقم سلمک اللہ تعالیٰ۔

حال:- اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

جواب:- الحمد للہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہوں۔

حال:- میری تندرستی البتہ ٹھیک نہیں رہتی۔ ویسے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر طرح کی راحت ہے۔

جواب:- اللہ تعالیٰ پوری عافیت نصیب فرمادیں۔

حال:- فکر آخرت البتہ بہت زیادہ غالب رہنے لگی ہے۔

جواب:- مبارک باد۔ مقصد انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہے۔

حال:- خصوصاً اتلاف حقوق العباد جو دانستہ یا نادانستہ اُس زمانہ میں ہو چکا ہے جب کچھ دین کا اہتمام نہ تھا یا ہوش نہ تھا، بہت زیادہ باعث پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور اہل حقوق کو اپنے فضل وعطا سے راضی فرما کر مجھ سے مواخذہ نہ فرماویں۔

جواب:- کبھی کبھی یاد کر کے فقراء ومساکین کو بہ نیت خاص یعنی نیت کر کے کہ فلاں شخص کا جو مجھ پر حق ہے اُس کے حق میں یہ رقم دیتا ہوں۔

حال:- میرے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں۔

جواب:- اللہ تعالیٰ رحمت خاصہ فرمادیں۔

مکتوب نمبر ۱۱ کراچی مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۵۴ء

مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب:- الحمدللہ تعالیٰ سب بخیریت ہیں۔

حال:- اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مزاج گرامی اور جملہ متعلقیں بخیروعافیت ہوں گے۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہم لوگ بھی سب بعافیت ہیں۔

جواب:- الحمدللہ تعالیٰ۔

حال:- روزے آج کل یہاں بہت آسان ہیں موسم بہت اچھا ہے۔

جواب:- ماشاءاللہ۔

حال:- اس ماہ مبارک میں میرے لئے اور متعلقین کے لئے خاص طور پر دعائے عافیت اور دعائے تقویت و توفیق اعمال صالحہ فرمادیں۔

جواب:- دعا کرتا ہوں اور دعا کرتا رہوں گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

حال:- اپنی قلبی صلاحیت واستعداد کو بہت خراب شدہ اور برباد شدہ پاتا ہوں۔ کسی عمل سے بھی اثر پذیر اب تک نہیں ہوتی۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو قلب زندہ اور روح بیدار نصیب فرمادیں۔

جواب:- میرے دل وجان دعا کرتے ہیں۔

عزیزم یہ پرچہ مفتی محمد شفیع صاحب تک پہنچادیں اور اس کو پڑھ لیں۔ سنا ہے کہ مولانا محمد حسن صاحب امرتسری آج کل کراچی میں تشریف فرما ہیں اس پرچہ کی ایک نقل میری طرف سے ان کو بھی دے دیں۔

مکتوب نمبر ۱۲ کراچی مورخہ ۱۳ جون ۱۹۵۴ء

حال:- معظمی محترمی دامت فیوضہم مد ظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حال:- اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا مع الخیر مکان پر پہنچ گئے ہوں گے۔ اور مزاج گرامی اور جملہ متعلقین بخیروعافیت ہوں۔

جواب:- الحمدللہ خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔

حال:- عید کے بعد سے میری طبعیت کچھ زیادہ ناساز ہوگئی۔

جواب:- انا للہ

حال:- اس وجہ سے حاضر خدمت بھی نہ ہو سکا اور نہ جناب والا سے رخصت ہوتے وقت دعاؤں کی سعادت حاصل کر سکا۔

جواب:- دعا تو اب کرتا ہوں اس کا افسوس نہ فرمایا جاوے۔

حال:- الحمدللہ اس بار جتنی دفعہ بھی مجلس اقدس میں حاضری کی توفیق ہوئی بہت کچھ فیضان کرم سے مستفیض ہوا۔ اللہ تعالیٰ جناب والا کے فیوض و برکات کو قائم ودائم رکھیں۔ احقر عبدالحئی عفی عنہ۔

جواب:- جزاکم اللہ تعالیٰ علی ہذا الاحسان۔

مکتوب نمبر ۱۳ کراچی مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۵۴ء

معظمی و مخدومی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین بخیر وعافیت ہوں گے بحمداللہ ہم لوگ بھی مع الخیر ہیں۔

یوں تو بحمداللہ امور ظاہر میں یا باطن میں کوئی تنگی محسوس نہیں ہوتی۔ اعمال صالحہ کے اہتمام کی بھی توفیق رہتی ہے۔ معمولات پر بھی بحمداللہ ایک حد تک ثبات حاصل ہے۔ جہاں تک ممکن ہے وقت کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔ معاصی کی طرف بھی تقاضا محسوس نہیں ہوتا یوں احیاناً ضرور ارتکاب ہو جاتا ہے اور بعد میں بحمداللہ تنبہ بھی ہو جاتا ہے۔ اکثر وبیشتر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ظاہری وباطنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی بھی توفیق ہو جاتی ہے۔

لوگوں سے اُنس کم محسوس ہونے لگا ہے۔ واللہ اعلم کیا بات ہے کہ کھانے پینے، لباس و پوشاک اور دیگر امور زندگی میں اہتمام اور خواہش بالکل نہیں معلوم ہوتی۔ ممکن ہے کہ اس کا سبب ضعف صحت و اضمحلال قوائے جسمانی ہو۔ سارا وقت تقریباً مطب ہی میں گذر جاتا ہے۔ مکان سے مطب بہت دور ہے اس لئے آمدورفت میں اور مطب پر وقت گذر جانے کے بعد مکان پر تو بس برائے نام ہی قیام رہتا ہے۔ کچھ وقت مل جاتا ہے تو حضرت مرشدی قدس سرہ العزیز کے مواعظ یا ملفوظات کا مطالعہ کرلیتا ہوں۔ اور مطب ہی میں بعد مغرب عشاء تک دو چار احباب جو آجاتے ہیں ان سے حضرت ہی کا ذکر اور حضرت ہی کی تعلیم و تربیت کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ اس میں ایک خاص ذوق اور انہماک سا پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی قلب اور دماغ میں ایک انتشار سا رہتا ہے۔ بس یہی خیال غالب رہتا ہے کہ کچھ بن نہیں پڑتا۔ آج کچھ ہوا نہیں۔ معمولات بھی بیدلی کے ساتھ پورے ہوتے ہیں۔ باطن کسی چیز سے اثر پذیر ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ حضور قلب، یکسوئی، خضوع و خشوع کبھی آج تک میسر ہی نہ ہوا، نہ دل میں کوئی قوت محسوس ہوتی ہے۔ ذکر و اذکار کا کوئی اثر اب تک کبھی محسوس ہی نہ ہوا۔ تمام اعمال میں سطحی کیفیت رہتی ہے۔ خدانخواستہ ذرا بھی پریشانی کی کوئی بات ہو مثلاً کسی کی بیماری یا اور کوئی معاملہ پریشان کن بس میرے دل میں ایک بے حسی سی یا تعطل سا پیدا ہو جاتا ہے۔ دعا کرنا بھی بھول جاتا ہوں۔ ایسے وقت میں رجوع الی اللہ ہونیکی عادت اور توفیق ہونا چاہئے مگر میں ہمیشہ گم صم ہو جاتا ہوں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قلب کی صلاحیت اور استعداد ہی برباد ہو چکی ہے۔ جس میں کسی طرح ہر وقت نہیں تو خاص مواقع پر تو متوجہ الی اللہ ہونیکی توفیق ہوتی۔ بس اس

خیال سے طبیعت گھبرانے لگتی ہے اور سمجھتا ہوں کہ میں بالکل محروم اور خالی دامن ہوں۔ اس لئے جب میں محسوس کرتا ہوں کہ میری باطن کی صلاحیت و قابلیت اس قدر برباد شدہ ہے کہ کسی عمل نیک سے اثر پذیری نہیں ہوتی تو دل میں سخت پریشانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی باطن کی صلاحیت واستعداد کو درست کرنے کا کبھی کوئی اہتمام بھی نہیں کیا۔ اور میری مصروفیات زندگی نے بھی اس کا کوئی موقع نہ دیا۔ فرصت کے وقت کا انتظار رہا۔ التواء پر التواء جاری رہا اور عمر بپایان کار آگئی۔ اس لئے آخرت اور اس کے معاملات کیلئے کچھ بھی تیاری نہ پاکر طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔ خصوصاً جو حقوق تلف ہو چکے ہیں ان کے مؤاخذہ سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔ کچھ تندرستی بھی خراب رہتی ہے کچھ ماحول بھی پریشان کن ہے اور غیر مطمئن زندگی مہاجرت میں گذر رہی ہے اس لئے تلافی مافات کے بھی امکانات نظر نہیں آتے۔ تلافی مافات میں اسمیں سمجھتا ہوں کہ کچھ وقت توبہ واستغفار اور زیادہ تر ذکر واذکار و مجاہدہ وخلوت جو قابل برداشت ہو اسمیں صرف کیا جائے۔ اس ہنگامہ خیز زندگی میں جو فرائض وواجبات ادا ہو رہے ہیں اور جو معمولات ہیں وہ محض عادتاً ہیں اور بالکل بے حضور قلب ہیں اس لئے ان کا کوئی نفع معتد بہ مرتب ہوتا ہوا محسوس نہیں ہوتا ہے۔ حضرت مرشدی قدس سرہ العزیز کی توجہات گرامی میرے ساتھ بے حد و بے حساب تھیں اور آپ کی عنایات و شفقت بھی میرے ساتھ بے انتہا ہیں مگر بایں ہمہ میری برباد شدہ صلاحیت باطن کچھ درست ہی نہ ہوئی حالانکہ جو کام میرے کرنے کا ہے وہ ایک حد تک بحمد اللہ کر رہا ہوں پھر بھی خدا جانے کیا بات ہے کہ حسیات باطن میں بیداری پیدا نہیں ہوتی۔ نفس مطمئنہ جو تمام آرزوؤں کا حاصل ہے اس کا شمہ برابر بھی کبھی

احساس نہیں ہوتا۔ ماضی برباد شدہ، حال بے حال، مستقبل موہوم جی گھبرا جاتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ آخر کار بزرگان دین، ماہران کمالات باطنی، طالبان طریق کی بگڑی ہوئی صلاحیت واستعداد ہی کو تو اپنی توجہات سے درست فرمایا کرتے ہیں پھر آخر میں کیوں محروم ہوں۔

آنہا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند   آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

آج مجھ پر پھر یہی حال طاری ہے کہ ان معروضات پر مجبور ہوں اس طویل تحریر سے خصوصاً ایسے مضامین کے اعادہ سے جو بارہا پیش خدمت کر چکا ہوں ڈرتا ہوں کہ طبع گرامی پر بار نہ ہو اور تضیع وقت سے خاطر سامی مکدر نہ ہو۔

مگر آپ سے زیادہ اور میرا کون غمگسار اور شفیق ہو سکتا ہے۔ ہمیشہ خدمت عالی میں بیباک اور بے تکلف رہا ہوں اور ہمیشہ میرے قلب مضطر کو آپ ہی کے ارشادات سے سرمایۂ تسکین حاصل ہوا ہے اس لئے بیساختہ جو کچھ حالت دل حزین تھی لکھ ڈالی۔

ما حال دل را با یار گفتم   نتواں نہفت درد از طباں

امید کرتا ہوں کہ اپنی توجہات خاص سے، دعاؤں سے اور تدابیر سے میری بگڑی ہوئی استعداد باطن کو درست فرمایئے۔ آخر میں بھی تو محسوس کروں کہ میرے بزرگوں کا فیض باطنی اور انعام روحانی میرے ساتھ کیا ہے۔
اس آشفتہ نگاری کے لئے بصد ادب معذرت خواہ ہوں۔

احقر عبدالحیؔ عفی عنہ

جواب:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
محبت نامہ کو حرفاً حرفاً لذت لیکر پڑھا۔ آپ کی مجموعی حالت نہایت پاکیزہ ہے۔ آپ اس آیت مبارکہ کے معنی کو کم از کم پندرہ بیس منٹ تک بہت

توجہ سے سوچا کریں۔ وہ آیت مبارکہ یہ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ. اس سوچنے کا نام مراقبہ ہے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ خشوع و خضوع کافی پیدا ہو گا۔ اور جمیع مقاصد حسنہ کیلئے دل و جان دعا گو ہیں۔

عبدالغنی

۹ محرم ۱۳۷۴ھ۔ ۸ ستمبر ۵۴ء

مکتوب نمبر ۱۴ کراچی مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۵۶ء

حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم و مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ ایک عرصہ سے بحمد اللہ میری ظاہری و باطنی حالت بہت بہتر تھی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ ظاہری حالات بہت زیادہ بہتر ہیں۔ جن کا شکر کسی طرح بھی بندۂ عاجز ادا نہیں کر سکتا۔ باطنی حالات بھی بحمد اللہ میری حیثیت سے کہیں زیادہ بہتر ہیں لیکن اب پھر چند روز سے دل میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔ اپنے معمولات کسی نہ کسی درجہ میں ادا کرتا ہی رہتا ہوں۔ مغرب سے عشاء تک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و تعلیمات و تربیت کے متعلق جو چند احباب آجاتے ہیں ان سے تذکرہ کرتا رہتا ہوں اور اس کو اپنے لئے بڑی سعادت اور موجب تجدید علم سمجھتا ہوں۔ خدا کرے کہ اخلاص و صدق کے ساتھ ان پر توفیق عمل بھی نصیب ہو جائے۔ ہمہ وقت یہ احساس رہنے لگا ہے مجھ سے کچھ بن نہیں پڑتا۔ خیال ہوتا ہے کہ کوتاہی اعمال سے یا خدا معلوم کس سبب سے دل کی قابلیت و استعداد ہی کچھ ایسی بگڑ گئی ہے کہ کچھ کام بقدر تربیت مرشد رحمۃ اللہ علیہ بن نہیں پڑتا۔ دوسرے احباب اور اپنے بزرگوں سے تعلق رکھنے والے اصحاب کا جب حالات باطنی اور اہتمام باطن

سنتا ہوں اس وقت اور بھی زیادہ تاسف اور قلق ہوتا ہے کہ

یاران تیز گام نے منزل کو جا لیا
ہم خفتہ بخت منتظر کارواں رہے

اس لئے دعا کا طالب ہوں کہ میری بگڑی ہوئی صلاحیتوں کے درست ہو جانے کے لئے دعا فرمادیں اور اپنی توجہات باطن سے میرے قلب و باطن کی اصلاح فرمادیں نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمادیں۔ طالب دعائے خیر۔

جواب:- عزیز من سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

آپ جو کچھ کر رہے ہیں اپنے ضعف کے اعتبار سے بہت ہی شکر ادا کیجئے۔ ہر ایک کے معاملات اللہ تعالیٰ کے نزدیک جداگانہ ہیں۔ کسی میں کمیت کی زیادتی ہوتی ہے اور کسی میں کیفیت کی۔ ہر ایک کا معاملہ الگ ہے۔ امید ہے کہ آپ میں کیفیت کی زیادتی ہو اور مجھے اسی کی امید ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرماوے۔

عبدالغنی

مکتوب نمبر ۱۵ کراچی مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۷ء

حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مفصل خیرت مزاج معلوم نہ ہونے سے بعض وقت طبیعت بہت مضطرب رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و توانائی کے ساتھ عافیت عطا فرماویں۔ آپ کے گھر میں بھی خدا کرے کہ اب اچھی ہوں، ان کے لئے بھی دعائے صحت کرتا ہوں۔

جواب:- ضعف طبعی کچھ اجازت نہیں دیتا اور گھر میں سے مرض کا سلسلہ منقطع نہیں

ہوتا۔

حال:- دیرینہ قصد کے متعلق بھی کیا اب بھی کچھ خیال ہے۔ طبیعت بہت منتظر ہے۔ جی چاہتا ہے برابر اور جلد جلد عریضہ لکھتا رہوں مگر مصالح کے خلاف نہ ہو۔ یہ اندیشہ رہتا ہے۔

جواب:- حقیقی عین مصالح کبھی بدلتے نہیں یہ پہلو ہمیشہ ملحوظ رہتے ہیں۔

حال:- اللہ تعالیٰ سے مجھے امید ہے کہ آپ کے قلب مبارک سے میری یاد فراموش نہ ہوتی ہوگی۔ میں ان کو بھی اپنے لئے سرمایۂ آخرت سمجھتا ہوں۔

جواب:- بالکل سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اس کا اجر عطا فرماویں گے۔

حال:- میرے لئے وہ سب توجہات و دعائیں فرمادیں، جس سے میرے قلب کی بگڑی ہوئی استعداد درست ہو جائے، غفلت دور ہو جائے، تعلق مع اللہ صحیح ہو جائے، جس نوعیت کی بھی اور جس عنوان سے بھی القائے نسبت باطنی ہوتی ہو مجھے اس سے محروم نہ رکھیں۔

جواب:- الحمدللہ تعالیٰ آپ نسبت مع اللہ تعالیٰ سے معزز و مشرف ہیں اور اپنے سے بدگمان ہیں۔ یہ خود ایک نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان ہے اس کا شکر واجب ہے۔

حال:- آپ خوب جانتے ہیں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مجھے آپ سے کس قدر خصوصی تعلق ہے۔

جواب:- صحیح ہے۔

حال:- اور مجھے اس کا بھی احساس ہے کہ آپ مجھ سے بہت محبت فرماتے ہیں۔

جواب:- صحیح ہے۔

حال:- اس لئے اس قدر بے تکلفانہ اپنی تمنائے دلی آپ کے سامنے پیش کر دیا کرتا ہوں۔

جواب:- دلی دعا آپ کے ساتھ ہے۔

حال:- امید ہے کہ ہمیشہ آپ کی توجہات کرم سے بہرہ اندوز ہوتا رہوں گا۔

احقر عبدالحیؔ عفی عنہ

جواب:- مکرر یہ کہ آپ کا ایک نسخہ حب سم الفار کا میرے پاس ہے جس میں سنکھیا، میٹھی مرچ سیاہ اور تین سویاں بنگلہ کے ساتھ کھرل کرنا ہے۔ اس کے متعلق یہ دریافت کرنا ہے بقدر نصف دانہ مونگ کی گولیاں تیار ہوتی ہیں تو مقدار خوراک کیا ہے اور کتنے دن تک استعمال کی جاویں، اور غذا و پرہیز سے مطلع فرماویں۔ مقاربت کے متعلق اجازت ہوتی ہے یا نہیں مفصلاً مطلع فرما دیں۔ عبدالغنی

مکتوب نمبر ۱۶ کراچی مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۵۸ء

حال:- معظمی و محترمی دامت فیوضہم و مد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال:- اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین مع الخیر ہوں گے۔

جواب:- بفضلہٖ تعالیٰ مع جملہ متعلقین بخیر ہوں۔

حال:- گرامی نامہ سے یہ معلوم ہو کہ اب ضعف غالب ہے مگر بایں ہمہ ازراہ شفقت بزرگانہ ہنوز قصد سفر ہے مجھے جناب والا کی تعلق محبت محسوس ہو کر بڑی تقویت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توجہات محبت کو میرے لئے سرمایۂ دنیا و دین بنا دیں۔ میں پہلے خطوط میں یہی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے چاہئے تھا کہ خود خدمت والا میں حاضری دیتا۔ لیکن چند مصالح سے جناب ہی کو زحمت سفر کے لئے تحریر کی جرأت کی۔ یہاں بہت لوگ تشنہ دین اور

مشتاق زیارت ہیں۔

جواب:- انشاءاللہ تعالیٰ نومبر میں سفر کا پختہ ارادہ ہے۔ دعا فرماتے رہیں کہ موانع سفر پیش نہ آویں۔

حال:- لیکن پھر عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تک جب تک دل میں انشراح اور اطمینان خاطر محسوس نہ فرماویں، زحمت سفر کا قصد ہر گز نہ فرماویں، موسم کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ یوں تو میں نے شروانی صاحب سے بہت تاکید کردی ہے کہ سفر کی راحت و آسائش کا ہر طریقہ سے پورا پورا خیال رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ نومبر کا موسم زیادہ خوشگوار ہوگا۔ یوں تو میں اپنے طور پر بالکل مطمئن ہوں کہ مجھ کو الحمدللہ آپ کا قرب باطنی نصیب ہے۔ پیہم توجہات محبت اور مخصوص دعائیں میرے ساتھ ہیں۔ اور صرف میرے ہی خاطر سے اس قدر طویل سفر کی زحمت گوارا کرنے کا قصد رہتا ہے۔ یہ قصد ہی میرے لئے بمنزلہ شرف زیارت ہے۔ بس بار بار بے حد جی چاہتا ہے کہ عرض کروں کہ ایسی دعائیں اور توجہات باطنی مبذول فرمادیں کہ جو نسبت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور آپ کے ساتھ مجھے حاصل ہے اس کے ثمرات و برکات و فیوض سے میرے قلب میں صحیح استعداد اور قابلیت فہم دین اور اعمال صالحہ پیدا ہو جائے جو حصول رضاء الٰہی اور قرب کا سبب بن جائے اور عافیت بخیر ہو۔ گھر میں اسطرف مسلسل بیمار رہی ہیں ان کو بھی قلب کی تکلیف اکثر ہو جاتی ہے وہ جناب والا کی تشریف آوری کیلئے بہت مضطرب ہیں اور دعاؤں کی طالب ہیں فقط والسلام۔ احقر محمد عبدالحیؔ عفی عنہ

رابسن روڈ کراچی۔ ۲۶ مئی ۵۸ء

جواب:- آپ کا حسن ظن اور آپ کی محبت کو اپنے لئے نعمت خیال کرتا ہوں۔ بیشک آپ میرے دل سے بیحد قریب ہیں اور آپ کی دوستی و محبت درجہ خلۃ میں

ہے۔ حق تعالیٰ ظاہری و باطنی تمام نعمتوں سے آپ کو مشرف فرمائیں۔
عبدالغنی

مکتوب نمبر ۱۷ کراچی مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء

حال:- مخدومی و محترمی مد ظلہم و دامت فیوضہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب:- عزیز من سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حال:- اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس طویل سفر کے بعد جناب والا بخیر و عافیت وطن پہنچ گئے ہوں گے۔

جواب:- الحمد للہ تعالیٰ ۵ فروری کو واپس پہنچ گیا۔

حال:- اور مزاج گرامی ہر طرح سے پر سکون ہو گا۔

جواب:- الحمد للہ تعالیٰ۔

حال:- مکان پر بھی جملہ متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔

جواب:- الحمد للہ سب بعافیت ہیں۔

حال:- میں کیا عرض کروں مجھے تو ابھی اس خواب بیدار سے ہوش بھی نہیں آیا کہ جناب والا نے اتنی شفقت محبت سے سفر گوارا فرمایا۔ قیام بھی کم وقت رہا مگر میری سیری تو نہیں ہوئی۔ اب بھی اسی قدر تشنگی باطن محسوس کرتا ہوں جو پہلے تھی۔ دعائے خاص کا ملتجی ہوں۔

جواب:- سچی محبت کی یہی علامت ہے آنعزیز بھی بہت یاد آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے بعافیت رکھے۔

حال:- اس وقت سب سے زیادہ احساس تو اس کا ہے کہ جناب والا کی شایان شان کوئی خدمت مہمانداری نہ کر سکا۔

جواب:- میرے نزدیک تو بہت کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھیں۔

حال:- بیشمار کوتاہیوں کا احساس ہوتا ہے راحت اور آسائش کا خاطر خواہ انتظام نہ بن سکا۔

جواب:- بہت کچھ تھا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

حال:- اس کا بھی احتمال محسوس کرتا ہوں کہ مزاج گرامی کے خلاف کوئی بات سرزد ہو گئی ہو اور مجھے اس کا علم بھی نہ ہو۔

جواب:- توبہ توبہ کیا لکھدیا۔

حال:- بعض وقت بہت بے تکلفی سے عرض و معروضات کی بھی جسارت ہوئی ہے۔ دعوتوں کے قبول کرنے اور بیعت کرانے کے معاملہ میں جناب والا کے مزاج گرامی کی رعایت نہ کر سکا۔ اس لئے متدعی ہوں کہ جس قسم کی بھی کوتاہی کا مجرم ہوں اس کو براہ شفقت بزرگانہ معاف فرمادیں۔

جواب:- یہ سب محبت کے پھول و پھل ہیں میں بہت خوش رہا اور ہوں۔

حال:- یہی معذرت میری اہلیہ اور لڑکوں کی طرف سے بھی ہے۔ ہم لوگ سب طلبگار معافی ہیں اور دعائے خیر کے محتاج ہیں۔ احقر محمد عبدالحیؒ عفی عنہ

رابسن روڈ کراچی ۲۲ جنوری ۵۹ء

جواب:- دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۸ کراچی مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۹ء

حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مزاج گرامی اور جملہ متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ بفضلہٖ تعالیٰ مع متعلقین بخیریت ہوں۔

حال:- بحمد اللہ تعالیٰ ہم لوگ بھی بخیریت ہیں۔ سعید صاحب نے کہا تھا کہ پندرہ

بیس روز کے اندر نسخے پھولپور پہنچ جائیں گے۔ شاید اب موصول ہو گئے ہوں۔

جواب:- اب تک نہیں موصول ہوئے۔

حال:- میری تندرستی آج کل بفضلہٖ تعالیٰ بہتر ہے مگر دن بھر اس طرح مشغولیت رہتی ہے کہ تھک جاتا ہوں۔ باطن کی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ نہ کوئی مراقبہ نہ کوئی محاسبہ کچھ بھی نہیں بن پڑتا۔ معمولات بحمد اللہ جس طرح بھی ہوں پورے ہو جاتے ہیں۔

جواب:- سب ٹھیک ہے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ کیا یہ عبادت نہیں: خیر الناس من ینفع الناس۔

حال:- جہاں تک ممکن ہے دوسروں کی خدمت میں لگا رہتا ہوں۔ اپنے نفس کی خدمت کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔ بس اگر اطمینان ہے تو آپ حضرات کے ساتھ خادمیت کے تعلق پر ہے۔ مگر اس تعلق کا حق بھی بالکل ادا نہیں کر پاتا۔ حضرت یہاں میری خوبی قسمت سے تشریف بھی لاتے ہیں تو اس وقت بھی کوئی خدمت نہیں بن پڑتی۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں خاطر اقدس پر میری وجہ سے کوئی گرانی نہ پیدا ہو جاتی ہو۔ اور مجھے اس کا شعور بھی نہ ہوتا ہو۔ آپ اس قدر محبت و خلوص سے چشم پوشی فرماتے ہیں کہ میں بالکل بے تکلف ہو جاتا ہوں۔ اور ایسی باتیں حضرت کے سامنے کرتا ہوں جو بے ادبی پر محمول کی جا سکتی ہیں۔ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ امید ہے کہ اگر کوئی بات مجھ سے باعث تکدر خاطر اقدس ہوتی ہو تو از راہ شفقت متنبہ فرمادیں اور معاف فرمادیں۔

جواب:- یہ سب چیزیں آپ کی محبت کی نشانیاں ہیں جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

حال:- حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے ارشادات اور حالات میں بے ڈھنگے بن

سے نقل کرتا رہتا ہوں کہ لوگ میری طرف سے بہت بد ظن ہو گئے ہیں اور مجھ پر معترض ہوتے ہیں۔ مجھ کو اس معاملہ میں اس قدر جاہلانہ غلو ہے کہ ایک درجہ فخر وناز کا ہے۔ حاشا وکلا۔ میں نے حضرت والا کے سامنے یہ باتیں عرض کیں جس پر لوگوں کو یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ میں اپنے کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اور مذاق کا سب سے زیادہ واقف حال سمجھتا ہوں۔ حاشا وکلا۔ اس لئے اب ڈر لگنے لگا ہے۔ میری ہدایت فرمادیں اور مجھ کو احتیاط کی تجویز فرمادیں اور جو آپ کو اندازہ ہوا ہو اس پر متنبہ فرمادیں۔ فقط احقر محمد عبدالحیؔ عفی عنہ۔

جواب:- میرے نزدیک تکلم سے پہلے نیت صحیح کر کے کلام فرمایا جاوے۔ اس سے انشاءاللہ تعالیٰ فلاح دارین کی امید ہے اس کی توفیق ہم کو اور آپ کو اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمادیں۔ عبدالغنی

مکتوبات حضرت عبدالغنی پھولپوریؒ بنام حضرت عارفیؒ جن پر تاریخ درج نہیں۔

مکتوب نمبر ۱۹

حال:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت سے مطلع ہوا۔ اللہ تعالیٰ جمیع مقاصد حسنہ سے کامیاب فرمادیں۔ سارا کام دعا سے چلتا ہے، تدبیر ظاہری کو اصل نہ قرار دیا جائے۔ معمولات وغیرہ میں ہمت سے کام لیا جائے۔ دل وجان سے دعا گو۔ عبدالغنی

مکتوب نمبر ۲۰

حال:- عزیزم سلمہک اللہ وکرنمک۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپکا مسرت نامہ محبت سے بھرا ہوا حرفاً حرفاً لذت لیکر پڑھا، دل بھر آیا۔

آنعزیز کے لئے میں نے حرمین میں خوب خوب دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو مراتب علیا پر پہنچائیں۔ آپ دل شکستہ نہ ہوں۔ آپ کی ترقی ہورہی ہے۔ آپ بہتر حالت پر فی الحال فائز ہیں۔ کلید مثنوی برابر دیکھا کریں اور چلتے پھرتے اور نیز اوقات فرصت میں صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ وسلم پڑھتے رہیں۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ مزید ترقی ہوگی اور دل سے دعا کرتا ہوں۔

ہر ماہ ایک مسرت نامہ بھیج دیا کریں، اس سے انشاءاللہ مزید فائدہ ہوگا۔

والسلام عبدالغنی

مکتوب نمبر ۲۱

حال:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ آپکو ہر طرح سے سکون عطا فرمائیں۔ آپ نے جو حالات لکھے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہیں تو بے حد خوفناک اور تلافی دنیا میں بمشکل معلوم ہوتی ہے۔ اہل حقوق کی اسوقت ادائیگی کی یہ صورت معلوم ہوتی ہے کہ خیرات کرتے رہیں اور نام بنام اہل حقوق کو اُس کا ثواب پہنچاتے رہیں اور اُمید رکھیں کہ انشاءاللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے معاف کرادینگے۔ اب اس کے بعد زیادہ کاوش نہ کریں ورنہ ضعف دل ودماغ ہو جائیگا۔

والسلام عبدالغنی۔

مکتوب نمبر ۲۲

حال:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسرت نامہ ملا، نصف ملاقات سے کچھ زائد ہی لطف آیا۔ آپ کی محبت نے

آنکھوں سے آنسو کے قطرے آخر کار نکال کر چھوڑے، دل سے دعا نکلی اور آپ کے گھر بھر کے لئے شفاء کاملہ عاجلہ مستمر کی دل سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام والدعا

عبدالغنی

مکتوب نمبر ۲۳

حال:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حسب تمنا عمل ہر ایک کے لئے مشکل امر ہے ہاں تمناءِ عمل خود مستقل عمل ہے۔ آپ کے قوئے ظاہر یہ کچھ ضعیف ہیں، ان پر بار نہ ڈالیں۔ جتنا کام ہو رہا ہے اس پر شکر ادا کریں۔ جو وقت انکے علاوہ مل سکے درود شریف بے تعداد پڑھیں۔ چاشت کی نماز اگر میسر آجایا کرے تو نعمت عظمیٰ تصور کریں۔ دل سے دعا گو دعا جو۔

عبدالغنی

مکتوب نمبر ۲۴

حال:- عزیزم سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم آپ کی تحریر پڑھ کر دل مسرور ہوا۔ محبت کا شکم کبھی پُر نہیں ہو سکتا۔ آپ کی بڑی قدر میرے دل میں بڑھتی جارہی ہے۔ اسی کا نام توجہ ہے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حالت نہایت محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔

اللہ تعالیٰ آنعزیز کو مراتب عالیہ پر فایض (فائز) فرمائیں۔ والسلام والدعا

عبدالغنی

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ [1]
مجاز بیعت۔ حکیم الامتؒ

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحبؒ ۲۲نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حکیم ابو الحسن صاحب عالم دین، ریاست اسلام پورہ کے شاہی طبیب اور نقشبندی ابو العلائی سلسلہ کے شیخ کامل تھے۔ حضرت سلیمان ندویؒ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۶ء میں سند فراغ حاصل کی ندوہ میں حضرت شبلی نعمانی کی تربیت میں رہے۔ آپ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ماہنامہ ''الندوہ'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ڈھائی تین سالہ دور میں آپ نے اسلام اور جدید علوم وفنون پر مضامین تحریر فرمائے جن کی جدید وقدیم حلقوں میں پذیرائی ہوئی۔ اسی زمانہ میں آپ کو ندوہ میں استاد مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ پونا کالج چلے گئے جہاں تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھا۔ ۱۹۲۹ء میں حکیم الامتؒ سے خط وکتابت کے ذریعہ تعلق پیدا ہوا جب کہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کو جید عالم کی حیثیت سے جانتے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ سے آپ کی پہلی ملاقات ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ اگست ۱۹۳۸ء میں آپ بیعت ہوئے اور اکتوبر ۱۹۴۲ء میں آپ کو خلافت دی گئی۔

حضرت عارفیؒ کا حضرت سید سلیمان ندویؒ سے کب تعلق پیدا ہوا، اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ چونکہ ان دونوں حضرات کا حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق تھا اور ان دونوں کی آمد ورفت تھانہ بھون ہوا کرتی تھی لہٰذا وہاں ان دونوں کا تعارف ہوا ہوگا اور

---

(۱) ماخوذ: عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفیؒ، سوانح حیات وتعلیمات ص: ۱۹۲تا۱۹۵

خط و کتابت اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا ہوگا۔ بہر حال بقول حسن عباس صاحب:

جب حضرت سید سلیمان ندوی صاحب جونپور تشریف لائے تو ۳ نومبر ۱۹۴۳ء کو حسب ذیل اشعار لکھ کر والد صاحب کو دیئے۔

تیرے روئے روشن پہ وہ نور ہے
کہ بے پردہ ہو کر بھی مستور ہے
چلا چل تو منزل بہ منزل یونہی
ٹھہرنے کی منزل ابھی دور ہے
نہ جانے وہ ہیں جلوہ فرما کہاں
جدھر دیکھئے نور ہی نور ہے
کشش پر ہے قائم نظام وجود
یہ گھر اک محبت سے معمور ہے
تراوش سے خون جگر کی نہ ڈر
کہ مرہم سراپا یہ ناسور ہے
یہ عالم ہے دل کا غم عشق میں
کہ مغموم ہو کر بھی مسرور ہے
ابھی قطع کر اور راہ طلب
مقام محبت بہت دور ہے
یہاں آج پہلی غزل یہ ہوئی
یہ آغاز فیض جونپور ہے

حضرت سید سلیمان ندویؒ اور حضرت عارفیؒ ایک دوسرے سے والہانہ محبت فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں میں طویل رفاقت رہی۔ حضرت سلیمان ندویؒ کا انتقال ۱۵ ربیع اول ۱۳۷۲ھ (۲۳ نومبر ۱۹۵۳ھ) بعد مغرب ہوا۔ اس وقت آپکی عمر ۶۹ سال تھی۔

حضرت سید سلیمان ندویؒ کے سانحہ ارتحال کو اپنی یادداشتوں میں حضرت عارفیؒ نے یوں تحریر فرمایا:

"بعد نماز مغرب بمقام دارالمزمل، چمن اسٹریٹ، جہانگیر روڈ، کراچی (حضرت سید سلیمان ندویؒ) نماز مغرب اٹھ کر پڑھی۔ لیٹ گئے کچھ غنودگی رہی، اسی میں تشنج ہلکا سا ہوا، ایک ہلکی سی ہچکی کے ساتھ خواب ابدی میں استراحت فرمائی۔ آدھ گھنٹے کے بعد مجھ کو مطب میں اطلاع ہوئی۔ مکان پر حاضر ہوا کتھئی رنگ کی اونی چادر اوڑھے متانت کے ساتھ آنکھیں بند کئے لیٹے تھے۔ میں نے با چشم نم دست مبارک کا بوسہ دیا۔

دوسرے دن صبح اول وقت میں، بعد نماز فجر مکان پر پہنچ گیا۔ غسل کے لئے تختے پر (جسم مبارک کو) اتارا جا چکا تھا۔ غلام محمد صاحب مولوی اکرم صاحب اور صوفی محمد ادریس صاحب غسل دینے کے لئے مصروف تھے۔ میں بھی اس سعادت میں شریک ہو گیا۔ میں نے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا، سر مبارک کو کئی بار درمیان غسل ہاتھ سے اٹھایا۔ بعد غسل اپنے ہاتھ میں عطر لے کر سر اور داڑھی پر لگایا۔ غلاف کعبہ سینہ اقدس پر رکھا گیا۔ میت کے ساتھ تقریباً ۳ ہزار کا مجمع تھا۔ نیو ٹاؤن کی زیر تعمیر بڑی مسجد کے احاطہ میں وسط مسجد کے دروازے کے سامنے جنازہ رکھا گیا۔ ان کی بیوی صاحبہ اور سلمان میاں (ان کے صاحبزادے) نے نماز جنازہ مجھ کو ادا کرنے کی ابدی سعادت عطا فرمائی۔ تقریباً ۵ ہزار کا مجمع نماز میں تھا۔ تقریباً ۳/۴ حصہ تعلیم یافتہ اور معزز حضرات کا تھا۔ سب کی آنکھیں پرنم تھیں۔ مصر، شام، عرب کے سفیر ہمراہ تھے۔ مزار شریف اسلامیہ کالج، کراچی، علامہ شبیر احمد عثمانی کے مزار شریف کے شمال جانب بنایا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت عارفیؒ کے ذخیرہ خطوط میں سے حضرت سید سلیمان ندویؒ کے بنام حضرت عارفیؒ جو خطوط دستیاب ہوئے، ان میں سے چند کے اقتباسات حسب ذیل ہیں:

مکاتبت مابین حضرت عارفیؒ اور حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ

مکتوب نمبر ۱ اعظم گڑھ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء ۱۰ شوال ۱۳۶۲ھ

حال:- معظم و محترم دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پرسوں ۱۷ کو مولوی مظہر صاحب اور مہمانان لکھنؤ مع مولوی منصور علی صاحب یہاں سے روانہ ہوگئے۔ آپ کا انتظار رہا تھا۔ بارے آپ کے کارڈ سے حال معلوم ہوا۔ آپ کے عم محترم کی وفات کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنی نوازش اور مغفرت سے سرفراز فرمائے۔

بحمد اللہ اچھا ہوں۔ جسمانی قوت تو عود کر آئی ہے۔ مگر دماغ اور دل کا ضعف تو اب بھی ہے بلکہ ڈاکٹر حفیظ صاحب تو دل کا روگ مستقل تجویز کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ دل پھیل گیا ہے اور اس کا کوئی پردہ ہوتا ہے وہ کچھ چھوٹا ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم، گو مجھے کوئی تکلیف بالفعل نہیں۔

۲۴ کی شام کو یہاں سے لکھنؤ کی روانگی کا قصد ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اگر شاہ گنج میں گاڑی مل جائے تو رات بھر کیلئے حاضر خدمت ہو جاؤں۔ اہل و عیال یعنی بیوی اور دونوں بچیاں ساتھ ہوں گی۔ پانچوں فاس (PHOS) اَب لکھنؤ میں تلاش کروں گا۔ گھر میں سلام عرض کر دیجئے۔ والسلام

ہیچمداں سید سلیمان ندوی

۱۰ شوال ۱۳۶۲ھ ۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء

مکتوب نمبر ۲ اعظم گڑھ مورخہ ۲۲ شعبان ۱۳۶۴ھ، ۲ اگست ۱۹۴۵ء

حال:- مکرم و معظم جناب ڈاکٹر صاحب زادکم اللہ تعالیٰ حبا فی اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ

اللہ وبرکاتہ۔

والا نامہ مشتمل بر تحریر پر تاثیر بدست عزیزی سید حسین سلمہ ملا۔ جو آپ کے دلی جذبات کا آئینہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عزیز موصوف (سیّد حسین) کے ذریعہ ڈاکٹر عبدالحیؔ نہیں بلکہ ایسا بھائی مجھے ملا جس کے اخلاص اور محبت پر پورا بھروسہ تھا اور ہے اور عزیز موصوف کو ایک شفیق عزیز اشفق مشیر میسر آیا جس کے مشورہ اور اشارہ پر ان کو اور ہم کو یعنی ہمارے سارے گھر کو بے انتہا بھروسہ تھا۔ ہم اپنی غیر حاضری میں بھی آپ کی موجودگی کے باعث پوری طمانیت رکھتے تھے۔ قرب مکانی اور سہولت تو خیر کہنے کی بات ہے حقیقت میں آپ کا وجود ہم سب کی تسلی کا باعث تھا جس سے ان کو روحانی واخلاقی وانتظامی تربیت کا موقع حاصل تھا۔

بہر حال قصد یہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ یہ اتفاقی عقد مواخاۃ حقیقی وپائدار عقد مواخاۃ حاصل ہو۔ میرے گھر کے تاثرات بھی یہی ہیں۔ اور مجھ جیسا مریض تو ہر وقت آپ کی تدابیر کا محتاج ہے۔

جی چاہتا تھا کہ جونپور چلا چلوں مگر سفر کے خاتمہ پر تھکان کے سبب اضمحلال نے عزم کو راسخ نہ ہونے دیا۔ انشاءاللہ مستقل سفر کی توفیق ملے گی۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اور اہلیہ محترمہ کو بھی صحت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت بخشیں۔

سفر میں جہاں بھی گیا حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کھیتی لہلہاتی دیکھی اور ان کی لگائی ہوئی آگ دلوں میں سلگتی پائی۔ اے اللہ ان صالحین کی برکت سے ہمارے دلوں کو بھی اس سے منور فرما۔

عزیزی سید حسین رمضان المبارک میں آرہے ہیں۔ ایک ماہ رہینگے۔ کیا ایک آدھ روز کیلئے آپ بھی تکلیف فرمائیں گے۔ مولانا مسعود علی صاحب آج

شب کو پونے چار ماہ کے بعد واپس آئے۔ بخیریت ہیں۔ والسلام

ہیچمداں سید سلیمان ندوی
۲۲ شعبان ۱۳۶۴ھ اعظم گڑھ
۲ اگست ۱۹۴۵ء

مکتوب نمبر ۳ اعظم گڑھ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء

حال:- محترم و مکرم دامت فضائلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والا نامہ ملا تھا۔ اس عنایت کا شکریہ۔ بحمد اللہ تعالیٰ خیریت ہے۔ ضعف روز بروز کم ہوتا گیا اور جسمانی تو بہت ہی کم ہو گیا ہے مگر دماغی و قلبی باقی ہے۔ دماغ ایسا کمزور ہو گیا ہے کہ ایک وقت میں چند خط بھی نہیں لکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس قابل ہوا ہوں کہ ایک ماہ کی محرومی کے بعد کچھ کچھ معمولات عود کر سکیں۔ یہ بھی انہیں کی توفیق ہے۔

خبر ہے کہ اس ہفتہ میں لکھنؤ سے مولوی محمد حسن صاحب، مولوی محمد مظہر صاحب (جو بغرض علاج ڈاکٹر عبد العلی آتے ہیں)، مولوی عبدالماجد صاحب دریا آبادی اور مولوی عبدالباری صاحب اعظم گڑھ وارد ہوں گو ابھی یقینی بات نہیں۔

میرا ارادہ چند روز میں شاید دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں لکھنؤ کا ہے پھر میرٹھ کا اور آرام کا خیال ہے۔ حسرت ہے کہ سوانح اشرف کا کام بھی شاید پورا نہ ہو سکے ارادۃ اللہ غالبۃ علی ارادۃ العباد۔

ڈاکٹر عبد العلی صاحب کا اصرار ہے کہ میں ایک انجکشن تقویت اعضاء لگوا لوں۔ دوا آگئی ہے۔ ابھی شروع نہیں ہوئی ہے۔ امید ہے کہ آپ کی اہلیہ محترمہ بخیریت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ مہربانی

فرما کر شیخ لیاقت صاحب کو سلام مسنون پہنچا دیں۔ میرٹھ سے عزیزی سید حسین سلمہ کے خطوط اضطراب اور عدم طمانیت کے آرہے ہیں۔ آپ کے خطوں سے ان کو طمانیت ہوتی ہے۔ ان کیلئے دعا بھی کریں اور اپنے والا نامہ سے بھی تشفی دیں۔ کلکتہ سے دوا آگئی اور قیمت بھی بھیج دی گئی۔ والسلام

ہیچمداں سید سلیمان ندوی

۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ اعظم گڑھ

مکتوب نمبر ۴　تھانہ بھون مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۵ء

حال:- مکرم و محترم دام فیضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کل دوپہر کو مدت کی آرزو پوری ہوئی۔ خانقاہ حاضر ہوا گو حضرت والا رحمہ اللہ موجود نہیں مگر چشم تصور میں مسجد میں ہر طرف حضرت والا ہی ادھر سے ادھر سے آتے دکھائی دیتے تھے۔ بعد عصر مزار پر حاضر ہوا، مولوی مظہر صاحب مولانا ظفر صاحب ساتھ تھے۔ سبحان اللہ مزار پر انوار حسن کی بارش تھی، کرشمہ روشن دل می کشد کہ جا اینجا است۔ فجر کی نماز کے بعد مولانا شبیر علی صاحب کی اجازت بلا طلب سے تھوڑی دیر کیلئے حضرت کے حجرہ میں بیٹھنے کی سعادت ملی۔ دونوں حجروں میں بیٹھا۔ حجرے کیا ہیں۔ ان بزرگوں نے گویا اس دنیا میں اسی زندگی میں اپنی قبریں بنا رکھی تھیں "موتوا قبل ان تموتوا" کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔

میرٹھ میں آپ کا خط ملا تھا۔ بڑی ندامت ہوئی کہ آپ کو انتظار کی کافی تکلیف ہوئی معاف فرما دیجئے۔ تین روز کے بعد میرٹھ واپس جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ مولوی شبیر علی صاحب النور پھر جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں اچھا ہوں بحمد اللہ۔ افسوس کہ ڈپٹی صاحب یہاں نہیں ہیں۔ شیخ صاحب

کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

ہیچمدان سلیمان ندوی
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ۔ تھانہ بھون
یکم دسمبر ۱۹۴۵ء

مکتوب نمبر ۵ بھوپال مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۶ء

حال:- مکرما! محترما۔ مجدادامت مکارمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آپ کا یہ خادم نیاز مند آپ سے جدا ہونے کے بعد مہینوں آوارہ گرد میرٹھ، لکھنؤ، اعظم گڑھ، پٹنہ، دسینہ پھر اعظم گڑھ اور لکھنؤ ہوتا ہوا بیس روز بعد بھوپال پہنچا۔ یہاں اپریل سے میری طلبی تھی اور میں معذرت کر رہا تھا۔ بالآخر ۲۵ جون کو یہاں پہنچا اور یکم جولائی سے قضا اور دفاتر امور مذہبی اور تعلیم عربی وغیرہ کے تین مدارس میرے سپرد کئے گئے۔ میں نے اپنے زعم میں ان صیغوں کی اصلاح و تنظیم وترقی کی غرض سے چندے یہاں کا قیام منظور کر لیا ہے کہ آخر اعظم گڑھ چھوڑ کر کہیں پڑنا ہی ہوتا۔

جب میکدہ چھٹا تو پھر کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

یہاں عبداللہ خان صاحب ہمارے حضرت کے ایک پرانے خلیفہ ہیں، اور ایک خانقاہ مجددیہ ہے جہاں سے ہمارے برادر بزرگوار کو تعلق تھا ان دو جگہوں میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا ہوں اور بھی چند خواجہ تاش ہیں۔
افسوس اس کا ہے کہ اب آزاد نہیں رہا۔ تنخواہ ایک ہزار رکھی ہے۔ دعا ہے کہ حب مال وحب جاہ سے دل پاک رہے اور اتباع مرضیات الٰہی زندگی کا مقصد قرار پائے۔ میرے لئے خاص دعا فرمائیں۔ عزیزی سید حسین کا تبادلہ

سہارنپور ہوا ہے مگر وہ تبادلہ کی منسوخی کے چکر میں ہیں اور اسی سلسلہ میں شاید لکھنؤ گئے ہیں۔ دعا ہے کہ انہیں سکینت خاطر کی دولت عنایت ہو۔

عزیزی سید ابو عاصم ابھی تک منصفی میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ان کی کشادگی رزق اور کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔

آپ نے پٹنہ کے پتے سے جو دو والا نامہ لکھے وہ نہیں ملے۔ آخری کارڈ جو دسینہ لکھا تھا وہ واپس ہو کر یہاں ملا، میں خود بھی خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ آپ کا یہ کارڈ ملا اور مزید تحریک کا باعث ہوا۔ میں نے یہاں آکر مفتی شفیع صاحب کو بھی کھینچنا چاہا۔ ان کو اور ان کیلئے مولوی شبیر علی صاحب کو بھی خط لکھا ہے مگر جواب نہیں آیا۔ پھر لکھتا ہوں ؂

میں تو ڈوبا ہوں ولے یار کو بھی لے ڈوبوں گا

شیخ صاحب کو سلام مسنون۔

والسلام سید سلیمان ندوی بھوپال

مکتوب نمبر ۶ اعظم گڑھ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۴۳ء

حال:- محبّ مکرم دام فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خاکسار، ۲۵ کی شام کو یہاں پہنچا۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ بھوپال ہی سے خیال تھا کہ آپ کو خط لکھ کر اپنی آمد کی تاریخ سے مطلع کر دوں مگر بھوپال گذر گیا لکھنو گزر گیا اور اعظم گڑھ میں بھی ایک دن گذر گیا۔ دل آپ سے ملاقات کا طالب ہے مگر آپ کے مہمات مشاغل میں خلل اندازی کسی طرح جائز نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات کہیں نہ کہیں ہو رہیگی۔ ۵/ مارچ کی صبح کو یہاں سے روانگی کا قصد ہے۔

آپ سے دعا کا طالب ہوں۔ اپنے احوال میں ترقی کی بجائے تنزل پاتا ہوں

اور دوسرے تیز وچابکدست دوستوں کی تیز رفتاری دیکھ کر اپنی سست رفتاری پر حسرت ہوتی ہے۔ اہلیہ محترمہ کو سلام اور عزیزوں کو دعا۔ شیخ صاحب کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام۔ سید سلیمان ندوی۔ اعظم گڑھ

۲۷/فروری ۱۹۴۷ء

مکتوب نمبر ۷ بھوپال مورخہ ۸ مارچ ۱۹۴۸ء

حال:- محبّ مکرم دام فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ کا شکریہ۔ الحمد للہ تعالیٰ مع الخیر ہوں اور اہل وعیال بخیریت ہیں۔ عزیزی سید حسین کل اناؤ سے چندروز کی رخصت لیکر آئے ہیں۔ اور تنہا واپس جانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم بالائے کرم کے مشاہدہ کے باوجود ان کو جو دھن لگی ہوئی ہے وہ دفع نہیں ہوتی۔ مجبور ہو کر میں نے بھی اجازت دیدی۔ اللہ تعالیٰ خیر فرمائے۔

اپنے اخوان طریقت میں آپ کے عنایات سے بے حد متاثر ہوں اور یہ بھی میرے لئے ایک نعمت ہے۔ ایک ایسے مخلص کی محبت کی سعادت مجھے حاصل ہے۔

احسن سلمہ کی ظاہری وباطنی کامیابی کی دعا ہے۔ حسن سلمہ کے متعلق یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ وہ اب تکمیل (ٹریننگ انجینئرنگ) کیلئے کراچی (میں) ہیں۔

اہل خانہ کو ہمارے یہاں کے لوگوں کی طرف سے سلام پہنچادیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل وتوفیق عمل صالح مرحمت فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

۸ مارچ ۱۹۴۸ء۔ بھوپال

مکتوب نمبر ۸ بھوپال مؤرخہ ۱۲ مئی ۱۹۴۸ء

حال:- محبّ مکرم ادام اللہ برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
الحمدللہ کہ فقیر مع اہل وعیال بخیر تمام ہے۔ عزیزی حسن اور مولوی ظفر احمد صاحب کا کراچی جانا معلوم ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اپنے نام کے مطابق حسن بنائے۔ ان کی دینی ودنیاوی کامیابی وفلاح کی دل سے دعا کرتا ہوں۔ عزیزی احسن سلمہ کو بھی اللہ تعالیٰ بوجہ احسن کامیاب فرمائیں۔
اہلیہ کی طرف سے سلام قبول فرمائیں اور اندر بھی پہنچادیں۔ ان کو قلت بصارت کی شکایت تھی بلکہ ایک آنکھ کی بصارت جاچکی تھی، یہاں ایک ماہر چشم جرمن ڈاکٹر اسپتال ہے اسکی تدبیر وعلاج سے بفضلہٖ تعالیٰ فائدہ ہورہا ہے۔
امسال پھر حج کا سودا ہے اور شوال میں قصد ہورہا ہے اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں۔
عزیزی سید حسین بھی رخصت لے رہے ہیں۔ آپ کی ملاقات کا شوق بے پایاں ہے۔ اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کیلئے ترس گیا ہوں۔
الحمدللہ ہمارے یہاں ہر طرح امن وامان ہے۔ نئی گورنمنٹ بن گئی ہے جس میں پانچ ہندو، چار مسلمان ہیں۔ ایں غنیمت است۔ شیخ صاحب کو سلام پہنچادیں۔ حافظ زکریا صاحب سے ابھی بمبئی میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ کی خیریت معلوم ہوئی تھی۔ والسلام

مکتوب نمبر ۹ بھوپال مورخہ ۱۴ جون ۱۹۴۸ء

حال:- محترمی ومحبی ادام اللہ تعالیٰ برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
خوشی ہوئی کہ آپ نے زندگی کے دوسرے مرحلہ میں قدم رکھا یعنی اولاد کی شادی۔ عزیزی حسن سلمہ کا عقد مبارک ہو۔ اور سب کیلئے۔ والدین اور

زوجین دونوں ہی کیلئے۔ والدہ سلمان کی طرف سے والدہ حسن سلمہ کو مبارکباد پہنچادیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنے مرضیات پر چلنے کی توفیق بخشیں۔

عزیزی عاصم چھ ماہ سے کراچی میں حصول رزق میں مصروف ہیں۔ ہنوز کشائش نہیں ہوئی۔ آپ بھی ان کی کامیابی کی دعا فرمائیں۔

امسال شوال میں پھر سفر حج کا قصد ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں اور موانع دور فرمائیں۔ عزیزی سید حسین نے بھی رخصت کی درخواست دی ہے۔ اگر قبول ہو گئی تو ان کی بھی معیت ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲۔ ۴۔ ۵ جولائی کو مجلس اصلاح نصاب عربی کے سرکاری جلسہ میں لکھنؤ کا قصد ہے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی۔ بھوپال

۱۴ جون ۱۹۴۸ء ۵ شعبان ۱۳۶۷ھ

مکتوب نمبر ۱۰ بھوپال مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۸ء

حال:- محبّ محترم ادام اللہ فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ پہلے بھی ملا تھا اب بھی ملا۔ شکریہ بالائے شکریہ۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ ہم سب مع الخیر ہیں۔ احسن سلمہ کا حسن سلمہ کے پاس بھیجنا بھی انشاء اللہ تعالیٰ احسن ہی ہو گا ورنہ یہاں تو نوجوانوں کیلئے کوئی موقع نہیں معلوم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

ابھی چند روز ہوئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ چہرہ مبارک نظر نہیں آیا مگر یہ دیکھا کہ مجھے اپنی گود میں سجدہ کی طرح جھکا کر ڈراپر سے دوا یا روشنائی لیکر میرے دونوں کانوں میں کچھ کچھ قطرے ڈالے۔

چہرہ مبارک نظر نہ آنے سے پریشانی رہی کہ ایسا کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ میری محرومیوں کو دور فرمائے۔ دعا کا طالب ہوں۔

اندر کا اندرون خانہ سلام پہنچادیں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

۲۸ دسمبر ۱۹۴۸ء بھوپال

مکتوب نمبر ۱۱ بھوپال مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۹ء

حال:- محب قدیم و مخلص صمیم زادنا اللہ احباً فیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ کہ مع الخیر ہوں۔ کھانسی اور تنفس کی شکایت رات کو کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ سبب نہیں معلوم۔ خمیرہ ابریشم حسب تجویز حکیم صاحب زیر استعمال ہے مگر نفع تام نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔

آپ کی اور احسن سلمہ کی خیریت کی خبر سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مزید صحت و قوت عنایت فرمائیں اور رزق مناسب کا ذریعہ بھی پیدا فرمادیں۔

آپ کا لفافہ پڑھ کر عہد قدیم کی پوری تصویر سامنے آگئی۔ جیسا کہ میں آپ کے خوان کرم کی زلہ ربائی کرتا تھا اور آپ کے فیضان صحبت سے مستفید ہوا کرتا تھا، خدا کا شکر ہے کہ ہم دونوں کے دلوں میں اسکی یاد، محبت اور مسرت کے ساتھ قائم ہے اور یہ بڑی نعمت ہے ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جمع واجتماع طویل کا خاتمہ افسوسناک ہوتا رہا ہے لیکن یہ آپ کی مخلصانہ کرم فرمائی تھی کہ ہماری یہ طویل ملاقات اور بار بار ملاقات اضافۂ محبت اور حسن اعتماد باہم ہی کا سبب بنتی رہیں اور یہ سب حضرت والا رحمہ اللہ کی کرامت ہے کہ جس کے باطنی سیمنٹ نے دو دلوں کو اس طرح جوڑ دیا۔

میرے آپ کے درمیان کی بے تکلفی طرفین سے بحمد اللہ سوءادب اور گستاخی

کی حد تک کیا اس کے قریب تک بھی کبھی نہیں پہنچی۔ ماشاءاللہ آپ کی محتاط و سنجیدہ و شریفانہ و متحملانہ عادت و طبیعت سے یوں بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ اور میرے ساتھ تو آپ نے ہمیشہ بزرگوں کا رشتہ رکھا جس کا میں مستحق نہ تھا۔ اس لئے آپ کے دل میں یہ خلش ہی کیسے پیدا ہوئی کہ آپ سے کسی سوءادب کا ارتکاب ہوا ہے۔ لیکن چونکہ آپ کا دل تسلی کا جویا ہے اور وہ میری خاموشی سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے اس لئے عرض ہے کہ بالفرض اگر آپ سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد ہوا ہو جسکو سوءادب پر محمول کیا جائے تو میں نے دل سے آپ کو معاف کیا اور اسی طرح آپ بھی معاف فرمادیں۔ اور یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اپنے نصائح دلپسند سے مجھے فائدہ پہنچاتے رہیں۔

رات کو اخیر حصہ میں حضرت والا کو خواب میں دیکھا۔ یہ معلوم ہوا کہ کوئی جلسہ تھا مسلمانوں کی نصیحت و فہمائش کیلئے جس میں میں تقریر کرچکا تھا۔ یہ یاد نہیں کہ اسمیں حضرت والا تشریف فرماتھے یا نہیں۔ مگر دوسرا حصہ جب دعا کا آیا تو اچھی طرح خیال ہے کہ حضرت والا تشریف فرما ہیں اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور دعا کے الفاظ عربی میں کچھ رقت کے ساتھ مسلمانوں کی فلاح وصلاح کیلئے میں ادا کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔
ندمائے میخانہ میں سے کوئی اور نہیں باقی جس سے بے تکلفی کی مکاتبت ہو اس لئے میں آپ کو لکھ دیا کرتا ہوں۔ رحم علی صاحب کا خط آیا کہ سب جج صاحب نے ان کو روپیہ بھیج دیا۔

والسلام
ہیچمداں سید سلیمان ندوی
۴ اپریل ۱۹۴۹ء۔ بھوپال

مکتوب نمبر ۱۲ مورخہ ۶ جون ۱۹۴۹ء دیسنہ ضلع پٹنہ

حال:- محبی و محترمی ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والا نامہ ملا۔ میں مع متعلقین لکناؤ ہو کر وسط مئی میں وطن آیا۔ آپ کا ایک عنایت نامہ بھوپال سے چلتے وقت ملا تھا۔ جواب کا ارادہ تھا مگر دیہات کی الجھنوں میں خیال نہ رہا کہ دوسرا کارڈ صادر ہوا۔ آپ کی محبت کا کہاں تک شکریہ ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ اس حب فی اللہ کو طرفین کیلئے موجب برکت بنائیں۔ بھوپال میں یکم جون سے سیاسی وانتظامی انقلاب ہو گیا۔ یعنی بھوپال انڈین یونین کا ایک حصہ بن گیا۔ معلوم نہیں کہ اب میرا قیام وہاں ہوگا یا نہیں اور آئندہ کیا پروگرام ہوگا۔ اللّٰھم اَدخلنی مُدْخَلَ صِدْقٍ واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطانا نصیرًا کی دعا جاری ہے۔ یہاں سے واپسی وسط جون تک ہوگی۔ راہ میں جونپور پڑتا ہے مگر گاڑی بے وقت پہنچتی ہے اس لئے تکلیف کی ہمت نہیں ہوتی۔ والحمد للہ تعالیٰ علیٰ کل حال۔ نیاز صاحب ملیں اور یاد رہے تو سلام فرمادیں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

دیسنہ ضلع پٹنہ

مکتوب نمبر ۱۳ بھوپال مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۹ء

حال:- محبی و مخلصی ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخلاص نامہ ملا۔ آپ کی محبت کا شکریہ کہ وہ میری اصلاح کا باعث ہو رہی ہے کیونکہ خیال ہوتا ہے کہ مجھ جیسے ہیچ کارسے جب آپ جیسے لوگ اپنا تعلق خاطر ظاہر کریں تو شرم آتی ہے اور یہ دعا مانگنے کو جی چاہتا ہے کہ اے

پروردگار مجھے حقیقۃً ویسا ہی بنا جیسا میرے دوست اپنی محبت اور حسن ظن سے وہما مجھے سمجھتے ہیں۔

الحمد للہ تعالیٰ خیریت سے روزے بفضلہٖ تعالیٰ ہو رہے ہیں۔ رؤیت ۲۹ شعبان کو یہاں نہیں ہوئی مگر دوسرے مقامات کی رؤیت کی اطلاع پر کل سے یہاں تاریخ سہ شنبہ کو یکم رمضان مان کر بدل دی گئی ہے چنانچہ آج جمعہ کو ۲۵؍رمضان ہے۔

امسال پھر سفر حج کا قصد ہے۔ عزیزی سید حسین نہیں جا رہے ہیں۔اب سفر ہو یا نہ ہو قصد کے ثواب سے محرومی توانشاءاللہ تعالیٰ نہ ہو گی۔

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

جہازوں کے مسافر پورے ہو چکے ہیں اس لئے ہم لوگوں کو جگہ معذورین کے نہ جانے سے ملیگی۔ عادۃً ایسا ہی ہوتا ہے۔ انشاءاللہ اگست کے وسط تک سفر ہو سکے گا۔ دعا فرمائیں۔امسال محرومی نہ ہو والدہ سلمان سلام کہتی ہیں۔ آجکل عزیزی عاصم مع اہلیہ یہاں ہیں۔ کراچی کا جملہ عزم رکھتے ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ندوی

۲۵؍رمضان ۱۳۶۸ھ ۲۲جولائی ۱۹۴۹ء بھوپال

مکتوب نمبر ۱۴ اعظم گڑھ

مکرمی و منظم جناب ڈاکٹر صاحب زاد کم الہ آباد حیاًفی الہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والا نامہ مشتمل پر تحریر پر تاثیر بد عزیزی سید حسین سلمہ ملا۔ جو آپکے دلی جذبات کا آئینہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ عزیز

موصوف کے ذریعہ ڈاکٹر عبدالحیؒ نہیں، بلکہ ایسا بھائی مجھے ملا۔ جسکے اخلاص اور محبت پر پورا بھروسہ تھا اور مجھے اور عزیز موصوف کو ایک شفیق عزیز و مشفق مشیر میسر آیا جسکے مشورہ اور اشارہ پر ان کو اور ہم کو یعنی ہمارے سارے گھر کو بے انتہا بھروسہ تھا۔ ہم اپنی غیر حاضری میں بھی آپکی موجودگی کے باعث پوری طمانیت رکھتے تھے۔ قرب مکانی اور سہولت تو خیر کہنے کی بات ہے۔ حقیقت میں آپکا وجود ہم سب کی تسلی کا باعث تھا جس سے انکو روحانی واخلاقی وانتظامی تربیت کا موقع حاصل تھا۔

بہر حال قصد یہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ یہ اتفاقی عقد مواخات حقیقی وپائیدار عقد مواخات کا حامل ہو۔ میرے گھر کے تاثرات بھی یہی ہیں۔اور مجھ جیسا مریض تو ہر وقت آپکی تدابیر کا محتاج ہے۔

دعاء فرمایئے کہ ہمارے یہ تعلقات طرفین کی دینی ودنیاوی بھلائی اور خیر وفلاح کا باعث ہوں اور آپکے فیض صحبت سے آئندہ بھی برکات حاصل ہوں۔

عزیزی ثمینہ بحمد اللہ اچھی ہیں، آج ۲ بجے دن کو بھی ۹۹ ہے۔اب شوربا اور دودھ پانی ملا ہوا انکو دیا جارہا ہے، الحمد اللہ آپ حضرات کی دعائیں کار آمد ہوئیں۔

والسلام

سید سلیمان

۱۶ ج ۱ ۱۳۶۴ھ

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ[1]

مجاز بیعت۔ حکیم الامتؒ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قصبہ دیوبند میں ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷ء) میں پیدا ہوئے۔ معارف القرآن میں "مختصر سرگذشت مصنف" کے زیر عنوان اپنے متعلق آپ نے تحریر فرمایا:

"احقر کی ابتدائی تعلیم قرآن ...... دارالعلوم کے اساتذہ قرآن ...... کے پاس ہوئی، اور پھر خود والد محترم کی خدمت میں رہ کر اردو، فارسی، حساب، ریاضی اور ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم کے درجہ عربی میں باقاعدہ داخلہ لے کر ۱۳۳۵ھ تک درس نظامی کا نصاب ...... پورا کیا...... بچپن سے متوسط تعلیم عربی تک شیخ العرب والعجم سیدی حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند قدس سرہ کی خدمت میں حاضر رہا، کبھی کبھی درس بخاری کی غیر رسمی حاضری نصیب رہی، مالٹہ جیل سے واپس تشریف لانے کے بعد انہی کے دست حق پرست پر بیعت طریقت نصیب ہوئی اور علوم عربیہ کی باقاعدہ تعلیم...... (مختلف) حضرات سے حاصل کی"۔

"۱۳۳۶ھ میں احقر نے فنون کی بقیہ چند کتابیں قاضی اور میر زاہد اور امور عامہ وغیرہ پڑھنا شروع کیا تھا کہ اسی سال اکابر دارالعلوم نے احقر کو کچھ سبق پڑھانے کے لئے دے دیئے، اس طرح ۱۳۳۶ھ میری تعلم و تعلیم کا مشترکہ سال تھا، ۱۳۳۷ھ سے باقاعدہ دارالعلوم میں تدریس کی خدمت پر لگا دیا گیا، بارہ سال مسلسل مختلف علوم و فنون کی متوسط اور اعلیٰ کتابوں کے درس کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۳۹ھ

(۱) ماخوذ: عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفیؒ، سوانح حیات و تعلیمات ص: ۱۸۶ تا ۱۹۲

میں مجھے صدر مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم کا منصب فتویٰ سپرد کیا گیا، اس کے ساتھ کچھ کتابیں حدیث و تفسیر کی بھی زیر درس رہیں اور بالآخر ۱۳۶۳ھ میں تحریک پاکستان کی جدوجہد اور کچھ دوسرے اسباب کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو گیا۔

دارالعلوم کی چھبیس سالہ خدمت درس وفتویٰ کے ساتھ خاص خاص موضوعات پر تصنیف کا بھی سلسلہ جاری رہا، حضرت مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا شرف تو طالب علمی کے زمانے میں بھی ہوتا تھا مگر ۱۳۴۶ھ تجدید بیعت کے ساتھ مسلسل حاضر باشی کا شرف حاصل ہوا جو تقریباً بیس سال حضرت اقدس کی وفات رجب ۱۳۶۲ھ تک جاری رہا۔ (۱۳۴۹ھ یعنی ۱۹۳۱ء میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کو اپنا مجاز بیعت بنایا) ۱۳۶۵ھ یعنی ۱۹۴۶ء میں پاکستان کی تحریک قوی ہو کر پورے ملک میں پھیلی، حضرت قدس سرہ کے سابقہ ایماء اور موجودہ اکابر کے ارشاد پر اس تحریک میں حصہ لیا اور دو سال کے شب و روز اس جدوجہد میں صرف کئے، مدراس سے پشاور تک اور مغرب میں کراچی تک پورے ملک کے دورے کئے"۔

"میرے استاد محترم اور پھوپھی زاد بھائی شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور چند عمائد کراچی نے یہ ارادہ کیا کہ پاکستان کے لئے اسلامی دستور کا ایک خاکہ مرتب کر کے حکومت کے سامنے رکھا جائے، تاکہ جس مقصد کے لئے پاکستان بنا ہے وہ جلد سے جلد بروئے کار آسکے، اس تجویز کے لئے منجملہ چند علماء کے احقر کو بھی ہندوستان سے کراچی آنے کی دعوت دی گئی۔

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ یعنی یکم مئی ۱۹۴۸ء میری عمر میں عظیم انقلاب کا دن تھا۔ جس میں وطن مالوف مرکز علوم دیوبند کو خیرباد کہہ کر صرف چھوٹے بچوں اور ان کی والدہ کو ساتھ لے کر پاکستان کا رخ کیا۔

حکومت کے پیمانے پر اصلاحی کوششوں کے علاوہ عوامی طرز سے اصلاحی

جد و جہد اور اس کے لئے کچھ اداروں کا قیام جو پیش نظر تھا اس کی ابتداء ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء میں اس طرح ہوئی کہ آرام باغ کراچی سے متصل مسجد باب الاسلام میں روزانہ بعد نماز صبح درس قرآن شروع ہوا اور ہر طرف سے آنے والے سوالات کے جواب میں جو فتاویٰ مسلسل لکھے جاتے اور بغیر نقل کے روانہ کردیئے جاتے تھے اب اس کا انتظام اسی مسجد میں ایک دارالافتاء کے قیام کے صورت میں عمل میں آیا...... احقر ناکارہ کو زندگی کا ایک اچھا مشغلہ مل گیا، بعد نماز فجر روزانہ ایک گھنٹہ کے عمل سے سات سال میں بحمد للہ یہ درس قرآن مکمل ہوگیا۔ صفر ۱۳۸۳ھ میں تفسیر معارف القرآن کو کتابی صورت میں لانے کا ارادہ ہوا تھا، پھر ۱۳۸۸ھ تک یہ سلسلہ ملتوی رہا۔ ۱۳۸۸ھ سے اس پر کام شروع ہوا جو ۱۳۹۲ھ تک پانچ سال میں بحمد للہ مکمل ہوگیا۔" اسی دوران یعنی ۲ جولائی ۱۹۵۴ء تا جون ۱۹۶۶ء آپ کا درس بنام "معارف القرآن" ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتا رہا۔ تفسیر معارف القرآن کے علاوہ آپ نے اسلامی علوم پر خصوصاً بعض اہم مسائل پر معیاری کتب کی تصنیف و تالیف فرمائی۔ آپ نے کراچی میں دارالعلوم کی بنیاد ڈالی اور تاحیات اس کے صدر رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ سے تعلق کے بارے میں حضرت عارفیؒ اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں۔

"حضرت مفتی صاحب سے خانقاہ تھانہ بھون میں وقتاً فوقتاً ملاقات تو ہوتی رہی لیکن کسی تفصیلی تعارف یا کثرت مجالست کی نوبت نہیں آئی۔ ہاں! تعارف خاص اور خصوصی تعلق اس وقت پیدا ہوا جب میں ۱۹۵۰ء میں پاکستان آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کراچی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اس وقت پہلی بار میرے دل میں شدت کے ساتھ یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی ذات گرامی کو غنیمت سمجھنا چاہئے وجہ یہ تھی کہ اگرچہ مجھے بحمد للہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے عرصہ دراز تک تعلق کا شرف حاصل رہا لیکن مجھے کبھی اپنی حالت پر اطمینان نہیں ہوا۔ میں

یہ سمجھتا تھا کہ میں نے کچھ حاصل نہ کیا۔ اس لئے مجھ میں ایک تشنگی اور تڑپ تھی اور اپنی حالت کو معتبر اور مستند بنانے کا ہمیشہ دھیان رہتا تھا۔ اس لئے کراچی پہنچنے کے بعد میں نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ذات کو اپنے لئے غنیمت سمجھ کر آپ سے تعلق قائم کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے مجھ پر پہلے سے ہی کرم فرمانا شروع کر دیا تھا۔ آپ مجھ سے بے گانہ نہیں تھے اور نہ صرف رسمی تعلق تھا بلکہ ان کے دل پر بھی میرے بارے میں ایک تاثر تھا اور وہ بھی ایک بڑے عجیب و غریب واقعہ کی بنا پر تھا جس سے حضرت مفتی صاحب کا اپنے شیخ سے مضبوط تعلق واضح ہوتا ہے۔ میں حتی الامکان اپنا کوئی اہم کام حضرت مفتی صاحب سے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ میرے دل میں آنحضرت ﷺ کی وہ احادیث جمع کرنے کا داعیہ پیدا ہوا جو زندگی کے ہر شعبے سے متعلق آپ کی سنتوں پر مشتمل ہوں تاکہ ان کو یاد کر کے ان پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے مختلف کتابوں سے احادیث کا ایک بڑا حصہ جمع کر لیا۔ میں اس کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں لے گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ "بھائی میں تو علیل ہوں البتہ میں اسے کسی عالم کو دکھادوں گا"۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد جب میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ میں نے اسے دکھالیا۔ مجموعہ تو بڑا اچھا اور مفید تیار ہو گیا ہے اور بحیثیت مجموعی احادیث معتبر بھی ہیں لیکن بہت سی احادیث ایسی کتابوں کے حوالہ سے بھی لے لی گئی ہیں جن کے مؤلفین غیر معتبر ہیں۔ اس کے بعد آپ نے سیرت و حدیث کی بعض مستند کتابوں کے نام بتائے کہ اگر صرف ان کتابوں پر اکتفا کیا جاتا تو بہتر تھا۔ خدا معلوم مجھ پر کیا حالت طاری ہوئی کہ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے اس تمام کام کو کالعدم سمجھ کر اسے از سر نو آپ کی ہدایت کے مطابق انجام دوں گا۔ چنانچہ میں اس کے بعد ڈھائی سال مسلسل اس کام میں لگا رہا اور اس کے بعد جو مجموعہ لے کر گیا اسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے، دعائیں دیں اور اس پر میرے کچھ کہے بغیر ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا اور کتاب کا نام بھی خود ہی "اسوۂ رسول اکرم ﷺ" تجویز

فرمایا......

میں نے جس مقصد کے لئے حضرت مفتی صاحب سے تعلق قائم کیا تھا الحمدللہ وہ پورا ہوا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میرا تعلق ان کے واسطے سے اپنے شیخ کے ساتھ قائم اور مضبوط رہے کیونکہ میں اپنے آپ کو ناقص سمجھتا تھا۔ بحمدللہ حضرت مفتی صاحب کے تعلق کے بعد وہ تعلق اور قوی اور مستحکم ہوگیا اور میں نے اپنا مقصد پالیا۔ لیکن قدر مردم بعد مردن۔ حقیقت یہ ہے کہ اب میری تشنگی کا بڑا سبب یہی ہے کہ مجھے حضرت مفتی صاحب کی کما حقہ قدر و منزلت اور مقامات باطنہ کے علوم کا صحیح عرفان حاصل نہ ہوا اور میں ان سے معتد بہ استفادہ نہ کرسکا مگر یہ حقیقت بھی میرے لئے نہایت مغتنم ہے کہ مجھے ان سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی اور انہوں نے بھی میرے ساتھ نہایت محبت و عقیدت کا بے مثال تعلق رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ میرے اوپر عظیم احسان و انعام ہے اور انشاءاللہ میرے لئے سرمایہ آخرت ہے"۔

حضرت عارفیؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے باہمی تعلق کے متعلق حسن عباس صاحب نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا۔

"ایک روز حضرت مفتی صاحب مکان پر تشریف لائے تو والد صاحب سے فرمایا کہ آپ کا کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے چھوٹے بھائی مستحسن عباس موجود تھے وہ مفتی صاحب کو اندر کمرہ میں لے گئے۔ وہاں انہوں نے دریافت فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کا بستر کون سا ہے ان کو بتایا گیا تو آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ میں کورنگی سے محض اس پر بیٹھنے آیا تھا"۔

حضرت عارفیؒ اپنی تالیفات کو جب تک حضرت مفتی صاحب بقید حیات تھے آپ کی خدمت میں پیش فرمایا کرتے تھے اور ان کی منظوری کے بعد ہی اشاعت کے لئے دیا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نہ صرف ان کا غائر مطالعہ فرما کر اپنے مفید مشوروں سے نوازا کرتے بلکہ ان پر تقاریظ بھی تحریر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت عارفیؒ سے قوی تعلق کی وجہ سے اپنے دونوں صاحبزادگان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا تقی عثمانی صاحب کو حضرت عارفیؒ سے بیعت ہونے کی ترغیب دی اور ان دونوں صاحبزادگان کو اپنے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور بیعت کرایا اور تربیت باطنی کے لئے آپ کے سپرد کر دیا جبکہ حضرت مفتی صاحبؒ بذات خود حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے مجاز بیعت تھے۔اس سلسلہ میں مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رقمطراز ہیں۔

حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ:

"اصلاح باطن فرض عین ہے۔ لہٰذا اس میں تو تاخیر جائز ہی نہیں۔ اس لئے میرا مشورہ تم بھائیوں کے حق میں یہی ہے کہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب سے بیعت ہو جاؤ۔اس ناکارہ سے تعلق کے باعث تم پر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔اور انشاءاللہ تم کو ان سے بہت نفع ہو گا۔

یہ ضرور ہے کہ وہ ضابطہ کے "اصطلاحی عالم" نہیں مگر "عالم گر" ہیں۔ جو علوم ان کے پاس ہیں، ظاہر بین خشک علماء کو ان کی ہوا بھی نہیں لگی، بلکہ ضابطہ کے فارغ التحصیل علماء کو ایسے مصلح سے بیعت ہونے میں ایک مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ علم کا جو "خناس" بہت سے ظاہر بین علماء کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے، وہ ایسے مرشد کی خدمت و تربیت میں جلدی دور ہو جاتا ہے...... غرض ایک روز حضرت والد صاحب کے ساتھ احقر اور برادر عزیز مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سلمہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے مطب میں حاضر ہوئے۔ حضرت والد صاحب نے ہم دونوں (بھائیوں) کا مختصر حال اور مقصد بیان فرمایا، حضرت ڈاکٹر صاحب نے توقع کے عین مطابق نہایت بشاشت کے ساتھ منظوری عطا فرما دی، والد صاحب سے فرمایا کہ آپ کے اس ارشاد کے بعد میں اس معاملہ میں تواضع سے کام نہ لوں گا، اور جو خدمت بن پڑے گی اس سے دریغ نہ کروں گا۔

حضرت مفتی صاحبؒ جب تک دارالعلوم کورنگی منتقل نہیں ہوئے تھے حضرت عارفیؒ آپ کی خدمت میں اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں محمد رفیع عثمانی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں۔

"جب یہ تینوں بزرگ (حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت عارفی صاحب اور بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہم) جمع ہو جاتے تو عجیب پر کیف سماں ہوتا تھا۔ لطیفے، بے تکلفانہ، حکیمانہ اور ادیبانہ چٹکلے، روایات و حکایات، عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اشعار، احکام و مسائل، امور شریعت و طریقت اور خاص طور پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات ملفوظات ان ملاقاتوں کی جان ہوتی تھی"۔

حضرت مفتی صاحبؒ جب دارالعلوم کورنگی منتقل ہو گئے تو اس کے بعد ان دونوں بزرگوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے ۸۲ سال عمر پا کر ۱۱ شوال ۱۳۹۴ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی جنازہ کی نماز حضرت عارفیؒ نے پڑھائی۔ آپ دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت عارفیؒ کا حضرت مفتی صاحبؒ اور ان کے خاندان کے افراد سے تعلق اتنا گہرا تھا جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ آپؒ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد بھی ان کے خاندان کے افراد سے ویسا ہی تعلق برقرار رکھا جیسا حضرت مفتی صاحبؒ سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت عارفیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے درمیان جو مکاتبت ہوئی اُن میں دو خطوط دستیاب ہوئے جو حسب ذیل ہیں:

مکتوب نمبر۱ از دفتر دارالاشاعت دیوبند

بگرامی خدمت مخدومی ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرصۂ دراز سے خبر وخیریت معلوم نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بعافیت رکھے۔ آجکل ہمارا پورا علاقہ دہلی سے سہارنپور تک کفار ومشرکین کے نرغہ میں ہے مسلمان کو کہیں پناہ نہیں۔ ہر وقت جان کا خطرہ ہے دوسری طرف ہماری غفلت ومعاصی کی حد نہیں۔ دعا کی سخت احتیاج ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے اعمال کی اصلاح اور گناہوں کی مغفرت فرمائے اور کفار کے شر سے محفوظ رکھے۔ والسلام

محمد شفیع عفاء اللہ عنہ

ناظم دارالاشاعت

۱۳۶۰ھ

مکتوب نمبر ۲

حضرت عارفیؒ کا مکتوب گرامی بنام حضرت مفتی محمد شفیعؒ

مخدومی و معظمی دامت برکاتکم و مد ظلکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی ناسازی طبع کی اطلاع اجمالاً ہو چکی تھی۔ دعائے صحت وعافیت برابر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور آپ کو قوت وصحت کے ساتھ ہم لوگوں کی صلاح وفلاح کی ہدایت کے لئے زندہ وسلامت رکھیں۔ آمین۔

میرا جی خود چاہتا ہے کہ کسی وقت حاضر خدمت ہو کر شرف وطمانیت قلب حاصل کروں لیکن مختلف معذورات میں مبتلا ہوں۔

محمد رفیع صاحب سلمہ کے حال کا پرچہ بغور مطالعہ کر کے دوا تجویز کردی ہے انشاءاللہ تعالیٰ تکالیف رفع ہو جائیں گی۔

حالات برابر لکھتے رہیں اور دوا منگواتے رہیں۔

دعائے صحت کاملہ بھی کرتا رہتا ہوں۔

احقر، محمد عبدالحیؒ عفی عنہ

مکتوب نمبر ۳
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا مکتوب گرامی بنام حضرت عارفیؒ

مخدومی محترم ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اور دوا کو اثر دیا محمد رفیع سلمہ کی طبیعت اب سہولت پر آگئی بخار اتر گیا۔

یہ ناکارہ بھی اگرچہ بخار وغیرہ کی تکلیف سے اب عافیت میں ہے، مگر بواسیر کی سابقہ گٹھلی نے اس بیماری میں زور پکڑنا شروع کیا، اس کا علاج سابق جاری ہے، ضعف و نقاہت بے حد ہے۔ کل بھائی شبیر علی صاحبؒ کے صاحبزادہ شیر علی کا نکاح تھا وہ بھی فیڈرل بی ایریا میں۔ طاقت ہمت کچھ نہ تھی مگر بھائی جان مرحوم کی تصویر سامنے آگئی، اس نے بے چین کر کے جانے پر مجبور کر دیا، نکلنے کے بعد اپنے ضعف کا اندازہ ہوا کہ اس کا تحمل نہ تھا، مگر اللہ نے فضل کیا اس میں شرکت ہو گئی، کچھ امید اس کی بھی تھی کہ شاید اس مجمع میں آپ کی بھی زیارت ہو جائے، مگر عذر ہو گا آج ولیمہ کی شرکت سے معذرت کر کے آگیا تھا"۔

والسلام، محمد شفیع۔ اتوار۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ (۱)

مجاز بیعت۔ حکیم الامتؒ

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ مولانا اللہ داد کے صاحبزادے تھے۔ آپ ضلع کیمبل پور کے ایک موضع میں پیدا ہوئے۔ کتب منطق آپ نے مولوی محمد معصوم صاحب سے پڑھیں۔ ''آپ نے حدیث کا دورہ دو مرتبہ کیا تھا۔ ایک دفعہ تو مدرسہ غزنویہ میں اور دوسری مرتبہ اس وقت کیا جب آپ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں بغرض بیعت تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حکیم الامت، بیعت ہونے کے لئے ہر شخص کے حسب منشاء شرائط تجویز فرماتے مگر یہ ہر شخص کے لئے نہیں تھا۔ بعضوں کو تو بغیر کسی شرط کے بھی بیعت کیا ہے۔ مفتی صاحب کے لئے آپ نے یہ شرائط عائد کیں کہ آپ کسی قاری سے قرآن پاک کی مشق کریں۔ دوسرے کسی حنفی مسلک کے عالم سے بھی حدیث پڑھیں چنانچہ آپ نے یہ شرائط قبول کیں اور دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا انور شاہ کشمیری سے کتب احادیث پڑھیں''۔

''بعد فراغ درسیات آپ امرتسر ہی میں درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کو قابلیت کی بناء پر تھوڑے ہی عرصے بعد مدرسہ نعمانیہ کا صدر مدرس بنادیا گیا کم و بیش چالیس سال آپ نے تدریس کی خدمت انجام دی۔ جب تک آپ کا قیام امرتسر میں رہا آپ روزانہ مسجد نور میں بعد نماز فجر درس قرآن دیا کرتے تھے۔ آپ کے درس میں بے حد تاثیر تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے ساتھ آپ کے شیخ

(۱) ماخوذ: از بزم اشرف کے چراغ۔

کی توجہات شامل حال تھیں درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی آپ کا ایک مستقل شغل تھا۔ اس سلسلہ میں ملک کے ہر حصے سے آپ کی خدمت میں استفتاء آتے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ جب تک آپکی صحت نے اجازت دی اس وقت تک آپ یہ کام انجام دیتے رہے"۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی حضرت حکیم الامتؒ سے پہلی ملاقات رمضان ۱۳۴۰ھ (مئی ۱۹۲۲ء) میں ہوئی اور حضرت حکیم الامتؒ نے ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۳ء کو آپ کو چار سلسلوں میں بیعت کیا۔ اسکے بعد آپ نے اپنے آپ کو ہمہ تن حضرت حکیم الامتؒ کے سپرد کردیا۔ بعد ازاں حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو مجاز بیعت بنا کر آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت سے مشرف فرمایا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے شیخ سے اتنی محبت تھی کہ امرتسر میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے "ایک مدرسہ قائم کیا جو تعلیم القرآن کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ واسلامیہ کی تعلیمی خدمت بھی سرانجام دیتا رہا۔ اس مدرسہ نے تقریباً ۴۰ سال یہ خدمت سرانجام دی۔ قیام پاکستان کے بعد اس مدرسہ کے خدام اور اساتذہ کو بھی لاہور آنا پڑا۔ لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں مول چند بلڈنگ کا ایک حصہ مدرسہ کے لئے الاٹ ہوگیا۔ چنانچہ توکلاً علی اللہ اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ جامعہ اشرفیہ کے نام سے ۸ / ذی قعد ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۴ / ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوئی...... جب جامعہ کی عمارت طلبہ واساتذہ کے لئے ناکافی ہوئی تو فیروزپور روڈ لاہور پر مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی"۔ اور اُس کا سنگ بنیاد اہل اللہ اور جید علماء نے رکھا۔ الحمد للہ یہ جامعہ اشرفیہ آج بھی لاہور میں اپنی دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

"حضرت تھانویؒ سے آپ کو عقیدت عشق کی حد تک تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرأت بھی نہیں رکھتا۔

اپنی وصیت میں آپ نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ بہشتی زیور، جزاء الاعمال،

تعلیم الدین، مواعظ، ملفوظاتِ حضرت تھانوی مطالعہ میں رکھنا...... آپ کو خاتمہ بالخیر کی اس قدر فکر تھی کہ تقریباً ہر مجلس میں اس کی اہمیت اور فکر کو ضرور ظاہر کرتے تھے۔ ایک دفعہ قاری خدا بخش صاحب عیادت کے لئے آئے۔ آپ کی طبیعت کافی روز سے ناساز تھی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی ذکر ہوا کہ بس سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائیں پھر بڑے زور دے کر فرمایا کہ "حافظ جی اگر خدانخواستہ خدانخواستہ ایمان نہ ملا تو؟" یہ فرمایا اور ساتھ ہی آواز متغیر ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ "حضرت خدا کا شکر ہے ایمان حاصل ہے اور انشاء اللہ وہ اپنے فضل سے مرتے وقت بھی اس نعمت سے محروم نہیں فرمائیں گے"۔ فرمایا کہ "بے شک اس وقت تو یہ دولت حاصل ہے مگر کیا ذمہ داری ہے کہ مرتے وقت بھی ایمان ملے گا اگر نہ ملا تو"۔ یہ فرما کر مزید رقت اور گریہ طاری ہو گیا اور اپنے آپ کو سنبھال کر بآواز بلند کئی بار فرمایا کہ "یا اللہ ایمان۔ یا اللہ ایمان۔ یا اللہ ایمان۔"

۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ (یکم جون ۱۹۶۱ء) کو کراچی میں آپ کا انتقال ہو گیا اور وہیں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب سے حضرت عارفیؒ سے تعارف جولائی ۱۹۵۳ء میں کراچی میں ہوا اور اُسکے بعد آپ دونوں میں مکاتبت ہوتی رہی۔ حضرت عارفیؒ کے ذخیرہ خطوط میں حضرت مفتی صاحبؒ کے چند خطوط دستیاب ہوئے جو حسب ذیل ہیں:

مکاتبت مابین حضرت عارفیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ

مکتوب نمبر ۱ کراچی مورخہ ۳ جولائی ۱۹۵۳ء

حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

جواب:- السلام علیکم۔ الحمد للہ خیرت سے ہوں اور جناب کی خیریت کا طالب ہوں۔

حال:- جناب والا کے کراچی کے دوران قیام میں چند ہی بار کی حاضری میں بہت کچھ فیض و برکات سے مستفیض ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مزید توفیق عطا فرما دیں۔ اس بار تعارف ہو جانے کے بعد جی چاہتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ طلب دعا اور دریافت خیریت مزاج کے لئے عریضہ لکھتا رہوں گا۔

فقط احقر محمد عبد الحیؒ عفی عنہ۔

جواب:- حق تعالیٰ آپ کو اور اس عاجز کو اپنے قرب کی دولت عطا فرماوے اور ہماری اصلاح فرما کر خدمت خلق کی توفیق عنایت فرمادیں اور عجب و کبر سے محفوظ فرمادیں۔ طالب دعا از لاہور مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ العالی۔

مکتوب نمبر ۲ کراچی ۱۱ نومبر ۱۹۵۳ء

حال:- معظمی و محترمی و مخدومی مدظلہم ودرمہ فیوضہم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب والا کی ناسازی مزاج اور پھر بحمد اللہ تعالیٰ افاقہ صحت کے حالات مختلف احباب سے برابر معلوم ہوتے رہے۔ دریافت خیریت کے لئے خود عریضہ ارسال اس خیال سے نہ کیا کہ زحمت جواب کا باعث ہوگا۔

جواب:- جناب سے خطاب رحمت ہے۔نہ زحمت۔
حال:- اب بحمد اللہ تعالیٰ یہ معلوم ہوا کہ مزاج گرامی بالکل اچھا ہے اور اپنے دست مبارک ہی سے اب خطوط تحریر فرماتے ہیں اسلئے یہ عریضہ دریافت خیریت مزاج کے لئے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔
جواب:- الحمد للہ خیریت ہے۔ دعا کی اب بھی ضرورت شدید ہے کہ شفاء باطنی اور ظاہری عطا ہو جائے۔

مکتوب نمبر ۳ کراچی ۳ جنوری ۱۹۵۴ء
حال:- معظمی و محترمی دامہ فیوضہم ومد ظلہم العالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
جواب:- السلام علیکم۔
حال:- اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی بخیر وعافیت ہو گا۔
جواب:- الحمد للہ۔
حال:- بحمد اللہ ہم لوگ بھی بخیریت ہیں۔
جواب:- الحمد للہ۔
حال:- جناب والا کی صحت و توانائی کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔
جواب:- جزاکم اللہ۔
حال:- بصد ادب ملتجی ہوں کہ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا صحیح و قوی تعلق عطا فرما دیں۔ اعمال صالحہ کی توفیق وافر نصیب فرمادیں اور عافیت بخیر فرمادیں۔
جواب:- دل سے اور بار بار دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۴ کراچی مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۵۴ء
حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ کہ کچھ بہتر ہوں۔

حال:- صلاح وفلاح دارین کے لئے میں دعا کا مستدعی ہوں۔

جواب:- دل سے اور بار بار دعا کرتا ہوں۔

حال:- جی چاہتا ہے حضرت والا مجھے کوئی نصیحت فرمادیں تاکہ میرے لئے مزید علم وعمل کا باعث ہو۔ احقر عبدالحیؒ عفی عنہ

جواب:- یہ درخواست تو ہم کو جناب سے کرنی ہے باقی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ مفتی محمد حسن

مکتوب نمبر ۵ کراچی مورخہ ۷ مارچ ۱۹۵۴ء

حال:- مخدومی ومعظمی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حال:- اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج بخیر وعافیت ہوگا۔ خیریت مزاج کا خواہاں ہوں۔

جواب:- خیریت ہے مشقت کافی ہے۔

حال:- اور اللہ تعالیٰ سے دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔

جواب:- جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

حال:- کہ جناب والا کو صحت وتندرستی کاملہ مستمرہ عطا فرمائیں۔

جواب:- آمین۔

حال:- اور ہم تشنہ کاموں کے لئے چشمہ فیوض وبرکات کو قائم دائم رکھیں آمین۔ مستدعی دعاء خیر احقر عبدالحیؒ عفی عنہ

جواب:- دل سے دعا اور بار بار دعا کرتا ہوں اور دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۶ کراچی مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۵۴ء

احوال: معظمی و محترمی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحت و تندرستی کے ساتھ رکھیں۔

جواب:- السلام علیکم۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

حال:- حضرت والا آجکل فکر آخرت کا دل ودماغ پر زیادہ غلبہ رہتا ہے خصوصاً ان حقوق کے اتلاف سے جو ایسے زمانہ میں ہو چکا ہے کہ جب ذمہ داریوں کا ہوش نہ تھا۔

جواب:- لاکھ لاکھ مبارک ہو یہ علم دین کی سوچ ہے شکر کریں۔

حال:- دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اہل حقوق کو اپنے فضل وکرم سے راضی فرما کر مجھ سے دنیا و آخرت میں کوئی مؤاخذہ نہ فرمائیں۔ آمین۔

جواب:- دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔ آمین ثم آمین۔

حال:- مستدعی ہوں کہ اس کیلئے خاص طور پر دعا فرمادیں۔ احقر عبد الحیؔ عفی عنہ

جواب:- دل سے دعا ہے و طلب دعا۔

احقر محمد حسن

مکتوب نمبر ۷ کراچی مورخہ تاریخ ۷ ستمبر ۱۹۵۴ء

حال:- مخدومی و معظمی دامت فیوضہم ومد ظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
پہلے گرامی نامی سے پھوڑوں میں آپریشن اور طبع گرامی کی ناسازی معلوم ہو کر تعلق خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے آپ کو جلد از جلد صحت کاملہ و توانائی عطا فرمادے۔ مستدعی ہوں کہ خیریت مزاج سے مطمئن فرما

دیں۔ احقر عبد الحیؔ

جواب: مخدومی و محترمی دام امجد کم۔ آمین
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایک ماہ ہو چکا ہے کہ فراش پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب افاقہ ہے۔ آپ احقر کے ایمان اور صحت کے لئے دعا فرما دیں۔ آپ کی دعا کا محتاج۔ محمد حسن

مکتوب نمبر ۸ کراچی مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۶۰ء

حال:- معظمی و محترمی مد ظلہم ودامت برکاتہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جناب والا کا مزاج گرامی و جملہ متعلقین بخیر وعافیت ہوں گے۔ جناب والا کی صحت و قوت وترقی مدارج باطنی و حسن خاتمہ کیلئے دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔

جواب:- السلام علیکم۔ جزاکم اللہ۔

حال:- اور انہیں امور کیلئے اپنے واسطے دعائے خیر کا مستدعی ہوں۔

جواب:- دعا کرتا ہوں۔

حال:- جناب والا سے قلب کو خاص تعلق محسوس ہوتا ہے یہ امر میرے لئے سرمایۂ آخرت ہے۔ میں نے ایک بار حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ ارشاد گرامی سنا تھا کہ اس طریق میں صرف محبت شیخ ہی اصل چیز ہے اسی پر تمام تر مقامات باطنہ کی ترقی و تکمیل منحصر ہے اور یہ بھی میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ آپ کو حضرتؒ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق محبت ہے۔

جواب:- سبحان اللہ۔

حال:- بڑی تمنا محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی آپ کے جذبات محبت صادقہ وکاملہ کا کچھ ادنیٰ حصہ نصیب ہو جائے جو میرے لئے دولت و نعمت

وسرمایۂ آخرت بن جائے۔

جواب:- جناب کو یہ دولت کامل طریق پر حاصل ہے اللہ تعالیٰ اس میں اور ترقی کریں۔

حال:- آپ سے خاص طور پر اس امر میں میرے لئے دعا فرمانے کی استدعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین۔ احقر عبدالحیؒ عفی عنہ

مکتوب نمبر ۹ کراچی ۲۱ جولائی

حال:- معظمی و محترمی درمہ فیوضہم ومد ظلہم اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
ایک عرصہ سے دریافت خیریت مزاج گرامی نہیں کرسکا۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ جناب کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین بخیر وعافیت ہونگے۔ دعا ہائے خیر کے لئے متدعی ہوں۔

جواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ نہایت لجاجت سے حسن خاتمہ کی دعا کی درخواست ہے۔ وقت بہت قریب ہے اور پاس کچھ نہیں۔ دعاجو۔

محمد حسن

مکتوب نمبر ۱۰

حال:- مخدومی و محترمی دام مجدکم السامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
والا نامہ پہنچا مگر کارڈ پر صرف احقر کا پتہ ہے۔ اندر خالی تھا۔ ایسے استغراق محویت میں لکھا کہ لکھنا ہی بھول گئے۔ حق تعالیٰ جناب کو ایسی محبت عطا فرمائے کہ سب کچھ بھول کر صرف اُنکی یاد میں غرق ہو جاویں۔ آمین۔
آخر میں دعا کی درخواست ہے کہ حسن خاتمہ عطا ہو۔ وقت بالکل قریب ہے سفر دراز ہے۔ زادہ راہ سوائے رحمت کے کچھ نہیں۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ(۱)

مجازِ بیعت۔ حکیم الامتؒ

حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ محترم خان محمد خان کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۱۱ء کے لگ بھگ مہمند ایجنسی میں ہوئی۔ "آپ کے دادا خائستہ خان بہت بڑے عالم باعمل بزرگ تھے۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو دینی تعلیم کے لئے وقف کیا چونکہ اپنے آبائی علاقہ میں دینی تعلیم کا کوئی بندوبست نہ تھا اس لئے تحصیل چارسدہ میں قرآن مجید اور چھوٹی کتابیں پڑھ کر امرتسر میں مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے اور تعلیم کے سلسلہ میں تقریباً دس سال تک امرتسر میں رہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے...... حضرت مفتی صاحب جب کبھی تھانہ بھون تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ حضرت فقیر محمد صاحبؒ کو بھی لے جاتے۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے ملاقات کے بعد سے جب کبھی حضرت مفتی صاحب حدیث، تفسیر یا وعظ فرماتے تو حضرت فقیر محمد صاحبؒ پر محبت یا خوف کی وجہ سے گریہ طاری ہو جاتا جو تاحیات جاری رہا۔ حدیث شریف یا درسِ قرآن مجید کے دوران جب آپ پر گریہ طاری ہوتا تو چڑیاں آپ کے سر پر آکر بیٹھ جاتیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ آپ کو سر ہلانے سے منع کرتے اور فرماتے کہ صحابہ کرامؓ کی بھی یہی شان تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اگر کوئی پرندہ ان کے سر پر بیٹھ جاتا تو وہ اتنے جم کر بیٹھ جاتے کہ پرندہ ان کے سر سے نہیں اڑتا تھا۔

(۱) ماخوذ: از بزم اشرف کے چراغ۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی مجلس میں بھی آپ پر گریہ طاری ہوتا تھا...... طالب علمی کے زمانے ہی سے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے خط وکتابت شروع کردی اگر کبھی خط میں کوئی غلطی ہو جاتی تھی تو حضرت قدس سرہ بہت ڈانٹتے تھے۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو دیکھتے ہی دنیا سے تعلق منقطع کیا۔ ہر وقت آخرت ہی سامنے رہتی۔ حضرت قدس سرہ سے اپنا تعلق یوں بیان فرمایا "حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے لئے آئینۂ باطن تھے۔ ہر عیب اور خوبی مجھے ان کے ذریعے سے معلوم ہوتی تھی اور اس کی اصلاح بھی کرتے۔ ان کی مجلس سے مجھے جو کچھ ملا ہے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ راز کی باتیں ہیں۔ حضرت دین اور دنیا دونوں کے کفیل تھے"۔

"جب حضرت قدس سرہ مجھے ڈانٹ کر میری اصلاح فرماتے تو بعد میں یہ فرماتے کہ "میرا حوصلہ کم نہیں تم سرحد کے رہنے والے ہو اور ہم بلخ کے رہنے والے ہیں مگر اصلاح بھی ضروری ہے" ایک دفعہ ایک خاص مجلس تھی وصل بلگرامی مرحوم اس مجلس میں خاص لوگوں کو بلا رہے تھے۔ وصل صاحب نے حضرت سے فرمایا کہ مولوی فقیر محمد کو بلاؤں۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا "ضرور ضرور اسے تو ڈانٹ ڈپٹ کر ہم نے سیدھا کر لیا ہے۔" آپ پر حضرت قدس سرہ کی خاص توجہ تھی"۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ۹ رجب ۱۳۵۷ھ (۳ ستمبر ۱۹۳۸ء) آپ کو مجاز بیعت کے شرف سے مشرف فرمایا۔

"ایک دفعہ پٹنہ میں مولانا فقیر محمد صاحب نے دعا کی کہ یا اللہ مجھے حضرت سے کسی وقت بھی جدا نہ کرنا۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے ایسی قبول فرمائی کہ چھ ماہ صبح سے شام تک کسی وقت بھی ان سے جدا نہ ہوئے۔ حضرت حکیم الامت کی خدمت کا یہ شرف مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ اور آپ دونوں کو حاصل ہوا۔ علالت کی حالت میں آپ دونوں تمام رات حضرت قدس سرہ کی خدمت کرتے"۔

"آپ نے حضرت قدس سرہ سے اپنی آخری ملاقات کا حال یوں بیان فرمایا "وفات سے ایک ہفتہ قبل تھانہ بھون سے چلا۔ وہ آخری وقت تھا۔ ہر چیز گریہ معلوم ہوتی تھی۔ مسجد کے ستون محراب شریف۔ سہ دری شریف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا گھر سب رو رہے تھے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی ہے اور میں یہ صدمہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہاں سے نکلا۔ ایک ہفتے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں پھر وطن سے تھانہ بھون گیا۔ مزار شریف پر حاضری دی گریہ طاری تھا۔ خواجہ صاحب اور ڈپٹی صاحب تشریف لائے اور مجھے خانقاہ لے گئے اور دل سے ایسا رونا نکلتا تھا کہ سب خانقاہ والے رو رہے تھے ایک ماہ رہ کر پھر وطن واپس آگیا۔ اب یتیم بے سہارا رہ گیا ہوں۔ خدا مدد کرے۔"

حضرت عارفیؒ سے حضرت فقیر محمد صاحبؒ کو بے حد عقیدت تھی۔ جب کبھی آپ کراچی تشریف لاتے تو حضرت عارفیؒ کی خدمت میں ضرور تشریف لاتے اور حضرت عارفی کی مجالس میں بھی شرکت فرماتے۔ حضرت والا کی گریہ کی کیفیت حاضرین مجلس نے بھی مشاہدہ کیا۔ آپ کا انتقال ۱۹۹۲ء کو ہوا۔ اور پشاور میں مدفون ہیں۔ حضرت عارفیؒ کے ذخیرہ خطوط میں حضرت فقیر محمد صاحبؒ کا ایک خط دستیاب ہوا جو تبرکاً پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ کا مکتوب بنام حضرت عارفیؒ

محترم جناب مشفق دام اقبالہ۔

السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ ملا، پڑھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ جیسے محترم مجھ ناچیز کو یاد فرماتیں ہے (رہتے ہیں)۔ میں تو حضرت رحمۃ اللہ کی قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ حضرت پاک کی محبت کے طفیل کچھ امید ہے کہ اللہ رحم فرما دیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جہنم سے نجات اور جنت الفردوس عطا فرمادیں اور حب للہ اس میں بہت مددگار ہے۔ اور کیا عرض کروں کہ آپ کا خط پڑھ کر آنسو جاری ہوتے تھے کہ ایسے بڑے شخص میرے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ آخر اس پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ پاک آپ کو اور مجھے حضور سرور کائنات اور حضرت مرشدی کی زیارت نصیب فرمائے۔

فقط آپ کا فقیر محمد۔

حصۂ سوم

دیگر مکتوبات

۱۔ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہؒ
۲۔ حضرت کاظم حسین صاحبؒ
۳۔ حضرت علی عباس صاحبؒ
۴۔ حضرت سید علی سجاد صاحبؒ
۵۔ حضرت محمد علی اسد اللہ صاحبؒ
۶۔ حضرت نصرت علی صاحبؒ

حضرت عارفیؒ نے اپنے مکتوبات بنام حضرت حکیم الامتؒ اور جو مکاتبت حضرت حکیم الامتؒ کے مجازین کے ساتھ ہوئی تھی اُن خطوط کے علاوہ اپنے رشتہ داروں اور محبین کے خطوط کو بھی محفوظ رکھا اور اُن میں سے بھی کچھ خطوط جو اہمیت کے حامل تھے اُن کی نقل ایک بیاض میں تحریر کروا کر محفوظ کرلیا۔ "مکتوبات عارفیؒ کے حصہ سوم میں" دیگر مکتوبات کے زیر عنوان حسب ذیل افراد کے چند منتخب خطوط بنام حضرت عارفیؒ درج کئے جارہے ہیں۔

حضرت چھوٹی پیرانی (منیبہ) صاحبہؒ

حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز کی دوسری اہلیہ ہیں جو والدہ رشیدہ کے نام سے معروف ہیں۔ آپ حضرت عارفیؒ کے پھوپھا اور خسر حضرت سید علی سجاد صاحبؒ کی ہمشیرہ نسبتی ہیں۔ اس رشتہ سے آپ حضرت عارفیؒ کی خوشدامن بھی ہوتی ہیں۔ اس نسبت سے آپ حضرت عارفیؒ، آپ کی اہلیہ محترمہ اور آپ کی اولاد سے بہت محبت فرماتی تھیں جس کی جھلک مکتوبات نمبر ایک اور دو میں ملتی ہے۔

مکتوبات حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہؒ

مکتوب نمبر ا — تھانہ بھون (غالباً یہ خط ۱۹۴۰ء میں لکھا گیا)

حال: عزیزہ جویریہ و عزیزم عبدالحیؔ سلہم۔ دعائیں صدہا دعائیں۔
یہاں سب خیریت ہے، خیریت تم سب کی مطلوب۔ اس وقت قابل تحریر یہ ہے کہ عید کے چاند تمہاری عمیدہ کی شادی کا قصد ہے۔ عید کے بعد فوراً ہی نثار وغیرہ آئیں گے۔ میری دلی تمنا ہے کہ تم مع دلہن اور احسن، مستحسن، مسعود کے شادی میں شریک ہوں۔ اُمید کرتی ہوں کہ تم ضرور ضرور آؤ گے اور دلہن بچوں سمیت آؤ گے۔ تاریخ ان لوگوں کے آنے پر مقرر کی جائیگی۔ تم لوگ تو عید بعد فوراً ہی تیاری کر لینا۔ جویریہ یہ تم کہتی تھیں کہ خالہ بلائیں اور میں نہ آؤں، اب میں اطلاع کرتی ہوں دیکھوں اب تم کو مجھ سے کتنی محبت ہے۔ اگر ہے تو ضرور آؤ گی۔ تم لوگ بالکل تیار رہو،

تاریخ مقرر ہونے پر میں اطلاع دونگی فوراً چل پڑنا۔ احسن کی شادی کب ہو گی۔ جب تم آؤ تو ایک پاؤ تیل چنبیلی کا اور ایک شیشی عمدہ عطر کی جس میں ایک تولہ یا چھ ماشے عطر ہو ضرور لیکر آؤ، دام تمہارے آنے پر دیدونگی۔ میرے اُنگلی میں کچھ نکلا ہوا ہے اسلئے خط مفیدہ سے لکھواتی ہوں۔ شاید پڑھنے میں دقت ہو۔ والسلام والدعا

والدہ رشیدہ

مکتوب نمبر ۲ تھانہ بھون

حال: عزیزم عبدالحیؒ۔ بعد دعا کہ واضح ہو یہاں خیریت ہے اور خیر وعافیت تم سب کی نیک مطلوب ہے۔ کارڈ پہنچا۔ خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ تیل ڈپٹی صاحب کے ہمراہ جو روانہ کیا تھا مجھ کو مل گیا، بہت خوشی ہوئی۔ بھائی مولانا کی باتیں تو قیامت تک ہاتھ نہیں آسکتیں۔ خدا سے اب تو یہ ہی دعا ہے کہ ہم سب کو اُن کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ میں اپنی طرف سے سب کو وہی سمجھتی ہوں۔ یہ غریب خانہ موجود ہے، جب تک میں زندہ ہوں۔ جب تمہارا خط آئیگا، جواب سے انکار نہیں۔ جویریہ اور اُنکے بچوں کو بہت بہت دعا۔ رشیدہ، بچے اچھی طرح ہیں۔ آداب عرض کرتے ہیں۔ فقط زیادہ دعا۔

والدہ رشیدہ

حضرت کاظم حسین صاحبؒ

حضرت عارفیؒ کے جدامجد ہیں۔ حضرت عارفیؒ بچپن ہی سے اپنے جدامجد اور دادی صاحبہ کے آغوش میں پرورش پائی۔ آپ حضرت عارفی سے بے انتہا محبت فرماتے تھے اور آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ مکتوب نمبر ا اور ۲ سے اس کا بین ثبوت ملتا ہے۔

مکتوبات جدامجد مولوی کاظم حسینؒ

مکتوب نمبر ا — از کالپیؔ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۱۸ء

نور العین عبدالحئی حفظ اللہ وسلم بعد دعائے حسنات دارین واضح ہو کہ بفضلہٖ یہاں خیریت ہے۔ کل تمہارا کارڈ ملا بخار سنکر تشویش ہے خداوند محفوظ رکھے۔ ڈاکٹر سے ملکر دریافت کرنا کہ کونین یا کوئی دوسری دوا جو وہ بتائیں روزانہ کھاتے رہو تاکہ ملیریا کا اثر نہ ہو۔ چارپائی کا حال معلوم ہوا۔ اگر کسی واقف کار کو ساتھ لیجا کر تم نے چارپائی خریدی ہوتی تو وہ تم کو بتادیتا کہ بانس کی پٹیاں برسات میں خم ہو جاتی ہیں۔ خیر تجربہ یوں ہی ہوتا ہے۔ جو رقم بعد کو یہاں سے تمہارے پاس گئی تھی اسکا حساب تم نے نہیں بھیجا۔ ماہ ستمبر میں تم کو وہاں کیا داخل کرنا ہو گا۔ تمہارے پاس کتنا روپیہ باقی ہے۔ جلد اور مفصل لکھو۔ نواب صاحب بہادر کی صحت اور درس شریف کے بارے میں جو معلوم ہو لکھو۔ ہم تم کو پہلے کہہ چکے ہیں کہ رائے بہادر صاحب نے جوابا

لکھا ہے کہ انہوں نے پھر نواب صاحب بہادر کے پاس تحریر بھیجی ہے۔ جواب کے منتظر ہیں۔ یہاں بارش موقع سے ہو رہی ہے۔ کل عزیز خان بہادر صاحب شاکر سلمہم اللہ الٰہ آباد اوسط سلمہ کے پاس گئے۔ عباس سلمہ مع اعزہ بخیریت ہیں۔ تمہاری دادی تم کو دعا کہتی ہیں۔ اپنی خیریت جلد لکھو۔

کاظم حسین عفی عنہ
۶/ ستمبر ۱۹۱۸ء

مکتوب نمبر ۲ کالپئی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۸ء

نور العین عبد الحیٔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔ بعد دعا کے حسنات دارین واضح ہو کہ پھر تمہارا کارڈ ملا۔ خداوند صحت وعافیت دین (حفظ) کا زیادہ خیال رکھو، تھوڑی ورزش بھی ضروری سمجھو، کسی کھیل ہی میں صحیح۔ دو "پرچہ نظارہ" ایک ساتھ ایک لفافہ میں ہے، لکھو تو تمہارے پاس بھیج دیئے جائیں۔ جالون وکانپور سے خطوط خیرت کے آئیں ہیں۔ عزیز خان بہادر صاحب مع زوجہ ودختر خورد وشاکر سلمہ الٰہ آباد گئے ہیں۔ ہم کو ستمبر کے ماہ کالج فیس کثیر رقم دینا ہے، کس قدر روپیہ تمہارے پاس موجود ہے۔ مفصل حساب رقم مرسلہ سابق کا لکھو۔ بہت استقلال اور مضبوطی سے اس کام میں لگے رہو۔ شکر ہے کہ سرق (چوری) شدت سے ہم گھبرائے نہیں۔ معاملات ہر شخص کو ہر جگہ پیش آتے ہیں۔ تمہاری دادی صاحبہ تم کو دعا کہتی ہیں۔

کاظم حسین عفی عنہ
۹/ ستمبر ۱۹۱۸ء

حضرت علی عباس صاحبؒ

حضرت عارفیؒ کے والد ماجد ہیں۔ چونکہ حضرت عارفیؒ اپنے والد ماجد کے بڑے صاحبزادے تھے اس لئے آپ کے والد ماجد ہر معاملہ میں حضرت والا سے مشورہ کیا کرتے تھے جس کا ثبوت مکتوب سے ملتا ہے۔

مکتوب والد ماجد حضرت علی عباس صاحبؒ

مکتوب نمبر۱ کانپور مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء

نور العین عبدالحیؔ حفظہ اللہ تعالیٰ وسلم۔

دعائے حسنات۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے تمہارے خط آئے اور منی آرڈر پہنچا۔ تمہارا جو آج خط موصول ہوا اس سے بہت مسرت ہوئی کہ حضرت قبلہ نے تم کو مجاز بیعت کے قابل سمجھا۔ خدا اپنے حبیب کے طفیل میں اور دعائے بزرگان سے تم کو سعادت دارین عطا فرماوے۔ عبدالسلام دو تین روز ہوئے کہ کالپئی سے آگئے ہیں، کچھ طبیعت درست نہیں ہے۔ دو ایک روز میں وہاں اسکا ارادہ ہے۔ بڑے دن (کرسمس) کی تعطیل کے بعد عبدالقدوس مع اہل وعیال یہاں آگئے ہیں۔ ایک کمرہ نیچے لڑکوں کے لئے لے لیا ہے۔ محسن سلمہ کے بھائی کا نام ہم نے مستحسن تجویز کیا ہے، خدا اسکو برکت دے۔ عزیز سلمہ کے لڑکے کا نام ہاشم رکھا ہے اگر کوئی اور نام سمجھ میں آویں تو مطلع کرنا۔ یہاں دو تین دن سے سردی زیادہ ہے۔

علی عباس

حضرت سید علی سجاد صاحبؒ

راقم الحروف کے نانا، حضرت عارفیؒ کے پھوپھا، خسر، مربی تھے نیز حضرت حکیم الامتؒ کے مجاز صحبت اور ہم زلف تھے۔ حضرت سید علی سجاد صاحبؒ حضرت والد ماجد کے بزرگ اور متعدد خاندانی رشتوں کے باوجود والد صاحب سے عقیدت کی حد تک محبت و تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عارفیؒ کے باطنی معاملات سے جتنی قریبی واقفیت اُن کی تھی شاید ہی کسی اور کو رہی ہو۔ مکتوب نمبر ۱ اور ۲ میں اس عقیدت کا اظہار نظر آتا ہے۔

مکتوبات حضرت سید علی سجاد صاحبؒ

مکتوب نمبر ۱ تھانہ بھون مورخہ ۲۲ جون ۱۹۴۸ء

نور چشم عبدالحیؔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

دعاہا! اس مرتبہ تمہاری سعادت مندی و نیز تمہاری صحبت سے قلب میں علاوہ مسرت کے ایک گونہ تعلق مع اللہ میں تقویت کی زیادتی محسوس کی۔ جزاکم اللہ۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل میں حضرت شیخ قدس سرہ کے فیوض تمہارے ذریعہ سے جاری وساری فرما دیں اور مخلوق کو نفع حقیقی عطا فرمائیں۔ تم سے رخصت ہوتے وقت یکایک میرا دل بھر آیا اور پھر تاب گفتگو باقی نہ رہی اسلئے مزید کلام نہ کرسکا۔ اور خاموشی کے ساتھ تم کو

رخصت کر دیا۔ یہ سب حضرت اقدس کا فیض ہے اور شکر کا موقع ہے۔ آجکل گرمی یہاں سخت ہو رہی ہے البتہ آج صبح کچھ ترشح ہوا اس سے ہوا میں لو کا اثر نہیں معلوم ہوتا۔ باقی حالات بدستور ہیں جویریا سلمہا کو دعا بچوں کو دعا۔ احسن سلمہ کے لئے اب ملازمت ہی بہتر معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تو کامیابی دشوار اور اسلئے تعلیم لاحاصل۔ ابراہیم کی دعا۔

علی سجاد

مکتوب نمبر ۲

تھانہ بھون

نور چشمی عبدالحیؔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

آج شب کو خواب میں تمہاری حالت بہت ہی بلند نظر آئی جو اس مصرعہ کے مصداق سمجھ میں آئی

جو فقر اندر قبائے شاہی آمد
ز تدبیر عبید للہی آمد

تمہاری وسیع محل کا زینہ بشب کے پتھر کا اور اس پر فنائیت کا یہ غلبہ کہ میرے پاس فرش پر لیٹے ہوئے عجیب سوز و گداز کے ساتھ بوستان یا کسی معرفت کی کتاب کے اشعار رِقّت کی حالت میں پڑھ رہے تھے پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور میں نے تم کو اپنا خواب خواب ہی میں سنانا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری و باطنی حالت میں ترقی عطا فرمائے۔

علی سجاد

۱۳/ شعبان یوم سہ شنبہ

مطابق ۲۲/ جنوری ۱۹۴۱ء

حضرت محمد علی اسد اللہ صاحبؒ

حضرت عارفیؒ کے ماموں تھے۔ آپ حضرت عارفی سے بڑی محبت فرماتے تھے اور صاف گو تھے اور کسی قول و فعل میں تضاد پاتے تو اُس کا اظہار برملا کرتے تھے۔ مکتوب میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

مکتوب حضرت محمد علی اسد اللہ صاحبؒ

مکتوب نمبر ۱

مکرمی جناب الحاج ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب سلمہ اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح ہو کہ آج پندرہ سولہ روز سے ارادہ کر رہا ہوں کہ آپکو خط لکھوں کیونکہ میری طبیعت خراب رہتی ہے اکثر لیٹے رہنے کے اور دوسرا کام ہی نہیں ہو سک رہا ہے۔ تھوڑی بہت خدمت آپکی ممانی کی ہو جاتی ہے وہ بھی بمشکل۔ یہاں پر نہ تو کوئی نوکرانی ملتی ہے اور نہ نوکر جسکی وجہ سے بیحد پریشانی ہے، دعا کریں اللہ تعالیٰ سارے کام دین دنیا کے آسان فرمادیں۔ آج جمعرات کی رات ہے کل تیسری ذی القعدہ، گذشتہ جمعہ کے عین ظہر کے وقت بھائی نسیم احمد صاحب خیریت سے مکہ معظّمہ پہنچے مگر ہمارے گھر پر عشاء کے بعد ہفتہ کی رات جناب الحاج نصرت علی صاحب کے ساتھ آئے۔ حضرت صاحب پہنچا کر واپس چلے گئے۔ بھائی صاحب ہمارے یہاں قیام پذیر ہیں، کل بمشکل دو۔ ری ذیقعدہ کی ظہر سے پہلے بھائی نسیم احمد صاحب بسواری موٹر مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔ آج صبح کو

ہماری سمندری مظہر حسین صاحب نے مدینہ منورہ ٹیلیفون کیاکہ نسیم احمد صاحب خیریت سے پہنچ گئے ہم نے انکو زائرین میں جگہ دیدی ہے، آرام سے ہیں، آپ بے فکر رہیں۔

آپکی کتاب اسوۂ رسول اکرم ﷺ کا سرسری طور پر مطالعہ کیا۔ شروع میں جو آپ نے احادیث اور آیات تحریر فرمائی ہیں اتباع رسول ﷺ بارے میں بھی بہت اچھی اور صحیح ہیں، ہم کو چاہئے کہ جیساکہ لکھا گیا ہے اسی کے قولاً وعملاً عمل یہی ہونا چاہئے تاکہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی وعید سے بچ جاویں۔ وعید کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (**یا ایہا الذین آمنوا لما تقولون مالا تفعلون. کبر مقتاً عند اللہ ان تقولو مالا تفعلون**) یہ سورہ صف کی آیتوں میں سے ہے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ہم کو ڈرا رہا ہے۔ **فلیحذر الذین بحالفون عن امرہ ان تصیبھم فتیبۃ او یصیبھم عذاب الیم**۔ اتباع رسول اللہ ﷺ ہر لحہ وہر وقت کرنا چاہئے ہم کو ذرہ بھر کی مخالفت نہ کرنی چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی اتباع قیامت کے دن کام آویگی۔ بڑے سے بڑا عالم کا قول وفعل مخالف رسول اللہ ﷺ کے ہوگا اسکا علم وقول کچھ کام نہ آئیگا بلکہ قیامت کے روز یہ کہیں گے (اور) یہ کہا جائے گا۔ (**ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراء نا فاضلونا السبیلا ربنا اتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنًا کبیراً**) اسوقت یہ کہیں گے اور افسوس کریں گے۔ **یا لیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا**. مگر کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آپکو اور سب مسلمانوں کو مخالفت رسول سے محفوظ رکھے اور اتباع کاملہ عطا فرمائیں۔ ہدایت دے اور سیدھی راہ چلائیں آمین یارب العالمین۔

راقم

محمد علی اسد اللہ

یہاں سے سب چھوٹے اور بڑے آپ سب کی خدمت میں سلام دعا کہہ رہے ہیں، بھائی احمد علی عرصہ بیس پچیس روز سے ملک غرب کو گئے ہوئے ہیں، آج کل میں آنے والے ہیں۔ بھائی نسیم احمد بھی جمعرات سے مدینہ منورہ سے آجائینگے۔

نوٹ : اگر کوئی دینی بات میں مجھ سے غلطی ہوئی ہو تو ضرور لکھیں بشرطیکہ اللہ ورسول کے فرمان کے خلاف ہو میں اس غلطی کو قبول کرلونگا۔

یہ خط بہت جلدی میں لکھا گیا ہے اگر غلطی ہو تو معاف کردینا۔

حضرت نصرت علی صاحبؒ

حضرت عارفیؒ کے محبین میں سے تھے۔ آپ کا قیام ایک عرصہ دراز تک مکہ المکرّمہ، سعودی عرب میں تھا۔ آپ سے حضرت والا کی خط و کتابت ہوتی تھی۔ اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب شائع ہوئی تو حضرت عارفی نے یہ کتاب اُن کے پاس ارسال فرمائی اور خواہش ظاہر کی کہ مدینہ منورہ جاکر یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک میں پیش فرمائیں۔ مکتوب اس کتاب کی مقبولیت کے متعلق ہے۔

مکتوب نصرت علی صاحبؒ

مکتوب نمبر۱ مکہ المکرّمہ ۶ شوال ۱۳۹۶ھ (۲۹ ستمبر ۱۹۷۶ء)

جناب قبلہ وکعبہ سیدی و مولائی و ملجائی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اِس خبر سے بہت افسوس ہوا کہ حضرت بابا نجم احسن صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات مبارکہ ہوگئی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ واشرف مقام قطب الاقطاب شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز اور جامع المجددین حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے ساتھ جگہ عطا فرمائیں۔

حضرت والا کو اپنے ایک اچھے رفیق کی جدائی کا ضرور افسوس ہوا ہوگا اور حضور والا بہت متاثر ہونگے جس سے صحت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ احقر نے مدینہ منورہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہے کہ دعا فرمائیں اللہ سبحانہ تعالیٰ حضرت والا کی عمر مبارکہ دراز فرمائیں ہمیشہ قوی اور تندرست رکھیں

حضور قلب اور سکون قلب عطا فرمائیں ہمیشہ ہشاش بشاش رکھیں۔
اللہ سبحانہ تعالیٰ حضور والا کا سایہ عرصہ دراز تک ہم سب پر قائم رکھیں۔ تمام پاکستانیوں کو حضور والا کی موجودگی بہت ہی ضروری ہے...... آمین ثم آمین یارب العالمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ احقر نے اس خبر کی اطلاع ملنے سے پہلے دو عریضے مدینہ منورہ سے حضور والا کی خدمت اقدس میں روانہ کئے ہیں۔

ایک ۲۴ رمضان المبارک کو روانہ کیا جس میں تحریر تھا کہ احقر نے حضور والا کی کتاب اسوۂ رسول اکرم ﷺ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مواجہ شریف میں پیش کی۔ احقر نے دیکھا کہ آنقبلہ خود بہ نفس و نفیس اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں۔ آن قبلہ اُس وقت سراپا نور نظر آرہے تھے۔ چہرہ انور پر بشاشت تھی، سکون اور اطمینان تھا، قدرے مسکراہٹ تھی (جیسی آں قبلہ کے چہرہ انور پر رہتی ہے) ہر طرف نور ہی نور تھا، عجب منظر تھا۔ صرف آن قبلہ خوب اچھی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ احقر کو محسوس ہوتا تھا کہ حضور پر نور ﷺ شفقت فرما رہے ہیں اور آں قبلہ پوری طرح متوجہ ہیں۔ دوسرا خط اِس کے تین چار یوم بعد روانہ کیا۔ احقر آن قبلہ کا سلام:۔ السلام اے رازِ حسن زندگی پیش کر رہا تھا۔ احقر نے دیکھا کہ جامع المجددین حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز سراپا نور ہی نور ہیں اور بڑی توجہ سے آن قبلہ کا سلام سن رہے ہیں اور آنسوں جاری ہیں۔
اللہ تعالیٰ حضرت کے خوب مراتب بلند فرمائیں عمر مبارکہ دراز فرمائیں ہمیشہ قوی اور تندرست رکھیں اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔ آمین یا رب العالمین بحق سید المرسلین ﷺ. احقر العباد نصرت علی